آغاز سے مجھ سراپا شوق کے پہلو میں ہے تصویر یار ربط پیدا کر لیا تصویر سے تصویر نے

اصلاح حضرت نوح ناروی

جب ہوئی حیرت انھیں مجھکو بھی سکتا ہوگیا " " " " "

اصلاح میں "حیرت" غیر موجہ ہے۔ "انھیں" کا اطلاق جیسا چاہئے معشوق پر ہوگا۔ اس معشوق کے حیرت زدہ ہونے کی (یعنی ذکر) وجہ کی ضرورت تھی۔ بجائے "انھیں" کے "اُسے" ہوتا تو یہ اضمار قبل الذکر۔ مصرعۂ دوم کی (تصویر اول) کی طرف راجع ہوتا۔ بحیثیت مبالغہ شاعری بہتر تھا کہ تصویر تاثیر عظیم دکھاتی

اصلاح حضرت جلیل مدظلہ

شرم سے وہ چپ ہیں میں خاموش رعب حسن سے ربط پیدا کر لیا تصویر سے تصویر نے

اصلاح میں معنوی ترقی ہے۔ دونوں کے سکتے کی دو معقول وجہیں موجود ہیں۔ مصرع دوم سے یوں مربوط ہوتا ہے کہ (گویا اس آمنے سامنے سے ربط جنسیہ" تصویر اول سے تصویر دوم نے حاصل کر لیا) بندش و ترکیب بھی چست و درست ہے۔

آغاز سے آفتاب حشر کی آب کیا ہوئی وہ دوڑ دھوپ کر دیا بے نور اُن کے روئے پُر تنویر نے

اصلاح حضرت نوح ناروی

" " " " جاتی رہی " " " " " " " "

بجائے "اب کیا ہوئی" "جاتی رہی" بنایا۔ اس طرح حالت زوال کا ثبوت بالتصریح دیا ہے۔

آغاز سے برق حسن یار سے جو بھی ہوا کیا کم ہوا پھر بھی منہ سے اُف نہیں کی عاشق دلگیر نے

اصلاح حضرت نوح ناروی

" " " " ہوگیا جل بھن کے خاک " " " " " "

"جو بھی ہوا الخ" میں ابہام تھا۔ اور موقع مقتضی صراحت۔ "ہوگیا جل بھن کے خاک" بنا کر شعر کی خامی نکالدی۔ شعر پختہ ہوگیا تناسب معنوی بھی حاصل ہوگیا

آغاز سے میری صبح غم جو لائی مژدۂ شام امید چونک کر جگا دیا سوئی ہوئی تقدیر نے

اصلاح حضرت نوح " " " " نشاط " " " " "

"شام امید" میں ہنوز حالت توقع و انتظار موجود تھی۔ "شام نشاط" نے شعر میں رنگ سرور پیدا کر دیا۔

مقطع آغا سے سر جھکا رہو۔ شاہانِ جہاں آئیں جہاں + میں بھی آغا اُسی در کا گدا بن جاؤں +

اصلاح سے سر جھکاتے ہیں جہاں آ کے سلاطین جہان 〃 〃 〃 〃 〃

اصلاح سے ترکیب و بندش چست ہونے کے علاوہ معنوی ترقی بھی حاصل ہو گئی۔ "سر جھکاتے ہیں" استمرار کے معنے دیتا ہے۔ "آئیں جہاں" میں یہ بات کہاں؟

آغا سے پھر جنون اچھلا چمن میں آ گئی پھر فصلِ گل سلسلہ پھر توڑنے کو پاؤں کی زنجیر ہے

اصلاح سے آئی پھر فصلِ جنوں اب کوچہ گردی الفراق 〃 〃 〃 〃

فصلِ گل آنا مستلزم جوشِ جنوں کا نہ تھا۔ اس لیے فصلِ جنوں بنایا۔ اسی ضمن میں کوچہ گردی کے اشارے کے ساتھ اوس سے رخصت بھی ہو لیے۔ صحرا نوردی صرف تکانا ہے۔ کردی معنوی ترقی ظاہر

آغا سے دم کے دم میں پھونک دے اے آسمان تیرا چمن میری برقِ آہ میں اتنی ابھی تاثیر ہے

اصلاح سے 〃 〃 〃 〃 〃 خرمن ترا 〃 〃 〃 〃 〃

پھونک دینا خرمن کے لیے محاورہ بھی ہے جو فارسی سے اردو میں منقول ہوا ہے اور مناسبت معنوی بھی ہے۔ بخلاف چمن کے اُس کے پاشان اور ہرے پودے دم میں راکھ ہو جائیں۔

ایک مشاعرے کے موقع پر طرحی غزل حضرت جلیل مدظلہ کے ملاحظہ سے گذر کر نہ آسکی اور اس مشاعرے کے صدر حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی تھے لہٰذا میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بغیر اصلاح ہوئے غزل مشاعرے میں پڑھوں۔ چنانچہ حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہو کر بغرض اصلاح طرحی غزل پیش کی۔ ممدوح نے فرمایا "میاں آغا تم خود اچھا کہنے والوں میں ہو اور پھر حافظ صاحب قبلہ کے شاگرد ہو یعنی حضرت جلیل کے۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ غزل بنظرِ اصلاح دیکھوں" لیکن جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے غزل میں بعض جگہ جہاں ضرورت محسوس کی اصلاح کا شرف بخشا۔ پھر حسنِ اتفاق دیکھیے اسی اصلاح شدہ غزل کو میں نے حضرت جلیل کی خدمت فیض درجت میں روانہ کیا۔ لیکن یہ نہ لکھا کہ غزل یہ حضرت نوح کی دیکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت جلیل "مدظلہ" نے اصلاح شدہ اشعار پر اصلاح دے کر اشعار کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے۔ مصرعۂ طرح تھا:-

"کر دیا خاموش مجھکو آپ کی تصویر نے"

آغاز: چند تنکے آشیاں کے تھے انھیں بھی لے اُڑے — نالۂ سوزاں مرے آتش کے پرکالے ہوئے

اصلاح: ״ ״ ״ اُنھیں کو ״ ״ ״ ״ ״ ״

(بھی) حشو تھا۔ اور کو ثبوت فعلیت میں بجالیکہ "انھیں" میں ثبوت حصر موجود تھا۔ یہ خوب بنایا۔ محاورہ و زباں بھی یہی ہے۔

آغاز: کشتی سے پرگرا ہیں توڑ کے توبہ کو یوں — دیکھتے ہی غرق حیرت میکدے والے ہوئے

اصلاح: ״ ״ توڑ کر ״ ״ ״ ״ ״ ״

(کے) سے (کر) بلحاظ معنی بہت خوب ہے۔ کر میں اشارۂ فعلیت بدرجۂ اتم ہے۔

آغاز: نبض ساکت ہے زباں ہو بند رخصت ہوں حواس — کھلنے والا یوں ہماری زندگی کا راز ہے

اصلاح: ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ اب ״ ״ ״

یوں کی جگہ "اب" اچھا بنایا۔ لیکن پہلا مصرع یوں ہوتا کہ "نبض ساکت ہے زباں ہے بند رخصت ہیں حواس" تو درست ہوتا کہ لفظ (اب) مقتضی حالیت ہے۔ اور ہو ہو مقتضی غرض یعنی بالفرض ایسا ہو۔

آغاز: حسن مطلق کے نظارے پر نظر اسکی گئی — دیکھنے میں کس قدر انجام میں آغاز ہے

اصلاح: ״ ״ ״ ״ دیکھیے تو ״ ״ ״

"دیکھیے تو" کی اصلاح نے شعر میں بہار پیدا کر دی۔ جان ڈال دی۔ "دیکھیے تو" کے معنی ہیں غور کرو سمجھو۔ شعر اول تا آخر واضح ہو گیا۔ (دیکھنے میں) مہمل و ذو معنیین تھا۔

مطلع آغاز: حسن کہتا ہے میں اعجاز نما بن جاؤں — عشق کہتا ہے میں ہستی کی فضا بن جاؤں

اصلاح: ״ ״ ״ ״ ״ ״ عاشق کی قضا ״ ״

ہستی کی فضا ہیچ تھا۔ عاشق کی قضا باعتبار تغزل خوب ہے۔ اب شعر بیہوشی سے چونک پڑا۔

آغاز: اُس جگہ حضرت دل آپ لیے جاتے ہیں — کہیں ایسا نہ ہو انگشت نما بن جاؤں

اصلاح: حضرت یا دل! لیے جاتے تو ہو اُس کوچے میں ״ ״ ״ ״

اصلاح سے معنوی ترقی بھی ہوئی۔ بندش عبارت چست ہو گئی تناسب بین المصرعین بوجہ اتم حاصل ہو گیا۔ "اُس جگہ" سے "اُس کوچے میں" بہت خوب ہے۔ تعمیم کا موقع نہ تھا۔

مطلع۔ آنکھوں سے تجھے دیکھا کیسا نظر آتا ہے — تو سارے حسینوں میں یکتا نظر آتا ہے

اصلاح — دکھاتا ہے تیرا تیرا " " " " "

مصرع بدلنے سے شعر میں جان پڑ گئی۔ مصرعہ مہمل تھا آنکھ کے بجائے ناک سے کون دیکھتا ہے۔ دکھاتا ہے تیرا چہرہ، میں عموم پیدا ہو گیا جیسے حد درجہ کی بلاغت و مبالغت ہے حرف ایک شاعر کا دیکھا سے مطلب ہے۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید کا مصداق تھا۔ عموم چاہیے (ضمیر "وہ" کو حذف کر دیا جائے۔

آغا رسا — پھر زوال سے جلوے کا پہلا سا اثر کوئی — پھر ہوش میں اک بے خود آتا نظر آتا ہے

اصلاح — لے کام پھر اے ساقی متوالی نگاہوں سے " " " "

شعر میں جلوے کے معنے عام اور مشکوک ہے۔ "متوالی نگاہوں" میں وہ دو رسے کہ شراب ہی جستی نکلی ترکیب اور تناسب معنوی سے درست ہو گیا۔

آغا رسا — موقوف ہے دید اُسکی عاشق کی ہی آنکھوں پر — ہر دیکھنے والے کو جلوا نظر آتا ہے

اصلاح — موقوف نہیں مجھ سے دیدار نہیں پر کچھ " " " "

شعر مہمل تھا اصلاح سے معنے درست صحیح ہو گئے "ہر دیکھنے والے" کے معنے ہیں (ہر قابل دید استعداد) تناسب دونوں مصرعوں میں حاصل ہو گیا۔

آغا رسا — اب ادھر آؤں کیا میں جو نظر آئی — گو عرش معلےٰ بھی سجا نظر آتا ہے

اصلاح — " " ت " " " " " "

تو کی جگہ "ت" بہت اچھا سا پایا گیا۔ اس کے معنے بہت وسیع اور اونچے ہیں۔

آغا رسا — کچھ ہیں نگاہیں اب محشر میں مرے آگے — ستر پردہ مرا قاتل کیسا نظر آتا ہے

اصلاح — ہنگامۂ محشر میں بھی کچھ نگاہیں ہیں " " " "

اصلاح میں معنوی ترقی ہے (بھی) نے دو جہاں میں توسع پیدا کر دیا۔ اب بھرتی کا کچھ نہ تھا

آغا رسا — ہوتے ہوئے آنکھیں بھی سوجھا نہیں کسکو — حاسد مجھے آنکھوں کا اندھا نظر آتا ہے

اصلاح — آنکھیں ہیں نہیں بھی تو کیا " " " " " "

سے وہی رہے۔ بندش چست ہو گئی۔ شعر صاف اور زوردار ہو گیا

شوخی رفتار میں معنوی زیادتی بھی ہے اور چلتی ہوئی تلوار سے مناسبت کی بھی تکمیل ہوگئی۔

آغاز۔ دم کے دم میں خرمن دل کی صفائی ہوگئی کیا یہی ہونا تھا بس برقِ جمال یار سے

اصلاح۔ " " " کا صفایا ہوگیا کیا توقع تھی یہی " " "

صفائی سے صفایا بہتر با محاورہ و صاف ہے۔ صفائی دو معنی ہیں۔ اور صفایا خاتمہ کے لیے خاص ہے۔ بس حشو تھا حذف کرکے کیا توقع الخ بنا کر مصرع کو فصیح بنا دیا۔

آغاز۔ تیرے ہاتھوں بس قضا کے گھاٹ تروں ہیں کہیں میرا بیڑا پار ہو قاتل تری تلوار سے

اصلاح۔ " " آب " " " " " " "

لفظ آب انتظار و توقع کے معنی دیتا ہے جس کا محل و موقع ہے۔ بس بیکار تھا۔

آغاز۔ آپ یہ کہہ کسی پر کیا ہے ہاتھ صاف خون کی بو آرہی ہے بستر تلوار سے

اصلاح۔ " " " " " " دیکھیے " "

شاعر نے دریافت پوچھا کہ غالباً ابھی آپ یہ کام کرکے آئے ہیں۔ اسلئے دیکھیے کا لفظ بالکل مناسب معنی بنایا گیا۔ اگر آغاز یوں کہتے ہے صاف کہدیجے کہ کس پر کب کیا ہی ہاتھ صاف تو معنوی زیادتی بڑھ جاتی دو حالتوں پر نظر کرنے کے اہمیت پیدا ہوتی۔ دو محاورے بندھ جاتے۔

مقطع۔ کیا کہیں کیونکر کہیں آغاز اُن سے حالِ دل منھ کو آتا ہے کلیجہ درد کی گفتار سے

اصلاح۔ " " " " " " " درد کے اظہار "

درد کی گفتار کا نہ تو موقع ہے نہ محاورہ۔ (درد کے اظہار) سے ترتیب معنوی پیدا ہوگئی۔ شعر کے منھ سے آہ نکلنے لگی۔ سیر کے رنگ میں ڈوب گیا۔

پھر ایک غزل کا مطلع

آغاز۔ ماتھے پہ تیرا ہے قشقہ نظر آتا ہے یا خونِ شہیداں کا نقشا نظر آتا ہے

اصلاح۔ " " " " " " " " قطرا " "

نقشا سے قطرا بہت مناسب ہے۔ خون کی چھینٹوں سے نقشہ نہیں بن جاتا بلکہ قطرہ اوڑ کر ماتھے تک پہونچ سکتا ہے۔ اس قطرے نے شعر کو گل لالہ کر دیا۔

صاف کہدینا۔ یعنی سچ سچ بتا دیا۔ ہاتھ صاف کرنا بمعنے مار ڈالنا۔ اور کسی کو صوری یا معنوی زک دینا۔ صحیح

مصرع — لحد میں تڑپا رہیں مل گئی — تو مردے پکارے قیامت ہوئی
اصلاح — ۔ ۔ ۔ ۔ محشر ہو گیا اک ۔ ۔ ۔
مصرعۂ ثانی میں مردے پکارنے کا محل نہ تھا۔ اس لیے استاد نے محشر ہو گیا اک قیامت ہوئی بنا دیا

مصرع — کیا مسکرا کر وہیں نے سا تو — دم صبح جب ان کی رخصت ہوئی
اصلاح — چمکنے لگے آہ خورشید داغ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
پہلا مصرعہ پھیکا تھا اس لیے استاد نے پہلا مصرعہ ترمیم فرما کے شعر میں گرمی پیدا کر دی۔

مصرع — لیا بوسہ آتش لب کا جمال نے — یہ بوسے کی ہم کو اجازت ہوئی
اصلاح — ۔ ۔ تو سخنوں کا ۔ ۔ ۔ ہم دل جلوں کو ۔ ۔
چونکہ دونوں مصرعوں میں بوسے کی تکرار تھی۔ اس لیے مصرعۂ اولیٰ و ثانی ترمیم کیا گیا دل جلوں کا لفظ بھی جمال کی رعایت سے پایا۔

مصرع — وہ کہنے لگے اب یہ دولیں گے ہم — دہن پر جو اس گل کے تہمت ہوئی
اصلاح — ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تہمت ۔ ۔
مصرعۂ ثانی میں بجائے "کے" کے "سے" بنا کر شعر میں فصاحت پیدا کر دی۔[1]

اصلاح حضرت جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر حافظ جلیل حسن جلیل مدظلہ

بر کلام کمترین حالی سید عنایت علی آغا حسن الحسینی برہان پوری

آغا مطلع — صاف ظاہر ہو رہا ہے عشق کی رفتار سے — روح رخصت ہو رہی ہے میرے جسم زار سے
اصلاح — ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپکے بیمار سے

چونکہ خطاب معشوق کی طرف تھا اس لیے "آپکے بیمار سے" مناسب ہے "میرے جسم زار" ایک عام حالت میں تھا جو ہوتی

مطلع آغا — ہوں گھائل ہزاروں آنکھ کی رفتار سے — کم نہیں ہر ایک بھی ملتی ہوئی تلوار سے
اصلاح — ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سوتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[1] یہ اصلاحیں بعد ترتیب کتاب موصول ہوئیں لہذا بے ترتیب درج کی گئیں۔ مؤلف۔

[2] یہاں سے آخر کلام آغا تک نام رسالہ کاکسار محمد عبدالرحیم لکھنوی مصنف کتاب ہذا نے معرایس کا کلیہ لکھا

سید محمد مہدی صاحب خبیر بلگرامی اُستاد اول جناب صفیر بلگرامی

صفیر۔ تم نہ آؤ گے اگر اے صاحب ٥ جان موجود ہے جانے کے لیے

اصلاح۔ ″ ″ ″ ″ عالم ″ ″ ″ ″ ″ ″

بجائے صاحب کے عالم بنا کے مصرعہ اولیٰ میں جان ڈال دی۔

صفیر۔ ہجر کے ظلم سے نالاں ہے صفیر ٥ یا علی آؤ بچانے کے لیے

اصلاح۔ اژدر زلف ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

بجائے ہجر کے ظلم کے اژدر زلف بنا کے مصرعہ ثانی کا ثبوت قوی کر دیا۔

صفیر۔ جو مصور کے رخ کی زیارت ہوئی ٥ تو یوسف کی پھر اور صورت ہوئی

اصلاح۔ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

اس اصلاح سے جو مصرعہ اولیٰ میں رکاکت تھی جاتی رہی۔

صفیر۔ وہاں غیروں کو زور آن سے ہوا ٥ یہاں ناتوانی کو طاقت ہوئی

اصلاح۔ حضور آپ پھر بل کی لینے لگے ٥ پھر آپ ″ ″ ″ ″

پہلا مصرعہ کچھ نہ تھا اس لیے دوسرا مصرعہ استاد نے کہکے مصرعہ ثانی کا ثبوت قوی کر دیا۔

صفیر۔ دبے جاتے ہیں نازکی کے سبب ٥ انھیں بار اپنی نزاکت ہوئی

اصلاح۔ اُٹھے بیٹھے لچکی کمر رہ گئے ٥ انکی ″ ″ ″ ″

پہلے مصرعہ کی ترمیم سے مصرعہ ثانی کا ثبوت قوی ہو گیا۔

صفیر۔ سلامت تھے جو پاس اپنے سدا ٥ انھیں بے وجہ ہم سے نفرت ہوئی

اصلاح۔ ہمیشہ سلامت تھے جو اپنے پاس ″ ″ ″ ″ ″

پہلے مصرعہ کی ترمیم سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی اور تعقید کا عیب بھی مٹ گیا۔

صفیر۔ زر داغ چمکے مرے سیم تن ٥ یہ دولت تمہاری بدولت ہوئی

اصلاح۔ زر داغ چمکے ہیں اے ″ ″ ″ ″ ″

مصرعہ اولیٰ کی ترمیم سے روانی اور سلاست پیدا ہو گئی۔

اصلاح :- سب غم کس طرح گذری شب غم اس طرح گذری۔

نہ تم آئے نہ چین آیا نہ موت آئی نہ خواب آیا

"نہ" حرف نفی بھی نوح کے مسرکات میں شامل ہے اور ایک ہی ٹکڑے کو مکرر ایک مصرع میں لانا
موصوف کا خاص رنگ ہوگیا ہے جسکی مثالیں انکے دیوان میں کثرت سے ملینگی۔

کلام خود :- مرصع سے کسی کو بھی شان ہوگی ایسی مند عقل کی کھلی کہ آنکھ جب سر پر ہمارے آفتاب آیا

اصلاح :- اسی کا نام عقل ہے یہی ہے نام عقل کا کھلیں آنکھیں ہوئی کہ سر پہ مرے جب " "

پہلے مصرع میں وہی اپنا خاص رنگ اختیار کیا دوسرے مصرع میں بھی ترمیم کی جس سے شعر میں اور
معانی پیدا ہوگئی۔

کلام خود :- نہ پوچھو اے ہمیں کہ حال میرے داغ فرقت کا

یہ سوزش ہے سوا میرے یہ گویا آفتاب آیا

اصلاح :- نہ پوچھو ہمیں کیسی ہے حدت داغ الفت میں

وہ عالم ہے سوا میرے یہ " " "

پہلے مصرع میں "حال میرے" کے بجائے "حدت" کا لفظ لایا کیونکہ "سوزش" کے معنے جلن کے ہیں
اس سے آفتاب کا سوا سرے پر آنا ثابت نہ تھا اور حدت کے معنے گرمی کے ہیں اسی ایک لفظ سے
شعر کا صحیح مفہوم ادا ہوا اور تعالیٰ ردیفین کی بھی پابندی رہی۔

کلام خود :- زمانے بھر نے بانٹیں نعمتیں سارے زمانے کی مرے حصے میں آیا تو دل پر اضطراب آیا

اصلاح :- خدائی بھر نے پائیں نعمتیں ساری خدائی کی " " " " "

زمانے بھر سے خدائی بھر میں وسعت بہت زیادہ ہے۔

کلام خود :- نہ سمجھو کھا تم آئے نوح رسم غمگساری کو طبیعت آئی آفت آئی دل آیا عذاب آیا

اصلاح :- کسی پر ہو کے عاشق نوح اس صورت کو رولے ہیں " " " " " " "

پہلے مصرع میں "غمگساری" کا لکھا غیر فصیح سمجھ کر پہلا مصرع ترمیم کیا گیا اس شعر میں لطف
زبان پیدا ہوگیا۔

(مرسلہ حضرت نفیس بنگلوری)

نظر ثانی

"مشاطۂ سخن" حصہ دوم میں ایک اور نئے باب کا اضافہ کیا جاتا ہے جو بالکل نیا اور اپنی نوعیت میں نرالا ہے۔ اساتذہ کا ایسا کلام جس پر خود انھوں نے نظر ثانی، ترمیم یا اصلاح کی ہو یا طبع دوم میں کچھ رد و بدل کر دیا ہو جس کے کارآمد و سبق آموز ہونے میں کسے کلام ہو سکتا ہے جس کے چند نمونے برادر مکرم حضرت نفیس بنگلوری نے روانہ فرمائے ہیں اور میں ان کو دلی شکریے کے ساتھ اس حصے میں درج کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

"تاج سخن" طبع اول مصنفہ نواب فصاحت جنگ حضرت جلیل مدظلہ

ع رنگت یہ رخ کی اور یہ عالم نقاب کا آنچل میں تم تو پھول لیے ہو گلاب کا

اصلاح ع " " " " " " دامن میں کوئی " "

طبع ثانی میں مصرعۂ ثانی میں جو ترمیم کی گئی اس سے مطلع کا رنگ کچھ اور نکھر آیا۔ آنچل سے دامن میں جو وسعت ہے ظاہر ہے اور پھول کے لیے دامن ہی زیادہ مناسب و موزوں ہے۔ "تم" کو "کوئی" میں زیادہ بلاغت و لطافت ہے۔

اب حضرت نوح ناروی کی غزل ملاحظہ کیجیے۔ یہ غزل حضرت نوح نے زیر مشاعرے کے لیے میری ہی فرمایش سے کہی اور رسالہ "مرصع" آگرہ میں شایع کرائی مگر "طوفان نوح" جو دوسرا دیوان موصوف کا شایع ہوا اس میں جو ترمیم کی گئی وہ ملاحظہ ہو۔

مرصع ع جو پھر کر میخانے کے اوپر آفتاب آیا شرابی یہ سمجھ کر خوش ہوئے جام شراب آیا

اصلاح ع جو گردش کر کے میکدے پر آفتاب آیا " " " " " "

جام اور آفتاب کی مناسبت سے گردش ہی کا لفظ مناسب تھا "اوپر" سے "پر" بھی زیادہ فصیح ہے

مرصع ع تصور میں بھی رخ سے گر اٹھا کر وہ نقاب آیا حیا کو شرم آئی بے حجابی کو حجاب آیا

اصلاح ع " " " جب " " " " " " " "

"گر" نوح ناروی اب نہیں لکھتے اس لیے بجائے "گر" کے "جب" بنایا

کلام خود میر صعب ع شب ہجران مری گذری ہے یارب کس مصیبت سے

نہ چین آیا نہ وہ آئے نہ موت آئی نہ خواب آیا

ے فرق کیا عاشق و معشوق میں بس اتنا ہے   کوئی دیوانہ سا ہے کوئی دیوانہ ہے

مصرعہ: ہوس کسی کی بھی رکھ نہ آکے کوئے یار میں   لگا کے شانہ کو عقل جا سکا نہ بیار میں

اصلاح: ۔۔ ۔۔ ۔۔ تو جنوں بیار میں ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

جلوہ گہ یار۔ یہ کرامت صاحب کا مانا ہوا ہے شاعری کی یہی تراش خراش نئی شاعری کی جان سمجھی جاتی ہے اس دور دعامت نے مذاق کو اس قدر بگاڑ دیا ہے کہ ایسی ہی بے معنے کیفیں سرمایۂ ناز اور شہرت کا باعث سمجھی جاتی ہیں اس کو ہے کہ گزشتہ ہوئے شاعر کمال ہی جانتے ہیں مگر اہل تمیز میں یہ رنگ شاعری اردو میں ہی ہے۔ پہلے مصرع کی ترمیم سے یہ شعر بامعنی ہو گیا ورنہ مہمل تھا۔ جلوہ گاہ، جلوہ گہ یار۔ یہ ترکیبیں مستعمل ہیں۔ جلوہ گہ یار کسی نے نہیں کہا

مصرعہ: ہے آرزوئے بیخودی در پئے ادائے حسن کیا   ہوس کا حب گدہ رہیں کسی کی حریم یار میں

اصلاح: ۔۔ ۔۔ شوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

پہلے مصرع میں "ادائے بیخودی" کے بجائے "شوق بیخودی" بنا کر یہ دل چسپ نوٹ تحریر فرمایا کہ کیا یہ مطلب ہے کہ حسن کی ادا کچھ نہیں جو کچھ ہے ادائے بیخودی ہے۔ اگر یہی تخیل ہے تو میں اس زور کلام کی داد دیتا ہوں کہ حسن کی دنیا کا طبقہ ہی الٹ دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر مصرعۂ ثانی کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ادائے حسن کوئی چیز نہیں تو حریم یار کہاں سے آگیا تھا یہ کہنا چاہتے تھے کہ حریم یار میں جو حسن کی ادائیں نظر آتی ہیں وہ دراصل میری بیخودی کے نقوش ہیں کیونکہ حریم یار میں ہوس کا گزر نہیں تھا ادائے حسن کا احساس ہوا اگر ادائے بیخودی کے بجائے شوق بیخودی کہتے تو مطلب پیدا ہو جاتا۔

مصرعہ: سب مٹ کے کر دیئے خورشید قیامت نے خراب   میری آنکھوں میں تھا اک روئے دل آرام بھی

اصلاح: ۔۔ ۔۔ ۔۔ ہنگامۂ محشر ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

ہنگامۂ محشر نے اگر تصور جاناں میں جو تصدیق کو پہنچ گیا تھا خلل ڈالا تو کچھ بعید نہیں کیونکہ شانہ تماشا ہوا۔ کہ آنکھیں مگر خورشید قیامت کا عمل آنکھوں پر ہوگا۔ لہذا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خورشید قیامت حسن معشوق پر غالب آگیا۔

(مرقع)

جائز رکھا ہے ۔ پہلے ہم اساتذۂ متاخرین میں داغ مرحوم کا شعر مثال میں لکھتے ہیں۔

داغ: وہ بیت کر خدائی کی باتیں خاک کی شان — جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

جلال: وہ تم کو وصل میں کیا رونمائی میں دیتا — کہ جس کے دل سے اک ارمان تک نکل نہ سکا

یہ تو اساتذۂ حال کے دو شعر لکھے گئے۔ اب اساتذۂ متقدمین کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ناسخ: صبح فراق میں ہوئی قدر شب وصال — آیا ہے یاد پیری میں عالم شباب کا

ذوق: عجب نہیں ہے کہ آرایش زمانہ سے — خدائی بیچ ہوں تاک و چنار و سید الخیر

رند: اجاڑا موسم گل ہی میں آشیان میرا — الٰہی ٹوٹ پڑے بجلی آسمان صیاد

اس نازک فرق کو ارباب نظر ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت اثر کا یہ فرمانا کہ اس زمانہ میں "یعنی" کی (ی) گرانا مستحسن نہیں سمجھا جاتا۔ بہت درست ہے۔ مگر ناجائز نہیں۔

اصغر: اصغر حریم عشق میں ہستی ہی جرم ہے — رکھنا کبھی نہ پانوں یہاں سر لیے ہوئے

اصلاح: " " " " " " " قدم نہ " "

تنافر لفظی سے مصرعۂ ثانی بالکل ناطبوع ہو گیا۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں "پانوں" سے قدم بہتر تھا۔

اصغر: اکثر رہا ہے حسن حقیقت کے سامنے — آک مستقل سراب تمنا کہیں جسے

اصلاح: " " چشم " " " " " " "

حسن حقیقت کو مستقل سراب تمنا کہنا کفر ہے اس لیے بجائے "حسن حقیقت" کے "چشم حقیقت" بنایا۔

اصغر: اسکو مطلوب ہیں کچھ قلب و جگر کے ٹکڑے — جیب و دامن نہ کوئی پھاڑ کے دیوانہ بنے

اصلاح: اس کا ایما ہے کہ ہوں قلب و جگر کے ٹکڑے " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے مصرعۂ ثانی کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا۔ واقعی مرزا صاحب کا یہ اعتراض حق بجانب ہے کہ "قلب و جگر کے ٹکڑے" تیرا یا غم اس قسم کی چیزوں کے کام آتے ہیں کہ معشوق کو مطلوب ہوتے ہیں۔ اس موقع پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا جو اسی ردیف و قافیہ میں ہے جس پر ہمارے محترم دوست حضرت ناطق لکھنوی نے یہ نوٹ اودھ پنچ میں لکھا تھا یہی وہ شعر ہے کہ مولانا آسی سکندر پوری نے دیوان غالب نے غالب مرحوم کے ایک شعر سے موازنہ فرمایا۔ ناطق کا یہ نوٹ میرے لیے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہے وہ یوں رقمطراز ہیں کہ "خوش نصیب ہے وہ کاغذ جس پر یہ شعر لکھا گیا" اب شعر ملاحظہ ہو۔

ہوا کہ باوجود دیکھنے میں کی ہر شے جاذبِ نظر و قابل توجہ تھی اور دعوتِ نظارہ دے رہی تھی مگر
حقیقت میں نگاہیں رنگ بہاریں دیکھنے میں ایسی محو ہوئیں کہ جز نیاب کی خبر نہیں
رہی۔ اس سے انکار نہیں کہ گلشن اور چمن متحد المعنے ہیں مگر جزو کو باوجود اس کی دلکشی کے نظرانداز
کرنا اور کل کو نگاہِ عبرت سے دیکھنا اس مطلب کو ادا کرنے کے لیے تکرار لفظیں ضروری ہے۔
نیز اس کے جزو کل میں اتحاد کے ساتھ ہی اختلاف کا مضمون پوری قوت سے ادا نہیں ہوتا
ان امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصلاح کی گئی۔

مصرعہ: ورائے پردۂ محمل کی کیا حقیقت تھی — غبارِ قیس کہیں خود ہی پردہ دار نہ ہو
اصلاح: 〃 〃 〃 〃 〃 〃 نگاہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں بجائے غبار کے "نگاہ" بنا کر یہ نوٹ تحریر فرمایا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے
"غبارِ قیس" سے یہ مراد لی ہے کہ جو غبار قیس کے تگ و دو سے بلند ہوا حالانکہ غبارِ قیس کا صحیح مفہوم
یہ ہے کہ قیس خاک ہو گیا اس کا غبار۔ پہلی صورت میں شعر کا مذاق پست ہو جاتا ہے دوسری
صورت میں شعر مہمل ہے۔ اگر سوجھ بوجھ ہوتی تو بجائے "غبار" لفظ نگاہ لاتے۔

مصرعہ: جہاں وادیٔ ایمن کے معلوم ہیں سب قصے — موسیٰ نے غلط ایسا اک ذوقِ نظر دیکھا
اصلاح: 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ہی 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں لفظ "اک" مشکوک تھا اس لیے بجائے اُس کے 'ہی' بنا دیا۔

مصرعہ: ہر ادائے حسن آئینے میں آتی ہے نظر — یعنی خود کو دیکھتے ہیں مجھکو حیراں دیکھ کر
اصلاح: 〃 〃 〃 〃 〃 〃 اسی صورت 〃 〃 〃 〃

"مقصود کو" اس بے سلیقگی سے نظم کرنا کہ عمر نظم کی بیس سال سے اس کا رلے کو موقع و محل سے صرف
کرنا شخص کا کام نہیں اور وہ یعنی ی کی رعایت گرانا اس زمانے میں تحسین نہیں سمجھا جاتا" یہ نوٹ لکھ کر
حضرت صاحب نے مصرعۂ ثانی کو ترمیم فرمایا ہے۔ (نوٹ مؤلف) مصرعۂ ثانی پر دو اعتراض حضرت صاحب
کے ہیں۔ پہلا اعتراض بہت بجا ہے مگر دوسرے اعتراض پر مجھے اس قدر عرض کرنا ہے کہ شعرائے
متقدمین و متاخرین کا یہ اصول رہا ہے کہ فارسی کی (ی) اگر کسی ترکیب کے ساتھ وابستہ ہو تو
اس کا گرانا بار نہیں رہتے جیسے حسن ساقی، عمر و شادی وغیرہ لیکن مفرد لفظ کی (ی) گرانا

اصغر - کچھ اُنکی شوخیوں سے مجھے وہم ہو چلا دیکھوں تو قلب پھاڑ کے شکل اضطراب کی
اصلاح - " " " " " دل کے چاک سے " "
دوسرے مصرع کی ترمیم سے شعر میں کس قدر لطافت پیدا ہو گئی واقعی عجیب و غریب مصرع لکھ دیا
جس کی جس قدر داد دیجائے کم ہے۔

اصغر - نہ اب وہ عرض مطالب میں شوخی عنوان نہ اب وہ شوق کی نیرنگی ادا باقی
اصلاح - " " " " " " " " رنگینی " "
صرف ایک لفظ کی ترمیم سے شعر میں رنگ پیدا ہو گیا واقعی شوخی و رنگینی میں تناسب ہے
نہ کہ شوخی و نیرنگی میں۔ بقول مصلح - رنگینی سے تنوع طرز ادا کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے۔

اصغر - میخانے کی اک روح مجھے کھینچ کے دیدی کیا کر دیا ساقی نگہ ہوش ربا سے
اصلاح - " " " " " " ساقی نے جو دیکھا نگہ " "
بلاشبہ "کیا کر دیا" کا یہ محل نہیں تھا۔ یوں کرنا چاہیے تھا کہ ساقی نے اس طرح نگہ ہوش ربا سے مجھے
دیکھا کہ گویا میخانے کی روح مجھے کھینچ کے دیدی لہذا مصرعہ ثانی کی ترمیم سے شعر کے معنی صاف ہو گئے

اصغر - اُدھر وہ خندۂ گلہا ئے رنگیں صحن گلشن میں اِدھر اک آگ لگ جانا وہ بلبل کے نشیمن میں
اصلاح - " " " " " " " " پھول آپڑنا " "
اول تو دونوں مصرعے دولخت ہیں۔ دوسرے "لگ جانا" یہ ٹکڑا کسی قدر ذم کا پہلو لیے ہوئے
تھا۔ اس اصلاح سے دونوں عیب رفع ہو گئے۔ "پھول آپڑنا" اس جواہر نگار ٹکڑے کی کیا تعریف ہو
زبان اور محاورہ ہے کہ دونوں لطف اس سے پیدا ہو گئے۔

اصغر - بلبل و گل میں جو گذری ہمکو اس سے کیا غرض ہم تو گلشن میں فقط رنگ چمن دیکھا کیے
اصلاح - " " " " اُسکی اُنکو کیا خبر جو چمن میں بھی " "
مرزا صاحب کا نور محمد بحرف یہ ہے جس سے کسی اہل نظر کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ وہ یوں
رقم طراز ہیں کہ اس خود غرضی کا کچھ ٹھکانا ہے کہ بلبل و گل میں جو گذری اس سے غرض نہیں
حالانکہ عاشق کی حیثیت سے ماجرائے گل و افسانۂ بلبل سے دلچسپی ہونا چاہیے۔ علم بیان کے
ماہر سمجھتے ہیں کہ دوسرے مصرع میں لفظ چمن کو مکرر لانا چاہیے تھا۔ اس سے یہ بدیع مضمون پیدا

شعر ۔ یار مرے مر مرے کہیں کا بھی نہ رکھا مجھکو ۔ دیکھتا ہوں تو نشیمن بھی گلستاں میں نہیں

اصلاح ۔ " " کیا اور مجھے خانہ بدوش " " " " " "

"نشیمن بھی گلستاں میں نہیں" دوسرے مصرع میں ہے اس لیے پہلے مصرع میں "خانہ بدوش" بنا کر پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے دست و گریباں کر دیا۔

شعر ۔ میرے پہلو میں رہو میری نگاہوں میں رہو ۔ میں اسی بات کی کہتا ہوں تمنا دل میں

اصلاح ۔ " " " " پھرو " " " " " "

مصرعۂ اولیٰ میں "رہو" کی تکرار بدنما تھی اس لیے "نگاہوں میں پھرو" بنا دیا اصلاح اسی کو کہتے ہیں کہ صرف ایک لفظ کی ترمیم سے شعر میں فصاحت و لطافت پیدا ہو جائے (در رسالہ صبح نو ملدری)

خان صاحب نواب مرزا جعفر علی اثر لکھنوی

حضرت اثر لکھنوی نے "روح نشاط کے دوسرے رخ" کی سرخی سے چند اصلاحیں جناب اصغر گونڈوی کے کلام پر دی تھیں جو مئی ۱۹۲۶ء کے رسالہ "شرع" میں شائع ہوئی ہیں جس کی تردید خود خاکسار مؤلف نے "اصلاح عام" دہلی میں لکھی تھی۔ جو ماہ جون و جولائی ۱۹۲۶ء کے رسالے میں چھپ چکی ہے مگر میں نے تردید کرتے ہوئے بھی چند اصلاحیں جو واقعی لاجواب تھیں وہ بھی تسلیم کر لیا تھا گو مرزا صاحب نے اس کا جواب "مرقع" میں بہت دل تنگ دیا اور بعض فقرے تو ایسے تحریر فرمائے جو خلاف تہذیب اور اُن کی شان کے شایان نہ تھے۔ جس کا جواب سوائے خاموشی کے اور مجھ سے کچھ نہ بن پڑا۔

نفسانیت جو خاصۂ بشری ہے ان چند اصلاحوں کے لکھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی مگر انصاف نے دامن پکڑا اور لکھنے پر مجبور کیا۔ لہذا جو اصلاحیں میرے خیال ناقص میں اردو ادب کے لیے کارآمد و مفید ہیں اُن کو انتخاب کر کے مقابلہ کے رنگ میں ذیل میں لکھے دیتا ہوں

اصغر ۔ زلف تھی جو بکھر گئی رخ تھا کہ جو نکھر گیا ۔ ہائے وہ شام اب کہاں ہائے وہ اب سحر کہاں

اصلاح ۔ " " " " رنگ تھا جو " " " " " " "

واقعی مرزا صاحب نے صحیح تحریر فرمایا کہ رنگ نکھرتا ہے نہ کہ رخ ۔ مصرعۂ اولیٰ میں "جو" کی بھرتی ہے اس ترمیم سے دونوں سقم دفع ہو گئے۔

غنی — رہی ہے اُنکی الفت میں یہ صورت کوچہ گردی کی / اِدھر جانا اُدھر ہو کر اُدھر جانا اِدھر ہو کر

اصلاح — رہی ہے جوشِ وحشت میں " " " " " " " " "

"رہی ہے اُن کی الفت میں" یہ ٹکڑا قلم زد کر کے "رہی ہے جوشِ وحشت میں" بنایا جس سے مفہوم مصرعۂ ثانی کا ادا ہو گیا۔

غنی — سیکڑوں ظلم و ستم ڈھاتے ہو مجھ پر صبح و شام / اور پھر کہتے ہو تجھ کو چاہتے ہیں دل سے ہم

اصلاح — " " " " " میری جان پر / " " " " " "

ظاہر ہے کہ "مجھ پر صبح و شام" سے "میری جان پر" کس قدر لطیف ہے۔ اصلاح سے شعر میں جان پڑ گئی۔

غنی — ہمیشہ بے سبب کیوں تم آ کے پامال کرتے ہو / تمھیں اتنی کدورت کس لیے ہے میرے مدفن سے

اصلاح — ہمیشہ آتے جاتے " " " " " " " " "

پامال کرنے کے لیے "آتے جاتے" کی ضرورت تھی جو قابل استاد نے بنا دیا۔

غنی — الجھ کر رہ گیا دل جب سے اُنکی زلف پیچاں میں / ہزاروں ستم کے آزار و غم سہتا ہے زنداں میں

اصلاح — " " " " " " " " ہوں " "

شاگرد کا اشارہ "دل" کی طرف تھا۔ استاد نے عاشق کی طرف ضمیر "ہوں" راجع کر دی۔

غنی — جوشِ وحشت کی ترقی سے نہ معلوم ہوا / ایک دن ہوگا مجھے داخل زنداں ہونا

اصلاح — " " " پتا چلتا ہے " " " "

مصرعۂ ثانی میں "داخل زنداں ہونا" ہے پھر مصرعۂ اولیٰ میں "نہ معلوم ہوا" کیوں ہو بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ "پتا چلتا ہے"۔ مصرعۂ ثانی اسی ٹکڑے کا محتاج تھا۔

غنی — آج تک جس نے نہ دیکھی ہو پریشان نظری / دیکھ لے وہ تری زلفوں کا پریشاں ہونا

اصلاح — " " " " " پریشانیِ دل / " " " " " "

زلفوں سے تعلق دل کو ہے نظر سے کیا علاقہ۔ کتنی نادر اصلاح دی۔ سبحان اللہ

غنی — درِ وحشت جو اُٹھیں بھی تو کریں کیا آخر / تار دامن میں نہیں تار گریباں [illegible]

اصلاح — " " " " " / ایک بھی تار یہاں [illegible]

مصرعۂ ثانی میں تار کی تکرار مخل فصاحت تھی اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا۔

شعر — کیوں نہ دیا لاش پہ کس نے جلائی آکے شمع　　ہم کو اس کی کیا خبر ہم مر گئے تو کیا ہوا

اصلاح — " " " " " " " " " جب " "

مصرعۂ ثانی میں "ہم" کانوں کو ناگوار تھا اس لیے بجائے ہم کے "جب" بنایا جس کی ضرورت تھی

شعر — صیاد سے یہ کہتی ہے اُکتا کے عندلیب　　کر دے قفس میں بند ہوائے بہار کو

اصلاح — " " " " گھبرا " " " " " "

"اُکتا کے" اس موقع پر بے محل تھا اس لیے گھبرا کے بنایا۔

مرزا عثمان علی عشقی الہ آبادی۔

دل میں اگر مکیں ہو تو آنکھوں سے کیوں نہاں ہو　　اللہ رے بدگمانی اس درجہ بدگماں ہو

اصلاح — " " " " " " " " تم آتے " "

"اس درجہ" سے "تم آتے" میں زیادہ فصاحت و لطف زبان ہے۔

عشقی — مثل کلیم طور پہ ہرگز نہ جائیں گے　　دیکھیں گے حسن یار کا جلوہ یہیں سے ہم

اصلاح — " " " جانے سے فائدہ " " " " " "

"ہرگز نہ جائیں گے" کو قلم زد کر کے "جانے سے فائدہ" بنا دیا جس سے شعر میں کتنے نازک معنے پیدا ہو گئے مطلب یہ کہ روداد کلیم تو ظاہر ہے پھر طور پر جانے سے کیا فائدہ۔

عشقی — عالم یہ ہے اگر دل بے اختیار کا　　ہو چکیں گے آسماں پہ تڑپ کر زمیں سے ہم

اصلاح — عالم یہی رہا جو دل بے قرار کا " " " " "

"بے اختیار" اور "بے قرار" میں زمین آسمان کا فرق ہے یہ بے اختیار کا محل نہ تھا بلکہ بے قراری کا تھا اور لفظ "رہا" بھی خوب بنایا جس سے شعر کے معنے صاف ہو گئے۔

عشقی — فصل گل آئے تو دو فصل بہار آئے تو دو　　خود کو دکھلا جائیں گی گھڑیاں مری تقدیر کی

اصلاح — " " " " خزاں جائے تو دو " " " " "

فصل گل اور فصل بہار متحد المعنی ہیں اس تکرار سے کیا فائدہ آنے کے لیے جانے کا تقابل چاہیے تھا اس لیے بجائے "فصل بہار آئے تو دو" کے "فصل خزاں جائے تو دو" خوب بنایا۔ معنوی ترقی اصلاح سے ہو گئی۔

بسمل سے اللہ اللہ دور کو دل سے ہوا گم غبار خاک میں جب مل گئے خاک مری تصویر کے
اصلاح سے ہو تم ہو۔ نہ دو تو ″ ″ بغیر ″ ″ ″ ″
ایک اد نہ ترمیم سے شعر میں سلاست پیدا ہو گئی۔ اللہ اللہ کا یہ محل نہ تھا۔
بسمل سے تیر نگاہ یار خدا کی تجھے قسم دل میں لہو رہے نہ جگر میں لہو رہے
اصلاح سے ″ ″ ″ ادا ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
تیر نگاہ یار کو خدا کی قسم سے کیا سروکار۔ ادا کی قسم سے شعر میں بانکپن پیدا کر دیا۔
بسمل سے جب بگولا دشت میں اٹھ کر کہیں اونچا ہوا قیس یہ سمجھا کہ بس لیلی اسی محمل میں ہے
اصلاح سے ″ ″ ″ ذرا ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
"کہیں" یہ ضرور ت تھا بجائے اس کے ذرا بنا کر شعر کو لطیف و پاکیزہ بنا دیا۔
بسمل سے وہ شمع نہ تھی وہ بزم نہ تھی وہ رونق اہل بزم نہ تھی اک یاد دلانے کی خاطر اب بار یہ پروانہ تھا
اصلاح سے ″ ″ ″ صبح کو اہل بزم نہ تھے بس ″ ″ ″ ″
شمع و بزم کے لیے صبح کی بھی ضرورت تھی۔ اس کمی کو استاد نے پورا کر دیا۔ مصرعۂ ثانی میں بجائے "اک" "بس" بنا دیا جس کی ضرورت تھی۔
بسمل سے سمجھ لیا کہ یہ ہے دل تنگ حسرت کہیں کسی کا جو ٹوٹا مزار دیکھ لیا
اصلاح سے ″ ″ ″ ″ ″ الم ″ ″ ″ ″ ″ ″
دل تنگ۔ حسرت کچھ نہ تھا۔ دل تنگ الم سے شعر میں معنی پیدا ہو گئے۔ عمدہ اصلاح ہے۔
بسمل سے جو کہہ حالات دل وہ عاشق دلگیر ہے جو ملا دے سے نہ بولے وہ تری تصویر ہے
اصلاح سے ″ ″ غم ″ ″ ″ ″ ″ ″
حالات دل کے بجائے حالات غم بنا کر شعر میں جان ڈال دی۔ عاشق دل گرفتہ کے لیے حالات غم ہی موزون و مناسب ہے۔
بسمل سے سمجھ کا پھیر ہے اس کو وہ کہنے لگی دنیا گرہ جب کھل گئی ترکیب اجزائے پریشاں کی
اصلاح سے ″ ″ تھا ″ ″ ″ ″ ″ ″
اس شعر میں ہے کی جگہ تھا ہی کی ضرورت تھی۔

* تتمۂ اصلاحات مائدۂ سخن حضرت نوح ناروی

بابو سکھدیو پرشاد بسمل الٰہ آبادی سے

جلوۂ طور جمال ادنیٰ ہے یہ بھی   آؤ اے اہل حرم کر لو بیاں کی سیر بھی

اصلاح سے جلوۂ طور " " " " " " " "

بجائے "جلوۂ طور" کے "طور جمال" کر کے مطلع کو اور روشن کر دیا۔ سبحان اللہ

بسمل سے عزیز و اقربا کیا کیا رہے ہیں دیکھو مرے ر   کہا ہے ہاتھ سے کرتے ہیں یہ مدفن میں ہم کو

اصلاح سے " " ۔ جو بعد مر جانے کے کیا سوجھی " " " " "

پہلے مصرع کی ایک ادنیٰ ترمیم سے باہم دونوں مصرعوں میں ربط پیدا ہو گیا

بسمل سے ہجر میں یہ کون آہ سرد بھر کر رہ گیا   دل جگر جاتے ہوئے جو دیکھ کر رہ گیا

اصلاح سے " " " " تھام کر اپنا کلیجہ " " "

مصرع ثانی میں دل جگر دونوں کا جانا اچھا نہ تھا۔ اور لفظ "جو" بھی بلا ضرورت تھا اس لیے

مصرع ترمیم کیا گیا جس سے مطلع میں لطف زبان پیدا ہو گیا۔

بسمل سے مجھے مشہور کرتی ہے   مجھے بدنام کرتی ہے   جفا کس کی جفا میری دعا کس کی دعا میری

اصلاح سے مجھے ناکام رکھتی ہے " " " " " " " "

"مجھے مشہور کرتی ہے" کے بجائے "مجھے ناکام رکھتی ہے" خوب بنایا اس شعر ساتھ و لطیف ہو گیا۔

بسمل سے ادھر میں ڈوبتے جاتا ہوں دریائے محبت میں   ادھر دنیا بلاتی ہے مجھے گھبرا کے ساحل سے

اصلاح سے " " " آیا " " " " " " "

بجائے "جاتا ہوں" کے "آیا ہوں" بنایا جس سے ربط کا جو نقص شعر میں تھا دور ہو گیا

بسمل سے جس بے رحم کے دل سے لیتی تھیں بلائیں بار بار   جان سے جب گزر گیا سرمد پاکار عشق

اصلاح سے جلوۂ سرمدی تھے " " " " " " " "

اس اصلاح سے تو مصرعۂ ثانی کا قوی ہو گیا۔ سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعۂ قتل سے حرم

تھا۔ مشہور و معروف ہے "جلوۂ سرمدی" خوب بنایا۔

* نوٹ۔ یہ اصلاحیں بعد کو وصول ہوئیں۔ لہٰذا اضافۂ طبع سوم یہاں درج کر دی گئیں۔ مؤلف

عاجز ؎ مانا یہ کہ تم بانیٔ بیداد و جفا ہو — دردِ دلِ عاشق کی مگر تم بھی دوا ہو

اصلاح ؎ یہ مان لیا ہم نے کہ بانیٔ جفا ہو — " " " "

اس اصلاح سے مطلع میں صفائی پیدا ہوگئی۔ بندش میں چستی آگئی۔

عاجز ؎ کس طرح سے وہ داغ کریں دل سے جدا ہم — جو جان سے بڑھکر ہو تمھارا جو دیا ہو

اصلاح ؎ اس داغ کو کس دل سے " " " " — " کسی کا " "

پہلے مصرع میں "سے" زاید تھا اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا۔ دوسرے میں بجائے "تمھارا" کے "کسی کا" بھی خوب بنایا۔

عاجز ؎ میں داورِ محشر سے کروں اُن کی شکایت — منت سے وہ روکیں تو بڑا اس میں مزا ہو

اصلاح ؎ " " " " — وہ منتوں سے مجھکو جو روکیں تو مزا ہو

مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے انداز بیان میں صفائی پیدا ہوگئی۔

عاجز ؎ عیسیٰ سے علاج دل بیمار عبث ہے — اس درد کی اے جان تمھیں ایک دوا ہو

اصلاح ؎ حیران ہیں عیسیٰ بھی مرے دل کی تڑپ سے — " " " "

پہلا مصرع مہمل سا تھا چونکہ دوسرے مصرع میں درد کا ذکر ہے اس لیے پہلے مصرع میں تڑپ کا اضافہ بنایا جس سے مفہوم مصرعۂ ثانی کا ادا ہوگیا۔

عاجز ؎ فرقت میں جو عیادت کی نہیں خیر نہ آؤ — مانا کہ مسیحا سہی کیا میرے سے بھلا ہو

اصلاح ؎ کچھ غم نہیں آئے جو نہیں تم دمِ رحلت — تم رشک مسیحا ہو تو کیا " "

اس اصلاح سے شعر میں کسی قدر جان آگئی ورنہ کچھ نہ تھا۔

عاجز ؎ اللہ رے زورِ غم۔۔۔ ہمارا یہ حال تھا — دم توڑنا بھی ہجر میں امرِ محال تھا

اصلاح ؎ " " " " — خم ہو کے جسم زار بشکل ہلال تھا

دوسرا مصرع خوب بنایا گیا اگر عاجز کا مصرع بھی قابل غور ہے۔ میرے خیال میں بہت نازک ہے

عاجز ؎ اُڑ کر جو پہونچا آج لبِ بام یار پر — کیا کیا ہے رشک غیر کو میرے غبار پر

اصلاح ؎ پہونچا جو اُڑ کے گوشۂ دامانِ یار پر — " " " "

"لبِ بام یار" کے بجائے "گوشۂ دامانِ یار" بنا کر مطلع کو لطیف و دل آویز کر دیا۔ ✢

✢ نوٹ - یہ اصلاحیں برادرم اثیم سیرآبادی سلمہ نے عنایت فرمائیں صدہا اصلاحوں سے چند اصلاحیں پڑھ سکا کیونکہ پنسل کی لکھی ہوئی تھیں۔ اس لیے نہ بھی پڑھ سکیں۔ صفدر

یوں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض بعض اصلاحیں مجھے پسند آئیں جن میں شعر
صدرہ بالا بھی ہے۔ یہ اکسیری اصلاح ہے صرف دو لفظوں کے رد و بدل سے شعر کہاں سے کہاں
پہنچ گیا۔ یہ خط ان کا "مرقع ادب" حصہ دوم میں شایع ہوا ہے جس کا ہر فقرہ موتی کی لڑی
ہے۔ طبیعت میں مرحوم کی خاکسے سوجی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ میرے دوستانہ تعلقات
سنہ ۱۹۱۸ء سے تھے سنہ ۱۹۲۱ء سے شاعری کا شوق ہوا اور مجھ سے مشورہ سخن فرمانے لگے۔ اور جو
یاہتے تھے خط پُرتکلف لکھتے تھے۔ مگر اتنی بے تکلف اور دلچسپ لکھتے تھے کہ پڑھنے والے
پڑھکر دل تھام لیتے تھے مرقع ادب حصہ دوم میں چند خطوط اُن کے شایع ہوئے ہیں جن کا تعلق
دیکھیے۔ ۲۰ مارچ ۱۹۲۹ء ماہ شوری میں انتقال فرمایا اللہ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور
پس ماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ افسوس دنیا رہنے کی جگہ نہیں ؎

یاں کوچ کی آتی ہے صدا چار طرف سے ، ہاتھوں سے ہو ماتم احباب کہاں تک

عمگین دین صدر مرزاپوری۔

شاہ سید شاہد علی صاحب فانی سریوٹی سجادہ نشین درگاہ رشیدیہ جونپور

پیارے میاں ورما ماہر گورکھپوری ؎

گو ہو نہ ہو خیال تو ہے وصل یار کا   دیکھا کہیں نہ ہوئے شب انتظار کا

اصلاح: ہو یا ہو " " " "   مر مر کے کاٹ ہوں میں دن " "

دونوں مصرعے بے ربط تھے دونوں مصرعوں کی ترمیم سے مطلع اچھا خاصہ ہو گیا۔

ماہر: اُڑ کر کے آج بیٹھا ہوا لب بام یار تک   یہ اوج دیکھیے گا ہمارے غبار کا

اصلاح: بیٹھا ہے اُٹھ کے آج " " "   اللہ یہ عروج " " "

پہلے مصرع میں "اُڑ کر کے" غیر فصیح تھا لہذا "اُٹھ کے" بنایا دوسرے مصرع میں "دیکھیے گا" بلا ضرورت
تھا اس لیے اُسے بھی ترمیم کرکے شعر کو صاف کر دیا۔

ماہر: اک بات کہیں ہم سے اگر تم نہ خفا ہو   ملتا ہے اگر ہم سے نہ تم غیر کو چاہو

اصلاح: " " " " " "   " تو دشمن کو نہ چاہو

دوسرے مصرع میں "نہ تم" اچھا نہ تھا لفظ "تو" کی ضرورت تھی اسلیے "تو دشمن کو نہ چاہو" بنا دیا

شان پردہ داری کا ٹکڑا بھی خوب بنایا گیا۔

طرب: جلوہ افگن غم ہے اُن کا خون تک دل میں نہیں — شرم آتی ہے ہمیں کیا خاطر مہمان کریں

اصلاح: جلوہ فرما ہے غم جانان لہو " " " " " " "

"جلوہ افگن" کے بجائے "جلوہ فرما" بنایا۔ "غم ہے اُن کا" یہ بھی ٹکڑا اچھا نہ تھا۔ اس لیے "غم جانان" بنا کر شعر کو اور بھی رنگین کر دیا۔ +

واقف بہاری: کیسے معصوم بن رہے ہیں آپ — جان گویا کسی کی لی ہی نہیں۔

اصلاح: کیسے انجان بن رہے ہیں آپ " " " " "

معصوم و انجان میں جو فرق ہے وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں۔ معصوم کا یہ محل نہ تھا جان کے لیے انجان ہی کا لفظ مناسب و موزون تھا۔ انجان کے لفظ سے شعر میں جان پڑ گئی۔ اس موقع پر یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت واقف بہاری مرحوم کا دیوان جو چھپا آصفیہ بنارسی نے کلکتہ سے بطور تحفہ کے مجھے بھیجا اور اس پر ریویو لکھنے کی بھی فرمایش کی تھی تو جہاں اور اشعار کی میں نے قصیدہ خوانی کی تھی وہاں اس شعر پر بھی اظہار خیال کیا تھا۔ میرے اکثر احباب نکتہ سنج کو یہ ترمیم میری بے حد پسند آئی اور انھیں کے پڑھے ہوئے اصرار سے میں اپنی یہ ناچیز اصلاح ناظرین مشاطۂ سخن کے سامنے بھی پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

سید حافظ حسین حافظ الہ آبادی برادر نسبتی لسان العصر خان بہادر حضرت اکبر الہ آبادی۔

مطلع: ... آج نقابِ رخ جو اُٹھنی روئے انور سے — ابھی پہلے پہل نامِ خدا نکلے ہیں وہ گھر سے

اصلاح: قیامت تھی نقاب اُٹھتی جو اُن کے " " " " " "

اس ترمیم سے مطلع میں کس قدر ترقی ہو گئی۔ قیامت کی لفظ قیامت ہی ہے۔ اصل مطلع میں نقاب، رخ اور پھر روئے انور کانوں کو ناگوار سا تھا اس اصلاح سے یہ مطلع آفتاب ہو گیا۔

حافظ: چمن میں پھول لاکھوں ہیں مگر تشبیہ کیا ان سے — ترے رخسار کو جانان ہے نسبت کیا گل تر سے

اصلاح: " " " " " " کیا دیتا — گل رخسار جانان کو ہے " " "

اس اصلاح کا ذکر خود بہار نے بچپن کے ساتھ کھیلے ہوئے دوست حافظ مرحوم نے ایک خط میں

+ نوٹ: یہ اصلاحیں ابو تراب طرب صاحب صدیقی نے دیں۔

مصرعۂ اولے سے پتا نہ چلتا تھا کہ کہاں گل کھلے اور کس کے کوچے کی زمین رشک چمن بن گئی
اصلاح سے یہ سب نقائص دور ہوگئے۔ شعر صحیح اور رنگین ہوگیا۔

طرحؔ دامن حشر سے منہ اپنا چھپایا اس نے — مہر محشر نے تو داغ دل سوزاں دیکھا
اصلاح — دامن ابر سے شرما کے چھپایا منہ کو — مہر حسن قمر " " " "

دامن حشر سے منہ چھپانے کی ایک ہی رہی۔ اسی لیے دوسرے مصرع میں مہر محشر لائے ہیں
شعر قطعاً بے معنے و مہمل تھا مگر اصلاح سے وہ مفہوم ادا ہوگیا جو قائل کے دل میں تھا۔ ایسے
شعروں پر اصلاح دینا واقعی بہت مشکل ہے۔

طرحؔ لے طرب کیا مرے جینے کی نہیں امید — چارہ سازوں کو بہت آج پریشاں دیکھا
اصلاح " " " " تھک گئیں اب ہوئی " " " "

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے مقطع میں صفائی اور بندش میں چستی پیدا ہوگئی۔

طرحؔ لگائی تیغ لیکن جان ابھی باقی ہے بسمل میں — الٰہی اور دے دے زور کچھ بازوئے قاتل میں
اصلاح " " " تم " " " " " " "

اول تو لفظ "جان" اس محل پر ملا اعلان نون میں صحیح ہے۔ دوم "تم" کا لفظ ایسا رکھ دیا گیا ہے
کہ مطلع میں جان آگئی ورنہ یہ مطلع بے روح تھا۔

طرحؔ چلا کرتی ہے کس کس طرح سے مقتل میں یہ ظالم — بھری ہیں شوخیاں کیا کیا عروس تیغ قاتل میں
اصلاح " " سو سو طرح سے مقتل میں کھنچ کھنچ کر "

تیغ کے لیے کھنچ کھنچ کر چلنے کی ضرورت ہے ایک ادنے ترمیم سے شعر میں بانکپن پیدا ہوگیا

طرحؔ چلے آتے ہو کیسے ہائے بکھرائے ہوئے گیسو — سوا اندھیر کرتے ہو ہمارے کعبۂ دل میں
اصلاح " " " بے جھجک کھولے ہوئے گیسو " " " "

مصرعۂ اولیٰ میں "ہائے" کا لفظ برائے بیت تھا۔ اس لیے "بے جھجک" کا لفظ بنا دیا گیا۔

طرحؔ جہاں دیکھا طرب اس کو وہ شرما جاتے ہیں لیا — خود آجاتے ہیں آنکھوں سے سما کر وہ مرے دل میں
اصلاح " " " " ترستاں رہ وہ داری " "

دونوں مصرعوں میں لفظ "وہ" کی تکرار شعر کو غارت کر رہی تھی پہلے مصرع کی اصلاح جب کی گئی اور

طرح ستم یہ ہے دم زینت بٹھا کر سامنے اپنے — بنا دیتے ہیں وہ پتلا مجھے تصویر حیرت کا

اصلاح دم آرائش گیسو 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ستم یہ ہے اس ٹکڑے کی ضرورت نہ تھی۔ اصلاح سے شعر صاف مثل آئینہ ہوگیا۔

طرح اگر وہ مہربان ہوتا تو کیون مرتا جوانی مین — نتیجہ یہ ہوا آخر طرح ظالم کی الفت کا

اصلاح نہ مانی ایک کی بھی جان ہی دیدی 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلا مصرع دوسرے مصرع سے منطبق نہ تھا۔ اصلاح سے مصرعۂ ثانی کا مفہوم ادا ہوگیا۔

طرح دام کاکل سے چھپا جلوۂ جانان دیکھا — دل نے کیا کیا نہ عذاب شب ہجران دیکھا

اصلاح نیند آنکھون سے اُڑی موت کا سامان دیکھا 〃 〃 〃 〃 〃

اول دام کاکل سے شب ہجران کی تشبیہ کچھ اچھی نہین۔ دوسرے مصرعۂ ثانی مین کہتے ہین۔
"کیا کیا نہ عذاب شب ہجران دیکھا۔ اور پہلے مصرع مین صرف ایک جلوۂ جانان کا ذکر ہے۔ اور وہ
بھی نہ دیکھنے کا شکوہ ہے۔ اب جو مصرع لگا دیا گیا اس سے مصرعۂ ثانی کا ثبوت قوی اور مطلع
بھی لاجواب ہوگیا۔ فن شاعری مین مصرع ہی لگانا مشکل ہے جس شاعر کو مصرع لگانا آگیا اُستاد ہوگیا۔

طرح دست صیاد مین گلچین کا گریبان دیکھا — آج ہم نے یہ نیا رنگ گلستان دیکھا

اصلاح 〃 〃 〃 〃 باغبان تونے بھی یہ 〃 〃 〃 〃

اصلاح سے شعر مین بہت ترقی ہوگئی۔ پہلے تو شاعر صرف اپنی آنکھون سے دیکھکر اظہار تعجب
کر رہا تھا اب اصلاح مین باغبان کو بھی مخاطب کر کے یہ کہہ رہا ہے کہ تونے بھی یہ رنگ گلستان
دیکھا تو بھی دیکھ کہ باغ کا تو مہتمم ہے۔

طرح کون آیا یہ ہے کس کے گل عارض کی بہار — آج کچھ اور ہی انداز گلستان دیکھا

اصلاح تم جو آئے تو ہر اک پھول کو خندان دیکھا 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع سے دوسرے مصرع کو کچھ واسطہ نہ تھا اس اصلاح سے شعر مطلع ہوگیا اور دونون مصرعے
باہم دست و گریبان ہوگئے۔

طرح گل کھلے بن گئی کوچے کی زمین رشک چمن — تو نے قاتل اثر خون شہیدان دیکھا

اصلاح بن گئی رشک چمن کیا ترے کوچے کی زمین 〃 〃 〃 〃

'بھی' سے 'تک' میں زیادہ زور ہے۔

طرح: ناحق جو تجھ سے ظالم باہر نکالی مجھ میں — اٹکے آ کے جیاں کا مرے قاتل کے پیکاں میں

اصلاح: " " دل " " " " " " " " " "

بجائے 'مجھ سے' کے 'دل سے' بنایا۔ دیکھیے صرف ایک لفظ کی ترمیم نے شعر میں روح تازہ پھونک دی۔ پیکاں دل سے ملتا ہے۔ کہ مجھ سے۔

طرح: ہمدم طرح کیا مانگ دل کو ہیں جو حاصل — کٹتی ہو عمر جس کی رات دن رنج حیاں میں

اصلاح: طرب ریز لمحہ کس طرح دیں گے اب اس کو " " " " " " "

مصرعۂ ثانی اسی مصرع کا محتاج تھا۔ اس اصلاح سے دوسرے مصرع کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا

طرح: آئے دیکھنے مجھ کو یہ حیلہ تمہارا کب کا — نزع حسرت سے دم نکلا ہے بیمار محبت کا

اصلاح: نہ آئے تم عیادت کو ارا ہو کس " " " " " "

پہلے مصرع میں مجھ کو اور پھر دوسرے مصرع میں بیمار محبت یہ کسی طرح جائز نہ تھا۔ پہلے مصرع میں جو تصرف کیا گیا اس سے مطلع نہایت شاندار ہو گیا۔

طرح: مری آنکھوں کی سرخی دل کے خوں ہونے سے شاید ہے — مرا ہر اشک اک عنواں ہے سوز محبت کا

اصلاح: " " " خوں شدہ دل کی تمنا ہے " " " " درد " "

پہلے مصرع میں اول تو خوں کا اعلان نون غیر فصیح تھا اس لیے ایک ادنیٰ تصرف سے یہ سقم دور ہو گیا اور مصرعۂ اولیٰ میں برجستگی و صفائی پیدا ہو گئی دوسرے مصرع میں سوز محبت کے بجائے درد محبت کا لفظ رکھ دیا گیا جو نہایت برمحل ہے۔

طرح: رواں آنکھوں سے آنسو زرد رنگت مضطرب دل ہے — یہ پوچھو ماجرا مجھ سے مری شام مصیبت کا

اصلاح: " " درد دل میں رنگ سے وہ ہے " " " "

گو پہلے مصرع میں کوئی سقم نہ تھا مگر دوسرے مصرع میں شام مصیبت کا ماجرا شاعر بیان کرتا ہے اور کہتا ہے مضطرب دل اور رنگت زرد ہے اصلاح میں انہیں ٹکڑوں کے بجائے درد دل میں رنگ سے وہ ہے بنا دیا گیا جس سے شعر میں فصاحت پیدا ہو گئی۔

محمد ابوتراب ظریف صدیقی لکھنوی - ۵

اُڑا رہے ہیں مزے ہم جو نہ زاہد کوئے جاناں میں ملے گا اب وہ مرکر بھی نہ تجھکو باغ رضواں میں

اصلاح ۔ مزے لوٹے ہیں اے زاہد ہم نے " " " " " "

"اُڑا رہے ہیں مزے" بازاری زبان تھی۔ اس لیے بجائے اس کے "مزے لوٹے ہیں" بنا کر
مطلع میں لطف زبان پیدا کردیا۔

ظریف کمی کرتا ہے تو کیوں اے فلک وحشت کے ساماں میں کہ تھوڑا فاصلہ باقی ہے ابھی دامن و گریباں میں

اصلاح ۔ " " " جنوں " " " زرا سا ہے " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "فلک" کے "جنوں" بنا دیا کیونکہ وحشت سے جنوں کو تعلق ہے نہ کہ
فلک سے۔ دوسرے مصرع میں "کہ تھوڑا" کو قلمزد کرکے "زرا سا" بنا دیا جس سے مطلع میں
روانی و سلاست پیدا ہوگئی۔

ظریف کلیجا تھام کر اٹھ جائے وہ گل بزم دشمن سے اثر اتنا تو ہو جائے ہماری آہ سوزاں میں

اصلاح ۔ " " " آئے کوئی " " " " یارب " "

پہلے مصرع میں "وہ گل" بے محل تھا اور پھر اٹھ جائے سے عاشق کو کوئی فائدہ نہ تھا معشوق
خدا جانے اٹھکر کہاں جائے۔ "اٹھ آئے" سے یہ معنی بھی پیدا ہو گئے کہ میرے گھر چلا آئے دوسرے
مصرع میں "اثر اتنا تو ہو جائے" اس ٹکڑے میں بھی یہی کمی تھی کہ "اثر اتنا تو ہو یارب" کہنا چاہئے
تھا۔ یہی بنا کر شعر کو مکمل کردیا۔

ظریف پیادہ پا نظر نیچی وہ بکھرے ہیں گیسو یہ کس انداز سے آتے ہیں تو وہ گور غریباں میں

اصلاح ۔ نظر نیچی پریشاں ۔ خرام آہستہ آہستہ یہ کون آتا ہے اس انداز سے " " "

دونوں مصرعوں میں "وہ" کی تکرار مخل فصاحت تھی۔ اس لیے دونوں مصرعوں میں مداخلت
کی گئی جس سے شعر میں چار چند ترقی ہوگئی۔

ظریف گزر ہو یار کے گھر کس طرح اے جذبۂ خوابیدہ کسی شب خواب بھی آتا نہیں چشم نگہباں میں

اصلاح ۔ گزر کیا بزم جاناں میں ہو کیا جاگ مری قسمت " " " نکہت " " "

شاگرد کے مفہوم کو استاد نے اپنے الفاظ میں اس حسن سے ادا کردیا کہ شعر عمدہ ہو گیا۔ مصرع ثانی میں

"تیرے کشتہ" سے "تپیداں ہوا" خوب ہے۔ دونوں مصرعوں میں یہ کی تکرار ساتھی اصلاح سے
جاتی رہی۔ معنوی ترقی ہوگئی۔

شعلہ۔ کھلی جاتی ہے کس غم میں رواں ہیں دمبدم آنسو   تینگوں نے۔ جانے کہہ دیا کیا شمع محفل سے
اصلاح۔ " " " " " "   پروانوں نے جل کر کہہ دیا کیا " "

مصرعۂ ثانی میں "پروانوں نے جل کر" سے شعر میں اور گرمی پیدا ہوگئی۔

شعلہ۔ یہی اک شعلہ ہے چاندنی راتوں کو ہم اکثر   ملاتے ہیں تری صورت کو ہر دن ماہ کامل سے
اصلاح۔ حسن۔ ہوگیا ہے " " ہیں " " " " " "

پہلے ہی مصرع میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہی اک شعلہ ہے ور پھر چاندنی راتوں میں ہم اکثر۔ شعلہ کے
معنی تو یہ ہیں کہ ہر وقت وہی شغل ہو پھر اکثر کی کیا ضرورت ہے۔ حسن یہ ہوگیا ہے خوب سایا
اس سے اکثر کا لفظ مربوط ہوگیا اور شعر کے معنے میں کس قدر ترقی ہوگئی مطلب یہ کہ کہاں ماہ کامل
حسن میں داغ ہے اور کہاں تیری صورت جو ہر اعتبار سے ماہ کامل سے زیادہ حسین ہے یہ ہم کو حسن
ہوگیا ہے کہ ہر دن تیری صورت کو اس سے ملاتے ہیں۔

وحید۔ ۵

چلے کو کل ہمیں ہیں آ پڑے گا پھر   تمہیں یہ کہہ کے بزم میں خاموش ہوگئیں
اصلاح۔ چلنے پھر آئیں گے کل اسی انجمن میں ہم   " " " صبح کو " "

دونوں مصرعوں کو اس حسن سے سایا کہ شعر روشن ہوگیا۔ شاگرد کے تخیل میں سوء
فرق سا آیا اور شعر کو نور کے سانچے میں ڈھال دیا مصرعۂ ثانی میں صبح کا لفظ ایسا پیارا رکھ دیا
کہ اس کی حسن قدر داد دیجائے کم ہے

وحید۔ وہ لطف اور ہائے وہ پی شرارتیں   مدت ہوئی وحید فراموش ہوگئیں
اصلاح۔ وہ کمسنی وہ انکی ادائیں وہ شوخیاں   " " " " "

معشوق کے لئے شرارتیں زیبا ہیں نہ کہ عاشق کے لیے۔ اس لیے مقطع میں ترمیم کی گئی اور اصلاح
سے مفہوم مصرعۂ ثانی کا ادا ہوگیا۔

موسم بہاری کس قدر کانوں کو برا معلوم ہوتا ہے۔ اور انتظاری بمعنی انتظار تو قطعًا غلط ہے اس لیے قافیہ ورد دیئے۔ دونوں ترمیم کردئیے گئے جس سے شعر کی صحت ہو گئی۔

شاہد ؎ کہ ریاض الحسن کی ہے شادی ہوئی ہے میری خانہ آبادی

اصلاح ؎ ″ ″ ″ ″ ہو مبارک یہ ″ ″ ″

مصرعۂ ثانی میں "ہوئی ہے میری" سے "ہو مبارک یہ" خوب ہے۔

مولوی وحید اللہ وحید مرزا پوری خلف مولوی رعایت اللہ صاحب وکیل فرنگی محلی لکھنوی۔

کیا کیا نہ صورتیں مری آنکھوں کے سامنے دیکھو تو مدفنوں میں وہ روپوش ہو گئیں

اصلاح ؎ ″ ″ ″ ″ ″ دامن میں اس زمین کے ″ ″ ″

دوسرا مصرع اچھا نہ تھا اس لیے ترمیم کیا گیا جس سے شعر میں لطافت آ گئی۔ حسن پیدا ہو گیا

حمید ؎ سن سکیں گے نہ کبھی آپ کہانی میری درد ہی درد بھرا ہے مرے افسانے میں

اصلاح ؎ تم تو کیا سُن کے تڑپ جائیں گے سننے والے ″ ″ ″ ″ ″ ″

اس اصلاح کے متعلق خود جناب حمید انے ایک خط میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے اس شعر کو جس کو میں سمجھتا تھا کہ یہ "صاد" ہے اور اصلاح کی گنجایش نہیں اُس کے پہلے مصرع کو آپ نے تبدیل کر کے ایک خاص لطف پیدا کر دیا۔ سبحان اللہ"

حمید ؎ آپ فرمائیں گے کیا مجھ کو جناب ناصح میں تو آنے کا نہیں آپ کے بہکانے میں

اصلاح ؎ چھوڑ کر کوئے بتاں قصد کروں کعبہ کا میں نہیں آنے کا ناصح ترے ″ ″ ″

مفہوم وہی رہا مگر پیرایہ ہی اصلاح سے کچھ اور ہو گئی۔

حمید ؎ نیم بسمل ہی مجھے چھوڑ دیا کیوں تو نے اے ستمگر ظالم تجھے کیا مل گیا تڑپانے میں

اصلاح ؎ ″ ″ ″ ″ ″ ″ اے قاتل ″ ″ ″ ″

بجائے ظالم کے مصرعۂ ثانی میں قاتل بنا دیا جس کی ضرورت بھی اور اب یہ لفظ نیم بسمل سے مربوط ہو گیا

حافظ احمد علی شعلہ لکھنوی۔

لہو ہے تیرے کشتے کا یہ اک دن رنگ لائیگا نہ چھوٹیگا یہ دھبہ حشر تک دامان قاتل سے

اصلاح ؎ شہیدان وفا کا ہے لہو یہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

عمل کے ماننے کرنے کا یہ محل تھا اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا۔ خود غور کیجیے کہ صیاد کب تاک
میں بیٹھا تھا کہ جب غریب بلبل شاخ گل پر بیٹھی چہچہے کر رہی تھی" یہ نوٹ اس اصلاح پر درج تھا

حمیدہ — ہاتھ کو تڑپنے دو آشیانہ کی برکت پر | ہاتھ اُٹھا تھا کہیں صیاد سے مقصود ہو
اصلاح — ہاتھ کو میری ترقیت پہ یقیں ہو کیونکر | ، ، ، ، ،

مصرعۂ اولی کی ترمیم سے مصرعۂ ثانی کا ثبوت قوی ہو گیا پہلا مصرع زمانۂ مستقبل کی خبر دیتا تھا اور
دوسرا مصرع زمانۂ حال کی۔ اصلاح سے دونوں زمانے حال ہو گئے۔

میر محمد قاسم حسین شاہد جونپوری —

ہے طرز سخن اور بوالہوسوں کا ہے بیاں اور | اقتضائے مرا کس بات پہ ہوتا ہے گماں اور
اصلاح — طرز نگاہ اور ، ، ، | شاکر تری ہر ، ، ، ،

طرز سخن والا بوالہوسوں کا ایسے تھے۔ اس لیے پہلے مصرع میں "طرز نگاہ" بنادیا اور مصرعۂ ثانی کیا
بجائے "مرا کس بات" کے "شاکر تری ہر بات" بنا کر مطلع کو لطیف و نازک کر دیا۔

شاعر — آ دل کی کشاکش سے کھنچا جاتا ہے سینہ | پھر دل کا تقاضا ہے اُٹھی سیل فغاں اور
اصلاح — لے سوز جگر آب تو ، ، ، کہتی ، ، ، کو ہو ، ، ،

اوروں کی کشاکش سے سوز جگر زیادہ لطیف ہے دوسرے مصرع کی ترمیم سے زبان کا مزا بڑھ گیا۔

شاعر — بس رحم کرائے جوش گریہ میں تاب | بھڑکاتا ہے مگر اور تو اُٹھتا ہے دھواں اور
اصلاح — ، ، ، ، | بھڑکاتے دل زار ، ، ،

جوش گریہ سے نار کا بھڑکنا کیسا۔ جوش گریہ سے بھاپ اٹھتا ہے اور دھواں اسی وقت
زیادہ اُٹھتا ہے جب آگ بجھائی جاتی ہے۔ نازک اصلاح ہے۔

شاعر — وہ لطف شباب ہے دو روز اور یا عشرت | شاعر کی زباں اور ہے غالب کی زباں اور
اصلاح — ، ، ، حسن ، ، ، ، ،

بجائے "دو روز کے" "حسن" کا لفظ بنایا لطف کا مقابل حسن ہو گیا۔

شاعر — ساقیا موسم بہاری ہے | صرف اب تیری انتظاری ہے
اصلاح — ، بہار ہے اب | صرف تیرا ہی انتظار ہے اب

کیونکہ عموماً صبح کو آنکھیں کھل جایا کرتی ہیں۔ اصلاح اسی کا نام ہے۔

حمید۔ خالق سے ہر گھڑی یہ دعا رہتی ہے حمید   حسن قبول دے مرے حسن کلام کو

اصلاح۔ اللہ سے دعا ہے یہ ہر وقت اے حمید   〃 〃 〃 〃 〃

مصرع کی ترمیم سے مطلع میں روانی و سلاست پیدا ہو گئی

حمید۔ بھول کر بھی کبھی اللہ مجھے یاد نہ ہو   ان حسینوں میں اگر حسن خدا داد نہ ہو

اصلاح۔ ان حسینوں میں اگر حسن خداداد نہ ہو   ہے۔ کے بندوں کو تو مر کر بھی خدا یاد نہ ہو

پہلا مصرع غیر فصیح تھا۔ پہلے مصرع کے بجائے دوسرا مصرع لکھ دیا اور پھر اُسی مصرع کو ترمیم کر کر دوسرا مصرع کر دیا۔ تقدیم و تاخیر مصرعتین سے مطلع میں ایک حسن پیدا کر دیا

حمید۔ لیچلا کھینچ کر تو اے دل ناشاد مگر   کوچۂ یار میں مٹی مری برباد نہ ہو

اصلاح۔ لیے جاتا ہے کہاں اے دل بیتاب مجھے   〃 〃 〃 〃 〃

دل ناشاد میں وہ کشش کہاں جو دل بیتاب میں ہے یہی کوچۂ یار کی طرف لیجاتا ہے۔

حمید۔ کیا بتاؤں میں گذرتی ہے جو جی پر میرے   شام غربت میں کبھی صبح وطن یاد نہ ہو

اصلاح۔ کچھ نہ پوچھو کہ گذر جاتی ہے کیا کیا دل پر   〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع کی ترمیم سے لطف زبان پیدا ہو گیا۔

حمید۔ آپ تو لوٹ چکے تاب و توان صبر و شکیب   اُس پہ یہ ظلم ہے کہتے ہو کہ فریاد نہ ہو

اصلاح۔ دل لیا لوٹ چکے   〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "آپ" دوسرے مصرع میں کہتے ہو پہ شتر گربہ تھا۔ اس لیے بجائے آپ "تو" کر دل لیا بنا دیا گیا جس سے یہ عیب رفع ہو گیا۔ مگر دوسرے میں فریاد نہ کر کا پہلو غالب ہے۔

حمید۔ مہربان آپ یہ کیا جیرہیں مٹھی میں لیے   میں بھی دیکھوں کہیں میرا دل ناشاد نہ ہو

اصلاح۔ کچھ دو چٹکی میں دبائے ہیں دامن کے لیے   خیر باشد   〃 〃 〃

اس اصلاح سے شعر میں جو حسن پیدا ہو گیا اُس کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں۔

حمید۔ نالہ کرتی ہے بہت باغ میں کیوں اے بلبل   ڈر یہ ہے تاک میں بیٹھا کہیں صیاد نہ ہو

اصلاح۔ چہچہے باغ میں او بلبل خوش لہجہ نہ کر   〃 〃 〃 〃

حمید — دل میں ہے تیرے یہ حمید دیکھ لے اک نظر کوں　　بیٹھے ہیں سر جھکائے ہم آج تو رہِ یار میں

اصلاح — وہ آرزو حمید 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "تیرے" کے بجائے "آرزو" کا مکمل لفظ رکھ دیا گیا جس کی ضرورت تھی بات مفصل ہو گئی اور شعر کا عیب بھی رفع ہو گیا۔

حمید — میخواروں میں ہے الدھام کو　　ساقی کا نام لیکے اٹھائیں گے جام کو

اصلاح — یوں منہ لگائیں گے 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی سے مصرعۂ اولیٰ کو ربط نہ تھا اصلاح سے دونوں مصرعوں میں تعلق پیدا ہو گیا اور مطلع کی شان ہی اور ہو گئی۔

حمید — ہم مست ہیں شراب تک پیے ہوئے　　تر لب کے کیا کریں گے مئے لالہ فام کو

اصلاح — تو 〃 〃 〃 وہ 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "ہم" کے "تو" اور دوسرے مصرع میں بھی بجائے "ہم" کے "وہ" بنا کر شعر کو لطیف اور دل آویز کر دیا۔

حمید — غم ہے الم ہے دہر میں انساں کے واسطے　　دنیا میں دور مسرت ہے نام کو

اصلاح — 〃 〃 دورہ رنج و راحت ہے 〃 〃 〃 〃

"دہر میں انساں کے واسطے" بجائے اس کے "دورہ رنج و راحت ہے" بنایا کیونکہ ایک عاشق کے لیے انہیں دونوں کا ہونا مقتضائے فطرت ہے

حمید — قاتل تو اپنے ہاتھ سے تلوار پھینک دے　　کافی ہے اک نگاہ تری قتل عام کو

اصلاح — ادب سے تلوار پھینک دے سر کو جھکا کے 〃 〃 〃 〃

اس اصلاح سے شعر میں جو لطافت پیدا ہو گئی وہ ارباب نظر کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ "سر ناز کے" ٹکڑے سے مصرعۂ ثانی کا مفہوم ادا ہو گیا۔

حمید — پیری کی صبح دیکھ کے روتے ہیں بیٹھ کر　　اب یاد کر رہے ہیں جوانی کی شام کو

اصلاح — 〃 〃 〃 آنکھیں سی کھل گئیں 〃 〃 〃 〃 〃 〃

"روتے ہیں بیٹھکر" یہ ٹکڑا کمزور تھا بجائے اس کے "آنکھیں سی کھل گئیں" کتنا مکمل محاورہ ہے

حمید سے خوگر ضبط ہو چلا اب وہ دل و جگر نہیں   دیکھ تو او جفا شعار آنکھ بھی میری تر نہیں

اصلاح سے " " " " " " " ستم نواز " " "

مصرعہ ثانی میں بجائے "جفا شعار" کے "ستم نواز" بنا کر مطلع میں ایک جدت پیدا کر دی۔ اس ترکیب کا کیا کہنا۔

حمید سے حشر تو اٹھ گیا مگر مہر تو جلوہ گر نہیں   میری شب فراق کی شام تو ہے سحر نہیں

اصلاح سے حشر بھی اٹھ چکا " " " " " " " "

"اٹھ گیا" مہمل و بے معنی تھا بجائے اس کے "اٹھ چکا" بنا کر مطلع کو با معنی کر دیا۔ اور "تو" کی تکرار بھی ناگوار تھی اس لیے یہ بھی بنا دیا گیا۔

حمید سے بزم میں یہ ستم ہے کیا دیکھتے ہو اسی طرف   غیر کی آنکھ آنکھ ہے میری نظر نظر نہیں

اصلاح سے " " بار بار تم " " " " " " " "

"یہ ستم ہے کیا" یہ ٹکڑا ابرا سا بیہودہ تھا۔ بجائے اس کے "بار بار تم" بنا کر شعر میں چستی اور صفائی پیدا کر دی۔

حمید سے دیکھیں تو اہل حشر کا ہوتا ہے کیا مآل اب   رخ سے نقاب اٹھ چکی اٹھتی مگر نظر نہیں

اصلاح سے " " " آج حشر کیا " " " " " "

"کیا مآل اب" کو قلم زد کر کے "آج حشر کیا" بنا کر شعر میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ اب شعر میں جو خوبی و لطافت پیدا ہو گئی محتاج بیان نہیں اہل نظر خود دیکھ لیں۔

حمید سے ایک عالم ہے عیاں گلشن روزگار میں   ہوش کسے خزاں کا ہے آتی ہوئی بہار میں

اصلاح سے جوش شباب کہہ رہی دل نہیں اختیار میں " " "

مصرعہ اولیٰ سے مصرعہ ثانی کو کچھ تعلق نہ تھا۔ اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا جس سے مطلع مکمل ہو گیا۔

حمید سے سینہ میں دل ہوا ہے خون اس کا یقین آ گیا   خون کی بھی جھلک ہے کچھ دیدۂ اشکبار میں

اصلاح سے " " " ہوا لہو " " " " " "

بجائے "دل ہوا ہے خون" "ہوا لہو" بنا کر شعر کو فصیح کر دیا لفظ خون بلا ترکیب بغیر اعلان نون کے غیر فصیح تھا۔ اور پھر دونوں مصرعوں میں لفظ خون کی تکرار بھدی تھی۔ اصلاح سے یہ نقائص دور ہو گئے

پہلے کمان - کھینچے کا کوئی سبب - تھا اصلاحی مصرع سے ربط سبب ہو گئی مصرعۂ ثانی
میں "آکے ہیں وہ روبرو" کے بجائے "سامنے آگئے ہیں" زیادہ مناسب ہے۔ اصلاح سے
شعر کر دی کمان کا کھینچا ہوا تیر ہو گیا۔

قمر - جو تیرے اٹھ کے بیاباں کی سمت گھر سے چلا   تو میرے والوں کا اجڑا ہوا دیار ملا
اصلاح - سحر کو " " " " "

"سویرے" کے بجائے پہلے مصرع میں "سحر کو" لا کر زبان صاف کر دیا۔

مولوی حمید الدین حمید اعظم گڑھی۔

الٰہی کیا کروں نکلے مرے دل کی خلش کیونکر   کسی کی یاد نشتر بن کے چبھتی ہے رگ جاں میں
اصلاح - خلش دل کی مرے دیتی ہے کانٹا ہر رگ جاں میں " " " " "

خود جناب حمید تحریر فرماتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں کہ "آپ نے اس شعر کو مطلع کر دیا اور شعر کو
زمین سے آسمان پر پہونچا دیا الفاظ وہی ہیں صرف طرز ادا نے بانکپن پیدا کر دیا۔"

حمید - کسی کو کیا خبر ظالم جو حالت ہے مرے دل کی   کوئی کیا جانے کیسی ہے جو لذت درد پنہاں میں
اصلاح - " " تڑپتی ہے مرے دل سے اسے پوچھو " " " ہوتی " "

حمید صاحب نے اسی خط میں اس اصلاح کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا ہے - "سبحان اللہ
کیا اصلاح دی ہے روح تازہ ہو گئی، شعر کس قدر بلند ہو گیا۔ آپ کی استادی میں کس کا ہر کرشمہ ہو گا"

حمید - سر محفل اشارہ تھا قیامت آنکھ کے کھونے کا   کسی دل نے سنبھالا تھا کوئی دامن میں لے کے ہی دل کو
اصلاح - تھا جس تیری محفل سے بیتابی کا عالم تھا " " " " "

پہلے مصرع میں دوسرے مصرع کا کافی ثبوت نہ تھا۔ اس اصلاح سے ثبوت مصرعۂ ثانی قوی ہو گیا
اور جو خاص لطف پیدا ہو گیا وہ ماہران فن کی نگاہوں سے مخفی نہیں۔

حمید - نقاب رخ شب مہتاب میں کس نے الٹ دی ہے   یہ شرمندہ کیا کس نے فلک پر ماہ کامل کو
اصلاح - " " " کس بھرے انگلی   نظر آنے لگے تارے فلک پر " "

"وہ کس نے الٹ دی ہے" کے بجائے "کس بھرے انگلی" مصرعۂ ثانی میں بجائے "یہ شرمندہ کیا ماہ
نظر آنے لگے تارے" سارا، اور اس ترمیم سے شعر میں چار چاند لگ گئے معنی درست ہو گئے۔

مطلع میں ایک خوبی اور روانی پیدا ہوگئی اور لطف یہ کہ مفہوم وہی رہا۔

قمر — گو سرخ ہوں دونوں پھر بھی ہے فرق اتنا   تیری حنا حنا ہے میرا لہو لہو ہے

اصلاح — " " ہیں " " " " قاتل " " " "

اول تو پہلے مصرع کی ترمیم سے زمانہ بدل گیا۔ تواب صاحب ہے کہ مصرعہ اولی میں زمانہ مستقبل تھا اور مصرعہ ثانی میں زمانہ حال تھا۔ اصلاح سے پہلے مصرع کا بھی زمانہ حال ہوگیا اور قاتل کا لفظ اس شعر میں قائل ہوگیا جس سے شعر میں جان پڑ گئی

قمر — مقتل میں کیا مزا ہے پیدا ہے تیغ قاتل   تیری کمر کمر ہے میرا گلو گلو ہے

اصلاح — " ہے دیکھتا ہوں " " " " " " " "

پہلے مصرع میں "کیا مزا ہے" یہ ٹکڑا بے محل تھا اس لیے بجائے اس کے "دیکھتا ہوں" بنا کر شعر کو نازک و لطیف کر دیا۔

قمر — اک نازنین سے مل کر کھوئے گئے کچھ ایسے   اب اے قمر ہمیں کو خود اپنی جستجو ہے

اصلاح — اک زہرہ وش " " " " " " " " "

زہرہ وش سے قمر کی مناسبت پیدا ہوگئی اور مقطع میں صنعت مراعاۃ النظیر کے علاوہ ایک خاص لطف پیدا ہوگیا جس کی شرح نہیں ہو سکتی۔

قمر — بزم دشمن کو چلے ہو پھر جلانے کے لیے   بجلیاں کیا مجھ پہ ہیں گرانے کے لیے

اصلاح — آئے بزم غیر میں آنکھیں دکھانے کے لیے " " " " ہیں " "

آنکھیں دکھانے سے بجلیاں بن گئیں اب مصرعہ ثانی سے مصرعہ اولی منطبق ہوگیا۔

قمر — ہائے رے ناکامی قسمت کہ وقت واپسیں   یار کا آیا ہے قاصد اب بلانے کے لیے

اصلاح — " " " " " قاصد جاناں بھی آیا ہے " " "

دوسرے مصرع کا انداز بیان اچھا نہ تھا اور تعقید کا بھی عیب تھا اصلاح سے مصرع میں صفائی پیدا ہوگئی اور تعقید کا عیب بھی رفع ہوگیا۔

قمر — کھینچ نہیں سکتی کمان تک اُن سے لیکن اے قمر   آئے ہیں وہ روبرو ناوک لگانے کے لیے

اصلاح — یہ نزاکت ہے کمان تک کھینچ نہیں سکتی قمر   سامنے آئے ہیں وہ " " "

درست یہ نہیں ہے مگر عموماً شعرائے دوراں شمع باندھتے ہیں۔

آغا شاعر: دکھایا کس عالم امکان میں کیا کیا دیکھا — ہم نے مٹی کے کھلونے کو بھی گویا دیکھا
اصلاح: ” ” ایجاد ” ” ” ” ” ” ” ”

عالم امکاں کے مقابلے سے عالم ایجاد کا نقش خیالی بہتر ہے خاص اس موقع پر کہ کھلونا بولنے لگا

آغا شاعر: خوف کیا آتش دوزخ سے کہ آوارۂ جنگ — تیر سر پہ ہے مرتے دامن پر کا ٹکڑا
اصلاح: ” ” ” ” ” نہیں ” ” سر پہ ہے اور جو ترا ” ” ”

پہلے مصرع میں "کہ آوارہ" اور دوسرے مصرع میں "میرے مرے" حشو قبیح تھا اس اصلاح سے سلاست وروانی شعر میں پیدا ہو گئی اور یہ عیب بھی رفع ہو گئے۔

آغا شاعر: اس رنگ سے ہو کر پرستی تو جو آئے — بار ڈالے ہیں رہے پھولوں کے ہار کا
اصلاح: ” ” ” ” ” توڑ کلیں — بار ہاتھ آئے کسی گل ” ” ”

مضمون تو نئی بہت اچھا تھا مگر افسوس کہ حول سے بندھ نہ سکا۔ اصلاح سے مناسبت الفاظ دلکشی فصاحت پیدا ہو گئی۔

صفدر علی صفدر مرزاپوری مؤلف کتاب ہذا

نواب غلام حسین صاحب قمر تعلقدار گنیش پور ضلع بستی۔

اے یار یہی کوئی انداز گفتگو ہے — ہم سے تو لاکھ پردے موسیٰ سے دو بدو ہے
اصلاح: اتنا ” ” ” ” ” ” ” ”

ایک لفظ کی ترمیم سے معنوی خوبیاں کس قدر ترقی کر گئیں چونکہ مصرعۂ اولیٰ میں خطاب تصادف رہتا ہے۔ مصدر لفظ اتنا سے مطلع کو ندرت کے سانچے میں ڈھال دیا

مرے ہر گل میں رنگ تیرا ہر گل میں تیری بو ہے — اس گلشن جہاں میں اے حسن تو ہی تو ہے
اصلاح: پھولوں میں ” ” غنچوں ” ” ” ” ” ” ” ”

مصرعۂ اولیٰ میں "ہر گل" کی تکرار روا نہ تھی اس لیے مصرعۂ اولیٰ میں ترمیم کی گئی جس سے

نوٹ: یہ اصلاحیں جناب مستر جالندھری نے خود لکھ کر بذریعہ خط کے میرے پاس بھیجی ہیں جو دلی شکریہ کے ساتھ سلسلۂ سخن کی زیب ورونق میں صرف کی جاتی ہیں۔

محمد عبدالحکیم خان نشتر جالندھری

جناب آغا شاعر دہلوی تلمیذ حضرت داغ مرحوم کے کلام پر چند اصلاحین جناب نشتر جالندھری نے دی ہین۔ نشتر صاحب حضرت شوق قدوائی مرحوم کے خوشہ چین ہین۔ ممکن ہے کہ حضرت شوق مرحوم نے بھی ان اصلاحون کو دیکھا ہو۔ مجھے تو ہی نہین بلکہ ایک حد تک یقین ہے کہ یہ اصلاحین جو مین ذیل مین درج کرتا ہون ضرور مرحوم کی نظر سے گذر چکی ہین کیونکہ بعض کیا اکثر اصلاحون مین شوق کا رنگ جھلک رہا ہے۔ آغا شاعر سے بھی ہمارے ناظرین غالبًا ناواقف نہونگے آپ ایک خوش فکر شاعر ہونے کے علاوہ جانشینی داغ مرحوم کے بھی مدعی ہین۔ مین ہرگز ان اصلاحون کو درج نہ کرتا مگر چونکہ یہ بھی ایک اچھی نکارت ہین جو فائدے سے خالی نہین اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کے لیے انھین بھی مشاطۂ سخن کے زرین اوراق مین جگہ دون۔ ملاحظہ ہون۔ مؤلف

آغا شاعر — تسلی رہتی تھی عاشق کو اسکے پاس رہنے سے　اسی باعث سے سایہ اُڑگیا جسم پیمبر کا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 رکھ لیا

مصرعۂ ثانی مین "سایہ اُڑگیا" بُرا تھا "سایہ رکھ لیا" کیا خوب بنایا

آغا شاعر — تم ماہ نیم ماہ اگر ہو تو کیا ہوا　مین بھی تو آفتاب لب بام ہوگیا

اصلاح — تم بڑھ کے حسن مین جو ہوے مہر نیمروز　مین گھٹ گئے 〃 〃 〃 〃

آغا شاعر کے شعر مین۔ ماہ نیم ماہ کا ثبوت نھا نہ آفتاب لب بام کا۔ گو ماہ نیم ماہ سے چودھوین کا چاند مراد لیا ہے مگر میری نظر سے اس معنی مین کسی کا شعر نہین گذرا۔ اصلاح سے بڑھنے اور گھٹنے کا ثبوت قوی ہوگیا اور شعر چمک گیا۔

آغا شاعر — جوانی بھی عجب شے ہے کہ جب تک ہے مزہ اس کا
مزا ہے سادے پانی مین شراب ارغوانی کا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 ہے اس کا

〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

نشا بروزن وفا اساتذہ کے کلام مین مین نے نہین دیکھا۔ لغت مین نوشتہ ہے بروزن لرزہ

بیماری کا پاؤں پھیلا وہ صرف مہمل ہے کہ جس کا مثل و نظیر نہیں۔ اس اصلاح نے گویا شعر میں ایک نئی روح پھونک دی۔

نواب دولارے صاحب ناوک لکھنوی ؎

ناوک ہے یہی دل کے بہلنے کا سہارا　　گھبراتے ہو ٹیسوں سے عبث قلب و جگر کی

اصلاح ؎ " " درد میں لینے کا " " " " " "

درد میں لینے کا سہارا "قلب و جگر کی ٹیسوں کے ساتھ عمدہ اصلاح ہے۔

ناوک ؎ میں اپنے ہاتھ سے رقت میں کیوں لیا گلا کاٹوں　　سنا ہے آج کل جو میرے قاتل کی جوانی ہے

اصلاح ؎ " " " " " " " نازک ہے رگ جاں " " "

مصرعۂ ثانی میں "نازک ہے رگ جاں" اس ٹکڑے نے کس قدر رعایتیں اور خوبیاں شعر میں پیدا کر دیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔

ناوک ؎ تکلیف تو جب ایک ہی سی قلب و جگر کی　　پھر لے تو بیمار جو کروٹ تو کدھر کی

اصلاح ؎ " " ہے کچھ " " " " بدلے " " " "

"تکلیف تو جب" کے بجائے "تکلیف ہے کچھ" لا کر دونوں مصرعوں میں ربط پیدا کر دیا۔ اور "پھرلے" کے "بدلے" بنا دیا۔ مطلع بالکل صاف ہو گیا۔

محمد علی عرف بچو صاحب خوشتر لکھنوی ؎

پوچھتا ہوں اس سے میں کھوئے ہوئے دل کا پتا　　اس طرح بیٹھا ہے وہ جیسے کہ سنتا ہی نہیں

اصلاح ؎ " " " " " " " مت سا " " یوں " "

"مت سا بیٹھا" یعنی خاموش محاورہ بھی ہے اور شعرا نے مت سے معشوق کو بھی مراد لیا ہے۔ اسی مناسبت سے "مت سا بیٹھا ہے یوں" اصلاح دیکھیے جس سے شعر میں رعایت لفظی کے علاوہ معنوی خوبیاں بھی بڑھ گئیں۔

محمد احمد معسوک لکھنوی ؎ اس کی باتوں رہیں آگئے پھر کیونکر مجھے + ہاتھ سے جب کوئی جی کر کھے۔ دم بھر آئیے

اصلاح ؎ " " " " کیا کسی سے حد شوق دید پوچھا جائے

معشوق کا پہلا مصرع ڈھیلا تھا اس لیے پورا مصرع بدل کر شعر کو اعلیٰ کر دیا

نوٹ۔ مرا اصلاح میں دو جواب تمام لیے ساگر دوں سے لیکر رحمت فرمائیں اس رحمت کا مولعسائی شکریہ ادا کرتا ہے

برق سے دیکھتا ہوں میرا بند آشیانے کی — اُڑ کے جگنو تو سمجھوں چاند اک نکلا نشیمن سے

اصلاح: مجھ مرغوب ہے ہر چیز اُس " " " " " " "

ایک لفظ مرغوب سے جگنو چاند بن گیا۔

سید ضامن حسین شاغل لکھنوی

یہ کہہ کر میں نے دونوں ہاتھ رکھ دیے اپنی آنکھوں پر — کہا مشکل ہے اس شب کی قیامت تک سحر ہونا

اصلاح: یہ کہہ کر میں نے آخر بند کر لیں شام غم آنکھیں " " " " "

عمدہ اصلاح ہے "بند کر لیں آنکھیں" اس ٹکڑے نے نیند اور موت دونوں کے معنے دیے اور "آخر" کا لفظ بھی خوب ہے۔

محمد رضا عرف نواب صاحب طپش

شاید اُس آئینہ رو کو دیکھ لوں میں خواب میں — آج رکھ کر سوؤں گا میں زیر بستر آئینہ

اصلاح: " " " " " " " بالیں " "

چونکہ دونوں مصرعوں میں "میں" کی تکرار خلاف فصاحت تھی اس لیے بالیں بستر بنا دیا۔

میر ہادی اصغر حسین زخمی لکھنوی

ہوا اثر اُس پہ جو زخمی عشق میں کامل ہو — یعنی پیوند زمیں کر چکے وہ قاتل ہو

اصلاح: عشق ابھی ناقص ہے زخمی مر کے تم کامل ہو " " " " "

زخمی کا پہلا مصرع کچھ نہ تھا ہیچ تھا۔ بشرطیکہ کامل کے لیے "عشق ابھی ناقص ہے" خوب بنایا اور پھر "مر کے" اس ٹکڑے کی بھی پیوند زمیں کے لیے ضرورت تھی۔

زخمی: صنعت بتوں کی دیکھ کے آئی خدا کی یاد — ثابت قدم رہا تو خدا نے بچا لیا

اصلاح: " " " " گرنے سے مجھ کو لغزش پا نے بچا لیا

اصل شعر کے دونوں مصرعوں میں "خدا" کی تکرار تھی اور پھر مصرعوں میں ربط بھی نہ تھا اس لیے یہ مصرع خوب بنایا اور شعر عمدہ ہو گیا۔

زخمی: اور بھی حد سے زیادہ ہو مری بیماری — کروٹیں آ کے بدلواؤ اگر تم مجھ کو

اصلاح: پانوں پھیرا اور بھی بڑھ جائے " " " " "

مصرعہ میرے داغ دل کو کب سے وہ یعنی صبح کے تارے میں جھانکا ہوا ہے
اصلاح سے کھینچ لے اس کو بھی داغ جذب دل
" " " " " "
مصرع کا مصرعۂ اولی مذاق شاعری کے برعکس تھا اسی وجہ سے مصرع بدلا گیا اس اصلاح سے عاشق کے دل کی کشش اور شوق کا ثبوت بھی ہو گیا۔

مصرعہ یقیں ہے تیر بیادیں کے تعلق چھوٹے دنیا بتا مجھکو عدم کا دیر ہی ہیں ہچکیاں میری
اصلاح سے مسافر کو جو کار حیر ہے رستا بتا دیا " " "
" ترقی کی اصلاح ہے۔

مصرعہ تصویریں گلوں کے جان پکر یہ ہوا حاصل کہ ہر دیوار گلشن پر لکھی ہے داستاں میری
اصلاح سے پڑی ہیں صبح کے ہنگام اڑ کر خوں کی چھینٹیں " " "
" شعر میں داستاں لکھے ہونے کا ثبوت کچھ نہ تھا۔ اس لیے پہلا مصرع بدلا گیا۔ اب خوں کی چھینٹوں سے حرف غیر بھی بن گئے

مصرعہ میری کشتی غرق ہوتے جب نظر آئی اسے دیر تک ہاتھوں سے دل تھامے رہا ساحل کھڑا
اصلاح سے ٹوٹ کر مجھ سے جا ملو نہ جانے کیا کہا " "
" مصرع کا پہلا مصرع مہمل سا تھا۔ کشتی آب۔ کشتی دل۔ کشتی عمر کسی کا پتا نہ چلتا تھا۔ اس لیے دوسرا مصرع لگا دیا گیا جس سے مصرعۂ ثانی کا مفہوم ادا ہو گیا۔

مصرعہ کس کی دید نے ایسا کیا ہے مضطرب سکو کہ لہریں آ رہی ہیں آج آئینہ کے پانی میں
اصلاح سے جانے پڑ رہا ہے عکس کس کی زلف پرخم کا " "
" زلف پرخم کے عکس سے لہروں کی پوری تشبیہ بھی ہو گئی اور شعر بھی سلجھ گیا۔

مصرعہ میں دل میں یاد کر لیتا ہوں سیر عالم بالا ہوا تھم تھم کے کچھ آتی ہے جب تک رو رہا ہے
اصلاح سے نفس کی آمد شد یاد کر کے میں تڑپتا ہوں " " "
" تھم تھم کے ہوا آنے کی رعایت سے مصرعۂ اولی میں نفس کی آمد شد کی اصلاح دی گئی جس کی وجہ سے شعر کہیں سے کہیں پہنچ گیا اور ڈ یہ نہ اور بھی چار چاند لگا دیے۔ (سیر عالم بالا) میں توالی اضافات بیجا تھی۔

سید مجاور حسین عرف مجن صاحب تمنا تلمیذ و جانشین حضرت جاوید لکھنوی

سید زوار حسین صابر لکھنوی

بے مروت کوئی ایسا ہم نے دیکھا ہی نہیں — موت آئی اور سرہانے آ کے وہ آیا ہی نہیں

اصلاح — ״ ״ ״ ״ ״ ״ ہچکیاں آئیں اجل آئی ״ ״ ״

دوسرا مصرع "اور سرہانے آ کے" سے لچر ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے "ہچکیاں آئیں اجل آئی" اصلاح دی گئی جس سے معنوی ترقی کے علاوہ نشست الفاظ بھی درست ہو گئی۔

صابر — تمھارے دل جلے کی قبر پر جو کل اُگ آیا تھا — وہ سبزہ آج پژمردہ ہے کاہی ہے نہ دھانی ہے

اصلاح — ״ ״ ״ ״ ״ ״ خاکستر ״ ״ ״ ״

پژمردہ ہونے سے رنگت تبدیل نہیں ہوتی۔ خاکستر ہونے سے کوئی رنگ نہیں باقی رہتا

صابر — ہے وحشت دل کی زائد اور کم ہے وسعت صحرا — ارادہ اس لیے کرتے نہیں وحشی بیابان کا

اصلاح — سوا ہے وحشت دل ״ ״ ״ — ارادہ کیا کریں وحشی ترے سیر ״ ״

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے نشست الفاظ درست ہو گئی۔ مصرعۂ ثانی کی تبدیلی سے شعر میں ایک خاص حسن پیدا ہو گیا۔

صابر — ترے وحشی کو پڑی آنکھ کے پردوں کی بھی کد — اک گریبان جو پھٹا سارے گریبان نکلے

اصلاح — سوئے افلاک بڑھا ہاتھ ترے وحشی کا ״ ״ ״ ״ ״

آنکھ کے سارے پردوں کو جو سارے گریبانوں سے مشابہت دی گئی تھی وہ ناقص تھی کیونکہ آنکھ ایک چھوٹی شے ہے اور گریبان اس سے بڑا ہوتا ہے اور تشبیہ ہمیشہ بڑی شے سے دی جاتی ہے اس لیے یہ اصلاح دی گئی جو مبالغۂ شاعری میں بے مثل ہے۔

صابر — یا الٰہی جس پہ میں دیتا ہوں جان — وہ چھری اب مجھ سے کتنی دور ہے

اصلاح — بند آنکھیں ہیں تو بتلا دے کوئی — وہ چھری گردن ״ ״ ״

مصرعۂ اولیٰ میں بند آنکھوں کا ذکر ضروری تھا کیونکہ مصرع ثانی جو استفہام ہے وہ بغیر اس کے ادا نہ ہوتا تھا۔ "گردن سے" یہ ٹکڑا بھی خوب بنایا کیونکہ چھری کا تعلق گردن ہی سے تھا۔

مولوی محمد الحسن محسن دہلوی سے

محکو۔ ملے داد وفا روز جزا بھی کہہ دو کہ مکر جائیں گے ہم بیتیں جدا بھی

اصلاح ۔ ہاں ہاں ملے داد وفا روز جزا بھی

مصرع اولیٰ میں "ہاں" کی تکرار سے ایک خاص لطف پیدا کر دیا۔ مصرع میں زور پیدا ہو گیا۔

محرم ۔ کیا ابھی کوئی حسرت یا یوس نکالے ملتا نہیں اس عمر کو تعشق کف پا بھی

اصلاح ۔ " " " " " " " شوخ کا

مصرعۂ ثانی میں "اس عمر کو" مہمل سا لگتا تھا۔ بجائے اسکے "اس شوخ کا" سا کر شعر کو صاف کر دیا

مولوی سید حسین حیرت بدایونی

محمد جمیل احمد جمیل بدایونی۔ کیا حوت مسیحا بھی ہے کوئی دیکھے کہتے ہیں وہ بیمار مرتا ہے تو مر بھی

اصلاح ۔ " " دم آخر ہمارے کہتے ہیں کہ " " "

پہلے مصرع کے آخر میں "دم آخر" کا ٹکڑا بڑھایا دوسرے مصرع سے تعقید کا عیب رفع کیا۔ مگر لفظ کیا حوت "کے بجائے اگر "ابھی یہ" یہ ٹکڑا بڑھا دیا جاتا تو شعر زباں کی حدوں میں آ جاتا۔ میرے خیال ناقص میں مصرع یوں ہوتا "ابھی یہ مسیحا بھی ہے دم آخر" تو خوب تھا

جمیل ۔ خوف کیا مو کثرت عصیاں سے مجکو اے جمیل ہیں مرے سرکار میرے بخشوانے کے لیے

اصلاح ۔ " " " " " " ہیں رسول پاک " " "

مصرعۂ ثانی میں "ہیں رسول پاک" کے ٹکڑے نے "مرے سرکار" کو واضح کر دیا

مولوی اختصاص حسین اختصاص کبھی دیکھ کر ستم ہو گا کبھی دیکھ کر جفا ہو گا۔ روز حشر میرا اور انکا فیصلا ہو گا

اصلاح ۔ وہیں " " " وہیں " " " خدا کے سامنے میرا " " "

اصلاح سے بندش میں چستی اور بیان میں معانی پیدا ہو گئی۔

مولوی عبد الواحد واحد بدایونی سے نگاہ یار میں کیسا اثر ہے مرے سینے میں دل ہے نے جگر ہے

اصلاح ۔ " " " " کیا " " بس میں دل۔ قابو میں جگر ہے

پہلے مصرع میں بجائے "کیسا" کے "کیا" بنایا اور دوسرا مصرع بھی ترمیم کر کے مطلع کی شان بڑھا دی

نوٹ ۔ یہ اصلاحیں جمیل احمد صاحب جمیل بدایونی نے ارسال فرمائیں مولف انکی عنایتوں کا شکر گزار ہے ۔

سبحان اللہ "پہلی نظر میں" بنا کے شعر کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ اب یہ مطلع بے نظیر ہو گیا

مولوی عبد الصمد صمدؔ بدایونی

آپ کیا واقف ہیں میری گردشِ تقدیر سے　　　آپ اس گردش کو پوچھیں آسمان پیر سے

اصلاح سے کوئی کیا واقف ہے " " " " " " چکر کو " " " "

چونکہ مصرعۂ اولیٰ میں "گردش" کا لفظ موجود ہے اس لئے مصرعۂ ثانی میں چکر کا لفظ لا کر مطلع کو درست کر دیا۔

صمد سے میرے دل کی دل لگی میرے جگر کی چھیڑ ہے　　　کچھ تمھاری تیغ سے اور کچھ تمھارے تیر سے

اصلاح سے " " " " " " چھیڑ چھاڑ " " " " ہم " " " " " "

مصرعۂ اولیٰ میں بجائے "چھیڑ ہے" کے چھیڑ چھاڑ بنایا اور مصرعۂ ثانی میں لفظ "اور" کو قلم زد کر کے "ہے" بنایا جس سے شعر اب نشتر بن گیا۔

صمد سے اللہ اللہ یہ نزاکت اور پھر یہ قتلِ عام　　　پہلے تم آنکھیں ملا دیکھو ذرا شمشیر سے

اصلاح سے اللہ اللہ " " " یہ عزمِ " " " پہلے آنکھیں تو " " " " "

پہلے مصرع کا اصل مفہوم یہ تھا کہ شوقِ قتلِ عام کر چکا "عزمِ قتلِ عام" سے مطلب صاف ہو گیا دوسرے مصرع میں تم حشو تھا اور تو کی ضرورت تھی۔ اب شعر عمدہ ہو گیا۔

صمد سے ترس کے رہ گئے ہم اُن سے گفتگو کے لیے　　　نہ کوئی لفظ ملا شرحِ آرزو کے لیے

اصلاح سے " " " " " " " " ملا نہ لفظ کوئی " " "

مصرعۂ ثانی میں ایک ہلکی سی تعقید تھی اس لیے انھیں لفظوں کا الٹ پھیر کر دیا گیا

صمد سے غیر کا نام جب لیا ہم نے　　　اُن کو دشمن بنا لیا ہم نے

اصلاح سے " " کیا " " " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "جب" کے "کیا" میں زیادہ لطافت ہے

صمد سے سن کے روزِ ازل نتیجۂ عشق　　　دل نے مدعا لیا ہم نے

اصلاح سے " " انجامِ عشق روزِ ازل " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے اسلوبِ بیان دلکش ہو گیا۔

مطلع۔ یہ دعوے کیوں بنا سی سادگی پر ناز کا کم   ذرا اک دن گھڑی بھر کے لیے تم بھی سنور جانا

اصلاح۔ مزا دعوے ہے ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

پہلے مصرع میں "مزا دعوے ہے" اس ٹکڑے نے شعر کو لطیف کر دیا جس زبان رہ گئی

مطلع۔ میرے گھر میں مرے گھر سے شام وعدہ شام ہم   عمر بھر آئی نہیں ہے عمر بھر نکلی نہیں

اصلاح۔ میرے گھر میں شام وعدہ میرے گھر سے ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

الفاظ وہی ہیں مگر لفظوں کی الٹ پھیر نے شعر میں کس قدر سادگی و صفائی پیدا کر دی۔

استادانہ اصلاح ہے۔

مولوی عبدالغفور، ۲۰ ۔ بھیودوی سے

کچھ رہیں داستاں کی اصل بھی یاد بھی   ہم نے دیکھی کہاں نہیں آہ و دل ناشاد بھی

اصلاح۔ کچھ رہیں کی اصل بھی کچھ صحیح کی ،، ،، ،، ،، نہیں آہ بھی ،، ،، ،،

اصلاح سے الجھا ہوا مطلع سلجھا دیا۔ دوسرے مصرع کی ترمیم سے ردیف مستحکم ہو گئی۔

مطلع۔ مدرسے راہ صلاح ترک میخانہ نہیں   سب کہیں مجنوں کہیں گے یا کہ دیوانہ نہیں

اصلاح۔ ،، ،، ،، ،، تم کو دیوانہ کہیں گے مست ،، ،، ،،

گو ایک لفظ کا ٹکڑا ایک ہی مصرع میں آتا ہے مگر کو بدلا کر دیا ہے گریباں دو دیوانوں کی کرنے
سے ایک دیوان کا لطف دیا۔ سبحان اللہ کیا نادر اصلاح دی۔

۱۱ سب ماؤ غیروں کو سناؤ کیوں سلانے آئے ہو   داستاں کو کس مجنوں کا افسانہ نہیں

اصلاح۔ جاؤ دشمن کو ،، ،، ،، کو وہ کس کی داستاں ،، ،، ،،

دونوں مصرعوں کی ترمیم سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی واقعی اصلاح اسی کا نام ہے۔

مطلع۔ سنتے کانوں بھی ہو کچھ لطف اور سنا   اپنی آنکھوں کا تصدق ایک پیمانہ نہیں

اصلاح۔ دیکھتے کانوں رہتا ہے ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

پیمانہ کی مناسبت سے پہلے مصرع میں "چھلکا و لطف" کا ٹکڑا خوب سمایا۔

مطلع۔ آغاز عشق ہوتے ہی انجام ہو گیا   پڑتے ہی ان کی آنکھ مرا کام ہو گیا

اصلاح۔ ،، ،، ،، ،، پہلی نظر میں اُن کی ،، ،، ،،

مداح ۔ تم نے نگاہ ڈالتے ہی دل اُڑا لیا　　اب اور ہوگا اس سے زیادہ کمال کیا
اصلاح ۔ 〃 〃 〃 〃 ہوگا ۔ اور 〃 〃 〃
مصرعۂ ثانی مین الفاظ کے الٹ پھیر سے شعر مین زور بڑھ گیا اور جو ایک ہلکی سی تعقید تھی وہ بھی رفع ہوگئی۔

مداح ۔ اب وعدۂ وصال پہ یہ قیل وقال کیا　　یہ تیرے اختیار مین ہے یہ محال کیا
اصلاح ۔ 〃 〃 〃 〃 جو 〃 〃 〃 وہ 〃 〃
اصل مصرع مین 'یہ' کی تکرار بے مزہ تھی۔ اور چونکہ پہلے مصرع مین الفاظ 〃 ہے۔ اس لیے دوسرے مصرع مین 'جو' کی ضرورت ہوئی۔

مداح ۔ دیکھنے والون کا ہنگامہ نکل کر دیکھیے　　آپ نے دیکھا نہین محشر تو محشر دیکھیے
اصلاح ۔ 〃 〃 〃 〃 آپ نے محشر نہ دیکھا ہو تو محشر دیکھیے
مصرعۂ ثانی کو عجز حسن کے ساتھ صاف کیا۔ اور مطلع مین لطف زبان پیدا ہوگیا۔

مداح ۔ چھیڑ تو دیکھو اگر ہوتا ہون مین سایل کبھی　　وہ یہ کہتے ہین کہ کوئی دوسرا گھر دیکھیے
اصلاح ۔ 〃 〃 〃 〃 ہنس کر فرماتے ہین 〃 〃 〃 〃
مصرعۂ ثانی مین "ہنس کر فرماتے ہین" اس ٹکڑے سے شوخی بڑھ گئی۔

مداح ۔ دل مجھے مجبور کرتا ہے کہ اسکو چھیڑیے　　دیکھیے پھر اس کی چتون اُس کے تیور دیکھیے
اصلاح ۔ 〃 〃 〃 〃 〃 اُس کی آنکھین 〃 〃
مصرعۂ ثانی مین استاد نے آنکھین دکھائین اب شعر قابل دید ہوگیا۔

مداح ۔ جو سمجھا انتہاے عشق ہے فرقت مین مرجانا　　نہ اُس نے عاشقی سمجھی نہ اُس نے عشق کو جانا
اصلاح ۔ کمالِ عشق سمجھا جو غم فرقت 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
پہلا مصرع کچھ نہ تھا۔ اصلاحی مصرع نے مطلع مین جان ڈال دی۔

مداح ۔ جو آئے ہو تو بیٹھو اک ذرا ٹھہرو ذرا دم لو　　یہ جلدی کس لیے ہے جب بھی ہے اپنے گھر جانا
اصلاح ۔ اب 〃 〃 〃 〃 یہ جلدی کیون ہے آخر آپ کو 〃 〃 〃
پہلے مصرع مین اب نے خوب بنایا دوسرے مصرع کو بھی صاف کر کر شعر کو آئینہ کر دیا۔

پہلے مصرع میں "عطا" کی ضرورت نہیں اور دوسرے مصرع میں "لاکے" غلط تھا کیونکہ ساتھ آکیا ووسرا ایک ہی ہے۔ اس لیے دونوں مصرعوں میں ترمیم کی گئی۔ دوسرے مصرع میں "ہی" کا لفظ قابل داد ہے۔ قفس کے سامنے ہی لاکے شاخ آشیاں رکھدی ؛ اے سبحان اللہ۔

مسافر:- کس کی رسوائی کا وحشت میں خیال آیا مجھے پھاڑ کر اپنا گریباں پھر مجھے سینا پڑا

اصلاح:- " " " رہیاں آیا دم جوش جنوں " " " "

اس اصلاح سے شعر میں سلاست درروانی پیدا ہوگئی۔

مسافر:- دیکھا کس پر دکھائیگی جھلک برق جمال طور ہے میں بھی ہوں مجھ میں وادی سینا پڑا

اصلاح:- کیا خبر کس پر گرے اب کوہ کر . " " " " " "

پہلے مصرع میں "کس پر دکھائیگی جھلک" یہ ٹکڑا غلط تھا۔ اس لیے ترمیم کی گئی۔ (رسالہ حکایت نفیس بنگلوری)

خواجہ علام نظام الدین نظام قادری بدایونی

محمد علام مصطفےٰ خاں مداح پھوندر ضلع اٹاوہ سے

کوئی جوش بھی ہوا ہر کاکمیاں جوش جنانوں سے یہاں تو راز ن مطلب ہے یا صرف نالوں سے

اصلاح:- " " " یہاں تو کام ہے فریاد سے مطلب ہے " "

مصرعۂ ثانی میں "یہاں تو کام ہے فریاد سے" یہ ٹکڑا اضافہ کے مطلع کو دلاویز کر دیا۔

مداح:- نہیں دریوچھا یہ ہے جگر کے روئے نالوں سے سائیں تو سہی کیوں لے تھے جوش جنانوں سے

اصلاح:- نہیں یہ پوچھا ہے دل جگر " " یہ کیا سمجھے تھے آخر " " "

پہلے مصرع میں "دل" کا لفظ بڑھایا اور دوسرے مصرع میں "یہ کیا سمجھے تھے آخر" سایا جس مطلع کی شان ہی کچھ اور ہوگئی۔

مداح:- اُدھر وعدہ قیامت کا لبوں پر رہ گیا آکر اُدھر اُٹھکر قیامت رہ گئی عاشق کے نالوں سے

اصلاح:- رہا جب تک آتے آتے رہ گیا وعدہ قیامت کا قیامت اٹھتے اٹھتے " " " "

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے "رہ گیا" کا توب قوی ہو گیا۔ دوسرا مصرع بھی پہلے مصرع کی سلاست سے سایا گیا۔ شعر میں سلاست درروانی آگئی "قیامت اٹھتے اٹھتے رہ گئی" کیا خوب لطف محاورہ ہے۔ سبحان اللہ۔

"تجھے دیر و حرم دیکھتے ہیں" یہ ٹکڑا محاورے اور زبان کے خلاف تھا۔ ظرف یعنی (میں) کو محذوف کر دینا جائز نہیں ہے۔ اس لیے "لوگ جا جا کے عبث دیر و حرم" بنایا جس سے مطلب میں صفائی پیدا ہو گئی۔

مشتاق ۔ طور پر حضرت موسیٰ نے خدا کو دیکھا   تم لب بام ہی آؤ تمھیں ہم دیکھتے ہیں
اصلاح ۔ " " "   بام پر اُس بت طناز کو " " "

"ہم دیکھتے ہیں" اس کا مفہوم اصلاح سے ادا ہو گیا۔

مشتاق ۔ تمنا تھی تری شاخ دل پر آرزو دیکھوں   جلا کر اس کو تو نے گرمیِ سوز نہاں رکھ دی
اصلاح ۔ کہ وہ آئین کلیجا اپنا ٹھنڈا ہو   مگر فرقت نے دل میں " " "

پہلا مصرع تو خیر کچھ تھا بھی مگر دوسرا مصرع تو بالکل مہمل و بے معنی تھا۔ اس اصلاح سے شعر با معنی ہو گیا۔ عمدہ اصلاح ہے۔

مشتاق ۔ ہوئے کچھ بے خبر ایسے خبر اسکی نہیں ہمکو   متاعِ ہوش مستی میں کدھر رکھدی کہاں رکھدی
اصلاح ۔ جوانی کا زمانہ ہے نہیں اسکی خبر ہم کو   " " " "

بے خبری کا مصرعۂ اولیٰ میں کوئی ثبوت نہ تھا اس لیے "جوانی کا زمانہ ہے" یہ ٹکڑا رکھدیا گیا بالعموم جوانی میں بے خبری کا عالم رہا کرتا ہے۔ نواب فصاحت جنگ حضرت جلیل نے کیا خوب فرمایا ہے

سو جھتا ہی نہیں کچھ جوشِ جوانی میں ہمیں   کس قدر خاک اس آندھی نے اڑا رکھی ہے

مشتاق ۔ یہ کیا کم ہے کہ اُس نے بات رکھ لی جان نثاروں کی
لحد پر تیغ اک ٹوٹی ہوئی بہر نشان رکھ دی
اصلاح ۔ صلہ اچھا ملا قاتل سے ہم کو جان نثاری کا " " " "

"اُس نے بات رکھ لی جان نثاروں کی" یہ ٹکڑا اس موقع پر بالکل بے محل تھا۔ اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا۔ چونکہ مصرعۂ ثانی میں "تیغ" کا ذکر ہے اس رعایت سے مصرعۂ اولیٰ میں "قاتل" کا ہونا بھی ضروری تھا۔ دوسرا مصرع اسی مصرع کا محتاج تھا۔ خوب مصرع لگایا۔

مشتاق ۔ جفا پر کی جفا صیاد ظالم نے اسیروں پر   قفس کے سامنے لا کے شاخ آشیان رکھدی
اصلاح ۔ نرالا ظلم یہ صیاد نے ڈھایا " "   قفس کے سامنے ہی لا کے " "

مشتاق: مژدہ کہ مشتاق شہادت نے گلے لگا لیا — اے اللہ تیغ قاتل کی ادا کیا چیز ہے

اصلاح: خود کو ذوقِ شہادت میں سراسر جھک گیا ״ ״ ״

"گلے لگا لیا" اس میں بھی کوئی نقص نہ تھا۔ مگر "سر جھک گیا" اس میں ایک خاص ادا ہے۔

مشتاق: گلشن جنت میں آ کر پی نہ دوست خوب سے — حضرت مشتاق کا بھی اتقا کیا چیز ہے

اصلاح: اس ہوا دار میں کرتے ہیں عذر مے کشی ״ ״ ״ ״

پہلا مصرع جس حسن سے ترمیم کیا گیا اس کا کیا کہنا کیونکہ مشتاق کے مصرع میں کوئی خوبی نہ تھی۔ "پی نہ دوست خوب سے" اس ٹکڑے میں رکاکت بھی تھی استاد نے اصلاح دی سبحان اللہ۔

مشتاق: عشق میں دل کے جاتے ہی دب ہیں جاتے حوصلے — شمع کی جلوہ ریزیاں چھپ سکیں گی آہ میں

اصلاح: عشق کے شعلے صفا سے اور بھی کچھ بھڑک اٹھے ״ ״ ״ ״ ״

پہلے مصرع کا انداز بیاں محل فصاحت تھا "دب ہیں جاتے حوصلے" اس ٹکڑے میں زبان کا بہت بڑا نقص تھا دوسرے مصرع میں "شمع کی جلوہ ریزیاں چھپ سکیں" کی رعایت سے "عشق کے شعلے صفا سے اور بھی کچھ بھڑک اٹھے" یہ مصرع لگا دیا گیا جس سے شعر میں گرمی آ گئی

مشتاق: آ کے نگارِ جانشیں ہستی کی ہم نے سیر کی — تیرا ہی رنگ در دیکھا ہے حسن نظر نواز میں

اصلاح: کھل کے حسن کی عشق پر ہم نے بہت نگاہ کی — عشق کا رنگ در دیکھا ״ ״ ״

شاگرد کے اسی خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے استاد نے کس حسن سے ادا کر دیا دونوں مصرعوں میں کس خوبی سے تصرف کیا گیا کہ سبحان اللہ۔ اس اصلاح کا کیا کہنا۔

مشتاق: فصلِ بہار آ گئی ٹکڑے ہوا ہے پیرہن — جوشِ جنوں نہ دے مجھے قصۂ خار زار میں

اصلاح: ״ ״ ״ ״ ״ دیدیا ضبط نے ״ ״ ״

جوشِ جنوں سے یہ درخواست کہ مجھے قصۂ خار زار میں نہ دے اصول شاعری کے خلاف ہے ہاں ضبط سے البتہ ممکن ہے اصلاح معقول ہے مگر ایک ہلکی سی تعقید مصرع ثانی میں رہ گئی یوں ہوتا تو خوب تھا "ضبط نے دیدیا مجھے قصۂ خار زار میں"۔ ممکن ہے کہ کتابت کی غلطی ہو۔

مشتاق: ڈھونڈتے در در ہیں تری شکل کو ہم دیکھتے ہیں — لوگ کیوں جا کے مجھے دیر و حرم دیکھتے ہیں

اصلاح: ״ ״ ״ ״ ״ لوگ جا جا کے عبث دیر و حرم ״ ״

مشتاق :- غضب ہے تم نے جسے پامال کر ڈالا — وہ ایک دل تھا تمہارے خیال کے قابل

اصلاح :- روے تم میں " " " " " " " "

پہلے مصرع میں "تم نے" بیکار تھا۔ دوسرے مصرع میں تمہارے موجود ہے اس لیے استاد نے "روے تم" میں یہ ٹکڑا بڑھا کر حشو دور کر دیا۔

مشتاق :- انھیں تو بار خاطر ہو رہا ہے سامنے رہنا — نگاہ شوق کرتی ہے تقاضا دیکھتے جاؤ

اصلاح :- وہ کہتے ہیں ہمیں ہر وقت کیوں دیکھا کرے کوئی — " " " "

شاگرد کے پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے ربط نہ تھا۔ اس لیے استاد نے ایسا مصرع لگا دیا کہ جس سے شعر میں لطف زبان پیدا ہو گیا۔

مشتاق :- ٹھہر جاؤ ذرا جی بھر کر مجھکو دیکھ لینے دو — اگر بالیں سے جاؤ میرا مردہ دیکھتے جاؤ

اصلاح :- ذرا ٹھہرو کوئی لحظہ میں اب میں مرنیوالا ہوں — " " " "

چونکہ اصل مصرع میں مرنے کا ذکر نہ تھا۔ اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا۔ "اب میں مرنے والا ہوں" اس جان دار ٹکڑے کی کیا داد دیجائے۔

مشتاق :- نمایش گاہ عبرت ہیں ہماری خاک کے ذرے — اگر رکھتے ہو تم بھی چشم بینا دیکھتے جاؤ

اصلاح :- " " " مری مٹی کے ذرون کو — اگر ہو دیدۂ دل " " "

دونوں مصرعوں میں تصرف اس لیے کیا گیا کہ شعر الجھا ہوا تھا۔ پہلے مصرع سے یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کیا دیکھتے جاؤ وہ استاد نے صاف کر دیا یعنی "مری مٹی کے ذرون کو"، دوسرے مصرع میں ترقی کی صلاح

مشتاق :- وہ ابھی کم سن ہیں آتے آتے آئیگا خیال — میری حسرت کیا ہے میرا مدعا کیا چیز ہے

اصلاح :- وہ ابھی کم سن ہیں آتے آتے آئیگی سمجھ — میری حسرت کیا ہے میرا مدعا کیا چیز ہے

"خیال" اور "سمجھ" میں جو فرق ہے ظاہر ہے۔ یہ خیال کا محل نہ تھا۔ "سمجھ" کا لفظ استاد نے سمجھ کے رکھا ہے جس کی جس قدر داد دیجائے کم ہے۔

مشتاق :- مٹتے مٹتے نام تک اہل وفا کا مٹ گیا — بیخبر ہیں اس سے وہ اب تک جفا کیا چیز ہے

اصلاح :- " " " " روز کا اصرار ہر دم کی — " " "

دوسرے مصرع میں الفاظ زاید تھے اس کو بھی مٹا دیا اور مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں ترقی بھی ہو گئی۔

حضرت نوح ناروی

ابوالمیر احمد میراں صاحب مشتاق قریشی منگلوری سے

بر ہمے سوئی ہوئی شیشے گرتے ساغر کٹے ۔ تو اٹھے ساقی تو اٹھا میکشی کیونکر اٹھے

اصلاح سے ۔ ۔ ۔ جتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بجائے "گرے" کے "جتے" بنایا شیشے کے گرنے سے برہمے سوئی ہوئی یہ بات نہ تھا اس لیے بجائے گرے کے جتے بنادیا

مشتاق سے وہ حیا میں کیا حیا اپنے رہیں محروم دید ۔ وہ بھی کیا پردے میں پردہ جو سر محشر اٹھے

اصلاح سے وہ بھی کیا حسرت میں حسرت نکلے جو مرنے کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے مضمون مصرعۂ ثانی قوی ہوگیا اور دونوں مصرعے ہموار کے ہوگئے۔

مشتاق سے عشر نظارہ ساان کی خود آرائی کا ۔ بحث کیا جاگ اٹھا چشم تماشائی کا

اصلاح سے بے طرح شوق ہوا اس کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے مطلع چوست ہوگیا اور مصرعۂ ثانی سے مصرعۂ اولیٰ کو ربط پیدا ہوگیا۔

مشتاق سے طول محشر کی سنا ہے کسے اے واعظ ۔ ایک ٹکڑا ہے وہ میری شب تنہائی کا

اصلاح سے دل ہے محشر کا رُلایہ سنا لے واعظ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

طول محشر کہہ نہ تھا اس لیے مصرعۂ اولیٰ ترمیم کیا گیا جس سے شعر میں صفائی پیدا ہوگئی اور ب سہائی کا تقابل "دن" سے ہوگیا پہلا مصرع یوں ہوتا تو خوب تھا ع ۔

روز محشر کی درازی نہ سنا اے واعظ

مشتاق سے تھا اد کے نہ آیا کر رقیبوں میں ۔ یہ اکھیں نہیں شمع جمال کے قابل

اصلاح سے ۔ ۔ ۔ رقیبوں میں آئیں وہ کیونکر ۔ ۔ ۔ ۔

بات وہی ہے الفاظ بھی قریب قریب وہی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم کیوں کی گئی۔ وہی معنے شاگرد کے مصرع سے بھی پیدا ہوتے ہیں جو اُستاد کے مصرع سے پیدا ہوتے ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ شاگرد کے مصرع میں فاعل محذوف ہے اور اُستاد نے "آئیں وہ کیونکر" اس ٹکڑے سے ظاہر کردیا ہے۔

دوسرے مصرع کی ترمیم سے شعر میں جان پڑ گئی۔ چونکہ پہلے مصرع میں وحشت و صحرا کا ذکر ہے۔
اسی مناسبت سے مصرع ثانی میں "قیس" کو بھی لائے جس سے مصرع میں چستی آ گئی۔

لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی

منشی شیر خان جوش ملیح آبادی

عرصۂ حشر میں یہ کون ہے سیر مجلس — یہ تو سمجھی ہوئی ہم نے کوئی صورت دیکھی

اصلاح: " " " " " — یہ تو ہم نے کوئی دیکھی ہوئی " "

مصرعۂ ثانی میں صرف ایک لفظ کی ترمیم سے شعر میں کس قدر ترقی ہو گئی۔ استادانہ اصلاح ہے
ایک دن راستے میں جب مشاغلۂ سخن ہو رہے تھے دوم کا جنازہ۔ عزیز سے ذکر آیا تو فرمایا کہ صرف ایک
اصلاح جوش کی مجھ کو یاد ہے اور یہ شعر پڑھا۔ میں نے اسے اپنے تحویل حافظہ میں محفوظ کر رکھا تھا
اور آج نذر ناظرین ہے۔

منشی حسام الدین حسام ہاپوڑی

مولوی عبد الباری آسی۔

رکھا ہے کام ناکامی سے اپنی عمر بھر میں نے — قسم لے لو جو دیکھا ہو کبھی بھر کر نظر میں نے

اصلاح: لیا ہے " " " " " — " " " " " "

آسی صاحب نے جب یہ شعر اپنے والد ماجد جناب حسام کے سامنے پڑھا۔ تو فرمایا کہ رکھا غیر مشدد
غیر فصیح اور متروک ہے۔ آسی نے کہا کہ پھر کیا ہونا چاہیے۔ فرمایا کہ یوں کہو (لیا ہے الخ) کیا اصلاح ہے
جس سے صرف ایک لفظی سقم دور ہو گیا بلکہ معنی میں بھی کس قدر اضافہ ہو گیا۔

آسی سے جو تم پہ مر رہا ہے وہ کم بخت کیا کرے — تم نے جو کہدیا کہ محبت نہیں رہی

اصلاح: " " " " " " — تم نے تو " " " "

دونوں مصرعوں میں جو کی تکرار مخل فصاحت تھی۔ اس لیے مصرعۂ ثانی میں بجائے "جو" کے "تو"
بنا دیا۔ اب دیکھیے کہ شعر کس درجے پر پہنچ گیا۔ معانی میں کس قدر اضافہ ہو گیا۔ اللہ اکبر سچ
ہے۔ اساتذہ کا درجہ بلند ہے۔

نوٹ: یہ اصلاحیں خود آسی صاحب نے لکھ کر مرحمت فرمائیں۔

"گویوں تو ہزاروں ہیں" سے "کہنے کو تو لاکھوں ہیں" میں زور زیادہ ہے اور محاورہ بھی اس محل پر یہی ہے۔

نادرؔ — ٹھہر جا اک نظر اس نے دوا کو دیکھ لینے دے ‏ ‏ مرے قاتل ٹھہر اے جانِ حزیں مرتے نکل جانا

اصلاح — ٹھہر جا — جانے دے مجھ اس کو " " ‏ ‏ پھر اسکے بعد اس مہانسرا سے تو " "

دونوں مصرعے ترمیم کیے گئے کیونکہ مصرعۂ ثانی الجھا ہوا تھا۔ اصلاح سے شعر اچھا خاصہ ہو گیا۔

نادرؔ — ہوا جب حمد میں دیباچۂ دیوان رقم میرا ‏ ‏ پڑھا خود بسم اللہ کی صورت قلم میرا

اصلاح — ہوا جب حمدِ حق میں مطلع " " " ‏ ‏ رہا سجدے میں برسوں سطر کا عدد " "

اس اصلاح سے مطلع کی شان ہی اور ہو گئی۔ سبحان اللہ مصرعۂ ثانی کی کیا تعریف ہو

نادرؔ — بظاہر گو نہیں کشکول بھی ہے پاس اے نادر ‏ ‏ ساغرِ شیشۂ دل بھی ہے اشک جام جم میرا

اصلاح — بظاہر گرچہ کشکولِ گدائی بھی نہیں نادر ‏ ‏ " " " " " "

پہلا مصرع بہت بگڑا ہوا تھا اصلاح سے بلند ہو گیا اور زبان کی حد میں آ گیا۔

جناب مولوی عبد الصمد صاحب دقیقؔ عظیم آبادی

دقیقؔ — بسم و جور کی فریاد سے ہم باز آئے ‏ ‏ مصطفےٰ آپ کو جب بر سرِ محشر دیکھا

اصلاح — " " " " ‏ ‏ ان کو محبوب خدا جب " " "

"بر سرِ محشر" ترکیب غلط تھی اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا۔ اب شعر صحیح ہو گیا۔

دمیں — جیتے جی ہی کوئی در دار کوئی معلق ہے ‏ ‏ مرنے پر خاک میں دونوں کو برابر دیکھا

اصلاح — فرق یک بال کا بھی شاہ و گدا میں نہ ملا ‏ ‏ " " " " " "

پہلا مصرع دوسرے مصرع سے متعلق نہ تھا۔ اصلاح سے دونوں مصرعے دست و گریباں ہو گئے*

تتمۂ اصلاح فصیح الملک حضرت داغؔ دہلوی

مولانا عبد الباری آسیؔ شارح دیوان غالبؔ —

لاجور وحشت دل دامنِ صحرا نہ ہوا ‏ ‏ بچ گئی سب کی مگر میرا گریباں نہ ہوا

اصلاح — " " " " ‏ ‏ بچ گئی قیس کی آسیؔ کا گریباں نہ ہوا

نوٹ* — یہ اصلاحیں بھی حضرت عشرتؔ لکھنوی نے حضرت کے قلم سے لکھکر مرحمت فرمائیں گو

ان شعروں میں وہی پہلا رنگ ہے مگر ہمیں صرف اصلاح دکھانا مقصود ہے۔

نادر: میرے اُن کے قصدِ دل افروز نے — حشر زمین محشر جدا برپا کیا

اصلاح: خوش خرامی آپ کی اچھی رہی // // // //

پہلا مصرع بے تکا تھا۔ خوش خرامی ایک ایسی چیز ہے جس سے محشر بپا ہو سکتا ہے نہ کہ قصد سے ... تو نیند آجاتی

نادر: قتل ہونے کا مزا ہی کیا ہوا — اس پہ محشر میں اگر دعوا کیا

اصلاح: // // // کیا رہا // // // //

پہلے مصرع میں (کیا ہوا) کچھ نہ تھا۔ یہ محل (کیا رہا) ہی کا خوب تھا جو خواجہ صاحب نے بنا دیا۔

نادر: لاہ کو اُن کے آشنا دیکھا — ورنہ دنیا کو بے وفا دیکھا

اصلاح: اک فقط تم کو // // ساری // //

پہلے مصرع میں بجائے (لاہ کو اُنکے) "اک فقط تمکو" بنایا۔ دوم میں بجائے "ورنہ" کے "ساری" جو ... بنایا

نادر: تم کرو پردہ مجھ سے یا نہ کرو — عارض پر نے کو دیکھ لیا

اصلاح: لاکھ پردوں میں بھی چھپا نہ سکے // // // //

پہلے مصرع میں شک تھا۔ اور لاکھ پردوں میں غلو ہے۔ اگر یوں ہوتا کہ زیر دامن بھی تم چھپا نہ سکے۔ بہتر ہوتا

نادر: ہم سے نہ سہی خط و کتابت کے طریقے — کیا غیروں سے بھی نامہ و پیغام نہ ہوگا

اصلاح: // // // مراسم // // // //

خط و کتابت کے طریقہ پہلے مصرع میں کچھ نہ تھے۔ مراسم کا لفظ استادانہ رکھدیا۔

نادر: لا یار کو قاصد کہ مجھی کو وہاں لے چل — خالی تری باتوں سے مرا کام نہ ہوگا

اصلاح: لے چل مجھے یا یار کو لے آ ابھی ہمدم // // // //

مصرعۂ اولی کی ترمیم سے مفہوم مصرعۂ ثانی کا ادا ہو گیا۔ ورنہ پہلا مصرع اچھا نہ تھا۔

نادر: اس دل کو مرے ساتھ دبانا نہ عزیزو — ورنہ مجھے تربت میں بھی آرام نہ ہوگا

اصلاح: تم فاتحہ پڑھنے کو بے ہوش نہ آؤ // // // // //

پہلے مصرع میں "بے ہوش" کا لفظ قابل داد رکھدیا

نادر: گو یوں تو ہزاروں ہیں ترے چاہنے والے — نادر سا مگر بندۂ بے دام نہ ہوگا

اصلاح: کہنے کو تو لاکھوں // // // // // //

کامل: جیتی داورِ محشر کا مظالم کا — معاملے میں مرے ہوگا رد و رد ہوگا

اصلاح: حضور ” ” ” ” ” ” ”

پہلے مصرع میں "جیتی" کی جگہ "حضور" بنا کر شعر میں سلاست و روانی پیدا کر دی۔ "جیتی" بھاری ہوتا تھا اس لیے نکال دیا۔ اگر بجائے "رد و رد" "رد و کد" ہوتا تو ترقی اور بڑھ جاتی۔

کامل: تمہاری یاد نہ مجھ سے کبھی جدا ہوگی — لحد میں بھی مرے ساتھ انیس فنا ہوگی

اصلاح: ” ” ” ” ” یہی تو قبر میں مونس ” ” ”

دوسرے مصرع میں "لحد میں بھی مرے ساتھ" خلاف محاورہ تھا۔ بجائے اس کے "یہی تو قبر میں مونس" مستعمل بنایا۔ پہلے مصرع میں کبھی دوسرے میں بھی۔ اچھے نہ تھے یعنی دو الفاظ بھی سقیم تھے۔

کامل: ہلا دو دورہ ہستی دنیا کو جس نے ما ما ہے — فنا اوسی کے لیے واقعی بقا ہوگی

اصلاح: گھر دیا ” ” ” ” ” ” ” ” ”

پہلے مصرع میں "دور دورہ" کے بجائے "گھر دیا" بنا کر شعر میں ترقی و خوبی پیدا کر دی۔

کامل: زبان میری کرامات بن گئی کامل — مری غزل میں نہ تاثیر کیوں سوا ہوگی

اصلاح: ” ” ” ” ” ” کلام میں تاثیر دیرپا ہوگی

ثانی مصرع کی ترمیم سے اس مقطع میں معانی اور خوبی بہت پیدا ہو گئی۔ غزل ایک مخصوص نظم کو کہتے ہیں۔ اور کلام عام ہے جس میں ہر صنف کے کلام داخل ہیں۔

مسٹر جان عالم نادر ہیڈ ماسٹر مشن اسکول جھانسی۔

نادر: میرے طفلِ اشک کا منہ دیکھیے — گوہرِ خوش آب کو جھوٹا کیا

اصلاح: قطرۂ اشکِ رواں کی آب نے

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر ٹھیک ہو گیا۔ میرے طفل اشک الم کچھ نہ تھا۔

نادر: آج وہ تیور دکھانے یار نے — آئینہ کو عین اک دریا کیا

اصلاح: ” ” ” ” ” آئینہ حیرت سے منہ دیکھا کیا

دوسرے مصرع کی ترمیم اس لیے کی گئی کہ آئینہ کو دریا کرنا بات نہ تھی بجائے اس کے یہ مصرع "آئینہ حیرت سے منہ دیکھا کیا" جو ہے۔ اب مفہوم شعر آئینہ ہو گیا۔

شعر مین خوبی محاورہ پیدا کر دی۔

کامل سے ہو چکی غفلت کی حد ، غافلو ہشیار ہو ۔ کھو چکے سو کر بہت ، بیدار ہو بیدار ہو

اصلاح سے " " " " تا بہ کے خواب گران " "

دوسرے مصرع مین "کھو چکے سو کر بہت" مین تعقید تھی۔ بجائے اُس کے "تا بہ کے خواب گران" بنایا۔ اصلاح سے غفلت کا پورا ثبوت ہو گیا۔

کامل سے صلح کل مشرب ہے اپنا گبر و مسلم کی نہ قید ۔ ربط ہے ہر ایک سے کافر ہو یا دیندار ہو

اصلاح سے " " " " سب نظر مین ایک ہین " " "

اول مصرع مین "گبر و مسلم کی نہ قید" یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا۔ بجائے اُس کے "سب نظر مین ایک ہین" بنا کر صلح کل کا پورا ثبوت دیدیا۔

کامل نہ یہ ہم سوال وصل پہ اتنا بتو نہو ۔ بخشو خدا کے واسطے تقصیر ہو گئی

اصلاح سے " " " " " بس اب خطا معاف کہ " "

دوسرے مصرع مین "بخشو خدا کے واسطے" کی جگہ "بس اب خطا معاف" بنایا۔ یہ نہایت مہذب لہجہ سے خوب بنایا۔

کامل سے جنون مین کہ خیال عزت و ناموس کرتا ہون ۔ جو دل مین ٹھان لیتا ہون بس اُسکو کر گذرتا ہون

اصلاح سے " " " " رہتا ہے " " " وہی بس کر گذرتا ہون

اول مصرع مین "کرتا ہون" کی جگہ "رہتا ہے" بنایا۔ اور دوسرے مصرع مین "بس اس کو" کی جگہ "وہی بس" بنا کر شعر مین معنوی خوبی اور سلاست پیدا کر دی۔ (کرتا ہون) سے جنون کا دعویٰ بناوٹی معلوم ہوتا تھا اور "رہتا ہے" سے بیخودی ثابت ہوتی ہے جو جنون حقیقی مین پیدا ہو جاتی ہے اور "بس اسکو" کے بجائے "وہی بس" نہایت فصیح لفظ ہے جو حصر کے معنی دیتا ہے۔

کامل سے شمال و مشرق و مغرب سے تا بجنوب ۔ ہمارے عشق کا شہرا تو چار سو ہو گا

اصلاح سے " " " " چار سو ہو گا

دوسرے مصرع مین "تو چار سو" کی جگہ "چہار سو" بنا کر "تو" حشو تھا اس کو نکالدیا۔ شعر کو عیب لفظی سے پاک کر دیا۔

اول مصرع میں "ہوتی سو سو" کی جگہ "بجا لطف" بنا کر شعر میں جو لطف پیدا کر دیا وہ ارباب فن سے پوشیدہ نہیں۔ سبحان اللہ کیا اُستادانہ اصلاح ہے۔

کامل — دل کھینچے میں وہ لغزش پا اور ہی کچھ ہے ساقی تری مستانہ ادا اور ہی کچھ ہے

اصلاح — دل لیتے ہیں " " " " " " "

اول مصرع میں "دل کھینچے میں" کی جگہ "دل لیتے ہیں" بنا کر محاورہ کی صحت فرما دی۔

کامل — موقع دیر نہیں جلد مجھے دے ساقی کا جو گر میں ہوں انگڑائی پہ انگڑائی ہے

اصلاح — دیر کا وقت " " " " " " "

اول مصرع میں "موقع دیر نہیں" کی جگہ "دیر کا وقت" بنا کر شعر میں جو بے تکلفی اور سلاست پیدا کر دی وہ محتاج تعریف نہیں۔

کامل — اہل دنیا کے مظالم کا بیاں جو کہاں گوشۂ قبر عوض گوشۂ تنہائی ہے

اصلاح — " " " کنج تربت ہی " " "

دوسرے مصرع میں "گوشۂ قبر" کی جگہ "کنج تربت ہی" بنایا۔ اور خوب بنایا گوشۂ تنہائی کے لیے کنج تربت ہی کی ضرورت تھی۔

کامل — امن دنیا میں کرتا ہوں سر عمر کی رات میں ہوں اور یاس ہے اور اک شب تنہائی ہے

اصلاح — دور لفظوں میں سب ہجر بسر کرتا ہوں " " " " " "

اول مصرع کی اصلاح سے سلاست و روانی پیدا ہو گئی۔ تین کا خوب مضمون ہو گیا۔ ایک متکلم اور دو رفیق یاس شب تنہائی ہو گئے۔

کامل — بھلا اُسکا بھی ہوس ہے کہ تمع کی لڑائی سے کیا ہے جوں حسرت کا گلا رتیا بہاراں کا

اصلاح — " " " " " " " " کاٹا بہاراں کا

اول مصرع میں "رتیا" کی جگہ "کاٹا" بنایا۔ سبحان اللہ۔ فی الحقیقت اسی لفظ کی ضرورت تھی۔

کامل — قیس کے تابل بہا کچھ صحرا اور دی کا مزا اب کوئی ساتھی ہمارا دشت وحشت میں نہیں

اصلاح — قیس کے دم سے تھا " " " " " " " "

پہلے مصرع میں "قیس کے تابل" بے محاورہ تھا۔ بجائے اس کے "قیس کے دم سے" بنا کر

اول مصرع مین "بزم شادی مین تری گاتی ہین" کی جگہ "قافلے سے گاتی ہوئی آئی ہین"
بناکر مطلع مین جس قدر بلاغت پیدا کردی ہے وہ ارباب فن سے مخفی نہیں ۔

کامل ۔ کون بنا سکتا ہے اس وضع کا انسان سہرا ۔ حور جنت سے گندھا لایا ہے رضوان سہرا
اصلاح ۔ " " " " حور مالن ہے تو گلدستۂ رضوان سہرا

ثانی مصرع کی ترمیم سے یہ مطلع زمین سے آسمان پر پہونچ گیا ۔ کامل کے مصرع مین سہرے کی صفت
کچھ نہ تھی ۔ اصلاح مین اوسکی صفت "گلدستۂ جنت" بیان کی گئی ۔ سبحان اللہ رضوان بمعنی جنت بھی ہے ۔

کامل ۔ غمہائے نہانی کی خبر دیتے ہین نالے ۔ چلتا ہے پتہ قافلہ کا بانگ درا سے
اصلاح ۔ سوز جگر و دل کی " " " " "

اول مصرع مین "غمہائے نہانی کی" جگہ "سوز جگر و دل کی" بناکر شعر مین برجستگی پیدا کردی
سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے ۔

کامل ۔ کامل ہین وہ سب سید افیاض کے عطیے ہوتے ہین جو اشعار تری فکر رسا سے
اصلاح ۔ " " " " " فیضان " " " "

اول مصرع مین "عطیے" کی جگہ "فیضان" بناکر صنعت اشتقاق کی خوبی پیدا کردی ۔ عطیے غلط بھی تھا ۔

کامل ۔ شہید خنجر قاتل کچھ اور ہوتا ہے ۔ نگہ کی تیغ کا بسمل کچھ اور ہوتا ہے
اصلاح ۔ " " " " نگاہ لطف کا " " "

ثانی مصرع مین "نگہ کی تیغ" کی جگہ "نگاہ لطف" بناکر شعر مین لطیف خوبی پیدا کردی ہے ۔
اچھی اصلاح ہے ۔

کامل ۔ تمھاری بزم مین آکر ہم کس لیے افسوس ۔ خوشی کرے یہ رہین حاصل کچھ اور ہوتا ہے
اصلاح ۔ " " " کیا سمجھ کر ہم " " " " "

اول مصرع مین "کس لیے افسوس" کی جگہ "کیا سمجھکر ہم" بنایا ۔ سبحان اللہ اس اصلاح نے شعر
مین صفائی اور بیان مین روانی پیدا کردی ۔

کامل ۔ کل کی باتین ہین کہ جس گلشن مین تھین سو سو بہار ۔ آج ہم وہ تہ خزان پایا تمہین اس گلزار کو
اصلاح ۔ " " " " " " تھا لطف بہار " " " "

رقعۂ نو

کامل سے عہد حق جو ہمارا تھا کہا ہے — مثل فرزند حسن کو پالا ہے
اصلاح سے تھا کہا عہد حق ہمارا ہے " " " "
"وہ تھا کہا" ناگوار ہے یوں نظم ہوا تھا اس لیے الفاظ میں اُلٹ پھیر کر کے اس نقص کو رفع کر دیا

کامل سے کیا اگر کر دو میں اُس نے خضر رہنما ہو کر — خدا سمجھے مری کشتی ڈبو دی ناخدا ہو کر
اصلاح سے " " " دل " " " " " "
اول مصرع میں "اُس نے" کی جگہ "دل نے" بنا کر مطلع میں جس قدر صفائی پیدا کر دی ہے
وہ اہل فن سے مخفی نہیں۔

کامل سے حسینوں کی طبیعت میں تلوّن ہے ادا ہے — عداوت وہ کیا کرتے ہیں اب ہم سے خفا ہو کر
اصلاح سے " " " " " خفا ہو گئے یہ خوش ہو کر یہ خوش ہو گئے خفا ہو کر
دوسرے مصرع کی ترمیم سے شعر میں جس قدر معنوی خوبیاں پیدا ہو گئیں اونکو اہل فن خوب
سمجھیں گے تلوّن کا ثبوت بھی اس اصلاح سے ہو گیا۔

کامل سے عدا کا فصل جب ہوتا ہے تب بھی عام ہوتا ہے — وہ سنگیں دل صنم نے کی دعا آپ نے دعا ہو کر
اصلاح سے " " " " ہوتے ہیں دعا کرتے ہیں یہ پتھر کے پتلے " "
اول مصرع میں "ہوتا ہے" کی جگہ "ہوتے ہیں" اور ثانی مصرع میں "وہ سنگیں دل صنم نے کی"
کی جگہ "دعا کرتے ہیں یہ پتھر کے پتلے" بنا کر شعر میں جو فصاحت پیدا کر دی وہ محتاج تعریف
نہیں مصرع دوم کی ترکیب اچھی نہ تھی اس اصلاح سے مصرع صاف اور بندش چست ہو گئی۔

کامل سے عبث ہے بیکلی چتون اور ابروئے خمدار کے ہوتے — چھری کیوں تیر کی ہے صاحب تیغ ادا ہو کر
اصلاح سے " " " " " اُٹھاتے ہو چھری کیوں " "
دوسرے مصرع میں "چھری کیوں تیر کی" کی جگہ یہ ٹکڑا تکلف تھا اسکی جگہ "اُٹھاتے ہو چھری" الخ
بنا کر شعر میں جو خوبی محاورہ کی پیدا کر دی جس سے لطف زبان ترقی کر گیا استادانہ اصلاح ہے

کامل سے بزم شادی میں تری گاتی ہیں پریاں سہرا — ہو مبارک تجھے اے رشک سلیمان سہرا
اصلاح سے قاف سے گاتی ہوئی آئی ہیں پریاں سہرا " " " " "

اول مصرع کی ترمیم سے شعر کا پایہ بلند ہو گیا۔ تشبیہ ایک بھی نہیں تھی۔ اور یہ ٹکڑا "جام کی صورت تو نہیں ہیں" حشو و زائد غیر فصیح تھا۔ اسکو بدلکر ایک تشبیہ "صراحی سی ہے گردن" بڑھا کر شعر میں بجائے دو کے تین تشبیہیں بنا کے موقع موزون کردیں۔

کامل ــ ممکن نہیں ہے یہ کہ بچے عمر کی کشتی ہے قلزم ہستی میں تو گرداب کا عالم

اصلاح ــ کیونکر نہ تباہی میں پڑے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اول مصرع میں یہ ٹکڑا "ممکن نہیں ہے یہ" غیر فصیح تھا بجائے اس کے "کیونکر نہ تباہی میں پڑے" بنا کر لطف زبان دونا ساتھ الفاظ شعر میں پیدا کر دیا۔ اگر کامل نے "ممکن یہ نہیں ہے" لکھا ہوتا تو نہین کا نون دویم دبائو نہ کھاتا۔ کہ از راہ معنے یہ دباؤ بے محل ہے۔

کامل ــ ایذا ہماری روح کو ہوتی ہے مہربان ٹکرائیں آپ نہ یوں سنگ مزار سے

اصلاح ــ 〃 〃 〃 〃 قبر میں روئیں لپٹ کے آپ نہ 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "مہربان" بھرتی کا لفظ تھا۔ بجائے اس کے "قبر میں" بنا دیا جس سے معنوی ترقی حاصل ہوئی۔ دوسرے مصرع میں "روئیں لپٹ کے آپ نہ" نے لفظی عیب بھی دفع کر دیا۔ "نہ یوں" کا نون دبتا تھا۔ اس ٹکڑے سے معنوی ترقی بھی ہوئی کہ درد و غم بڑھ گیا۔

کامل ــ جو یوں آپ مہندی لگایا کریں گے شہادت کی کتنے تمنا کریں گے

اصلاح ــ 〃 〃 〃 〃 〃 عاشق 〃

دوسرے مصرع میں "کتنے" کی جگہ "عاشق" بنا کر تعمیم کا نقص مٹا کر تخصیص کی خوبی پیدا کر دی۔ اگرچہ "کتنے" کے بعد لفظ عشاق بقرینہ محذوف تھا۔ مگر محذوف سے لفظ موجود "عاشق" بہتر ہے جو کرینگے کے ساتھ جمع کے معنے دے رہا ہے۔

کامل ــ قسم بادہ خواری سے ہم کھائیں کیونکر طبیعت نہ مانی تو پھر کیا کریں گے

اصلاح ــ کریں بادہ خواری سے کس طرح توبہ 〃 〃 〃 〃

اول مصرع کی ترمیم سے شعر میں جو برجستگی اور بیان میں خوبی پیدا ہو گئی ارباب ذوق سلیم سے مخفی نہیں۔ بندش چست ہو گئی۔ توبہ کر لینے کا رتبہ قسم کھانے سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ کیا عمدہ اصلاح ہے۔

تعامل کا درجہ رکھتا اور (رات بھر) زائد تھا وہ نکل گیا۔

کامل — عجب سرگرم ہیں یہ باغباں جتنے ہیں گلشن کے　　گلستاں تک بھی ہیں جوڑے کہیں تابع نشیمن کے

اصلاح — " " " " "　　جلا کر خاک کر دیتے ہیں سب تنکے نشیمن کے

دوسرے مصرع کی ترمیم سے مطلع میں معنوی خوبی پیدا ہو گئی اور لطف زبان کے ساتھ ساتھ سلاست و فصاحت بھی ترقی کر گئی۔

کامل — مل ہی کو خار سے ہیں کھٹکا میں ہیں ہے　　اہل وطن سے ہر کوئی خائف وطن میں ہے

اصلاح — " " " " "　　ہم ناطبوں کا ذکر تشنہ خار کو " " "

ثانی مصرع میں "اہل وطن سے ہر کوئی خائف" کی جگہ "ہم ناطبوں کا ذکر تشنہ خار کو" بنایا اس اصلاح نے مطلع میں کس قدر بلاغت پیدا کر دی۔ "ہم" کو داستان دار رکھدیا ہے جس کے بغیر مطلع بالکل سست ہو رہا تھا۔

کامل — پہلے گلشن میں قفس کس لیے صیاد آیا　　مجھکو بھولا ہوا پھر لطف وطن یاد آیا

اصلاح — " " " " "　　کہ اسیری میں مجھے " " "

ثانی مصرع میں "مجھکو بھولا ہوا پھر" کی جگہ "کہ اسیری میں مجھے الخ" بنایا مطلع میں معنوی ترقی پیدا کر دی۔ درد و غم دوگنا ہو گیا۔ ایک وطن چھوٹنے کا۔ دوسرا قید کا۔

کامل — دیکھے دل یاروں بے رحم یہ دہ جلاد آیا　　تیغ تولے ہوئے ترک ستم ایجاد آیا

اصلاح — تیوریاں آج چڑھائے ہوئے " " " " "

اول مصرع میں "دیکھے دل الخ" کی جگہ "تیوریاں آج چڑھائے ہوئے" بنا کر مطلع میں سلاست و فصاحت پیدا کر دی۔ اور تعقید کا عیب رفع ہو گیا۔

کامل — دائرے میں یوں ہو تہذیب کے سات قدم　　جس طرح صورت ہے قائم مرکز پرکار کی

اصلاح — " " " " " " "　　نقطۂ " "

ثانی مصرع میں بجائے مرکز کے نقطہ بنایا اس لفظ کی ترمیم سے ادبی خوبی ترقی کر گئی

کامل — آنکھیں ہی تری جام کی صورت تو سہی ہیں　　ہے مست نگاہوں میں مے ناب کا عالم

اصلاح — " " " صراحی سی ہے گردن " "

پہلے مصرع مین "در دلدار کا رستہ" یہ ٹکڑا غیر فصیح تھا۔ لفظ (رستہ) اچھا نہ تھا۔ بجائے اسکے
"پہونچا کوچۂ عشق بتان تک" بنایا۔ باوجود توالی اضافات کے یہ ٹکڑا سلیس ہے۔ اس سے شعر
مین معنوی ترقی حاصل ہوئی۔ اور رستہ بھی نکل گیا۔

کامل ؎ مکان پر نگاہ۔ سے کسی کے ہم کو کیا مطلب   خدا رکھے ہمارا جھونپڑا ہی عرش منزل ہے
اصلاح ؎ نظر بھر کر نہ دیکھین قصر خاقان ہو تو اسکو بھی   " " "

اول مصرع کی ترمیم سے شعر مین ترقی اور بلندی پیدا ہو گئی۔ لطف، زبان و محاورہ بھی آگیا
استادانہ اصلاح ہے۔

کامل ؎ تری ہی ناخدائی کی ضرورت اے خدا اب ہے   بھنور مین کشتی بھٹکتی ہے اور دور ساحل ہے
اصلاح ؎ تو ہی اے ہمت مردانہ اپنی ناخدائی کر   " " " "

اول مصرع کی ترمیم سے شعر مین عزت خودداری پیدا ہو گئی

کامل ؎ جو عاشق ہین دل و جان سے کسی کے روئے روشن کے   وہ آئینہ دل مین جلوے دیکھتے ہین دشت ایمن کے
اصلاح ؎ " " " " " " "   وہ قصر " " " "

دوسرے مصرع مین "آئینہ دل" کی جگہ "قصر دل" بنایا۔ آئینہ کا لفظ حشو تھا۔ بجائے اس کے قصر
شعر مین بلندی آگئی۔ اور اگر طور دل بناتے تو شعر زیادہ اونچا اور متبرک ہو جاتا۔

کامل ؎ بہار موسم گل مین اگر امسال ہم سے نکلے   گریبان کا پتہ ہو گا نہ ہونگے تار دامن کے
اصلاح ؎ " " جو ہم وحشت زدہ "   گریبان پھاڑ کر پرزے اڑا ڈالین گے " "

پہلے مصرع مین "اگر امسال ہم" کی جگہ "جو ہم وحشت زدہ" بنا کر تناسب پیدا کر دیا۔ اور دوسرے
مصرع مین "گریبان کا پتہ ہو گا الخ" کی جگہ "گریبان پھاڑ کر پرزے اڑا ڈالین گے" بنا کر شعر
مین ترقی پیدا کر دی۔ بیان با محاورہ و سلیس ہو گیا۔

کامل ؎ تری نوک مژہ چبھتی ہے دل مین مثل سوزن کے   ڈسا کرتی ہین زلفین رات بھر مار سیہ بن کے
اصلاح ؎ اُدھر " " "   اُدھر فرقت مین زلفین ڈستی ہین " "

اول مصرع مین "تری" کی جگہ "ادھر" بنایا۔ اور ثانی مصرع مین "ڈسا کرتی ہین" کی بجائے
"اُدھر فرقت مین" بنایا اور رات بھر کی جگہ "ڈستی ہین" بنایا۔ اِدھر اُدھر کے الفاظ نے مطلع کو

اول مصرع میں "اہل عبرت ہیں" کی جگہ "زندگی میں" تو "بنایا اس لفظ "زندگی" نے مطلع میں جان ڈالدی اور دوسرے مصرع میں "یہ" کی جگہ "جو" بنا کر مصرع کو مربوط کر دیا۔
سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے۔

کامل — جوش وحشت میں جو میں سوئے بیاباں نکلا　　پیش قدمی کو ہر اک خار مغیلاں نکلا
اصلاح — " " " " " 　　پیشوائی " " " "

ثانی مصرع میں "پیش قدمی" کی جگہ "پیشوائی" بنا کر "پیش قدمی" کو جو سکون ڈال نظم ہوا تھا اس نقص کو رفع کر دیا۔ اچھی اصلاح ہے۔

کامل — شاداں کبھی کسی کو دیکھا سینہ ظلم میں　　نالاں رہا ہمیشہ گل خار کے غم میں
اصلاح — " " " " " 　　کھٹکا کیا ہمیشہ کانٹوں سے گل " "

ثانی مصرع میں "نالاں رہا ہمیشہ گل خار سے" کی جگہ "کھٹکا کیا ہمیشہ کانٹوں سے گل" بنا کر مطلع کو بلند کر دیا۔ "کھٹکا کیا" کا ایسا ٹکڑا استاد نے رکھ دیا۔ کہ معنوی خوبی بڑھ گئی۔ اور لطف زبان و محاورہ دوبالا ہو گیا۔

کامل — تعلیم مغربی نے مذہب کی قید توڑی　　بیکار تفرقہ ہے اب شیخ و برہمن میں
اصلاح — بتخانے میں صنم ہو کعبہ میں ہم خدا ہو　　" " " " "

اول مصرع کی تبدیل سے شعر میں خوبی پیدا ہو گئی۔ اور رنگ تغزل بھی پیدا ہو گیا جو قبل اصلاح نہ تھا۔ اور سلاست و روانی بھی آ گئی۔

کامل — جیں اہل دل ہیں ہے شور اس طرح کا　　کیسی برستگی ہے کامل ترے سخن میں
اصلاح — " " " پڑھتے ہیں مسحور　　کیا شور بھر گیا ہے " " "

اول مصرع میں "ہے شور اس طرح کا" کی جگہ "پڑھتے ہیں مسحور" بنا کر جو معنوی خوبیاں پیدا کر دی ہیں ان کو ارباب ذوق سلیم ہی سمجھیں گے اور دوسرے مصرع میں "کیسی برستگی" کی جگہ "کیا شور بھر گیا ہے" یہ ٹکڑا بنا کر مطلع کو بلند پایہ کر دیا۔

کامل — درِ دلدار کا رستہ نہایت سخت مشکل ہے　　حصر گم کردہ منزل ہیں یہ وہ پر پیچ منزل ہے
اصلاح — ہوا کو خود حقیق نشاں تک " " " "

کامل سے نہیں مرغوب ہوگی فصل گل میں غیر موسم کی ۔ مُلگل گون پلا ساقی کہ اب اس کا زمانہ ہے
اصلاح سے وہ اٹھا ابر۔ وہ آئی گھٹا، وہ بوندیاں برسیں " " " "
اول مصرع کی ترمیم سے تعقید کا عیب رفع ہو گیا۔ اور شعر میں ترقی پیدا ہو گئی۔ سبحان اللہ کیا اصلاح ہے کہ برسات کا سماں نظر کے سامنے آگیا۔
کامل سے مصیبت کو جہان کی شوق سے کیونکر نہ ہم جھیلیں سنا ہے یہ کہ دنیا بہرِ مومن قیدخانہ ہے
اصلاح سے مصیبت ہائے عالم شوق سے " " " " " " "
اول مصرع میں "مصیبت کو جہان کی" کی جگہ "مصیبت ہائے عالم" بنا کر ڈھیلی بندش کا رفع کر دیا۔ اور "کو" کی مخل فصاحت تھی وہ بھی دور ہو گئی۔
کامل سے سمجھ لے بلبل سدرہ قفس باغ جنان تک ہے تو ہو یا بند طوبیٰ کی گذر ہے لامکان تک ہے
اصلاح سے قفس اس " " تو گلزار " " " " " " رسائی " "
اول مصرع میں "سمجھ لے" کی جگہ "قفس اس" اور "قفس باغ" کی جگہ "تو گلزار" بنا کر معنوی خوبیاں پیدا کر دی ہیں۔ اور دوسرے مصرع میں "کی گذر ہے" کے بجائے "رسائی" بنایا اس ترمیم سے مطلع بلند پایہ ہو گیا۔
کامل سے پر پرواز کیا صیاد نے کاٹی زبان تک ہے سناؤں حال دل کیونکر نہیں اذن فغان تک ہے
اصلاح سے " " " " " " کہیں " " " "
دوسرے مصرع میں "نہیں" کی جگہ "کہیں" بنایا۔ اس اصلاح سے تعقید کا عیب رفع ہو گیا۔
کامل سے گدائے میکدہ بنکر ہوا ہوں اس لیے حاضر کہ دیکھوں آج ساقی کی مروت ہے کہاں تک ہے
اصلاح سے " " " " " " " ہمت ساقی دریا دل " "
ثانی مصرع میں "آج" کی جگہ "ہمت" اور "کی مروت" کی جگہ "دریا دل" بنا کر شعر کا پایہ بلند کر دیا۔ اس کے سوا "آج" اور "مروت" دونوں حشو واقع ہوئے تھے۔ اس اصلاح سے یہ عیب بھی رفع ہو گیا۔
کامل سے اہل غیرت نہیں شرمندۂ احسان ہونگے جان دیدیں گے نہ منت کش درمان ہونگے
اصلاح سے زندگی میں تو نہ " " " " " جو " " "

مصراعی کا نہیں ملتا ہیں کچھ نہیں "ملنا" کا موقع تھا۔ بجائے اسکے "سواری تک نہیں" خوب بنایا۔ دوسرے مصرع میں "دو کی کی" جمع تھے۔ مضاف الیہ و مضاف کے بیچ میں رسالت حائل تھی۔ اس ترمیم و اصلاح سے سب عیب رفع ہوگئے۔

کامل ۔ خدا کے واسطے تلاؤ ماجرا کیا ہے   محفل کے سامنے کامل ہو سر جھکائے ہو

اصلاح ۔ " " کہدو معاملہ " " " " " " " "

اول مصرع میں "تلاؤ ماجرا کیا ہے" کی جگہ "کہدو معاملہ" خوب بنایا۔ تلاؤ میں لفظی نقص یہ کہ لام زائد قابل ترک ہے۔ معنوی نقص یہ کہ تلانا اشارے کنائے سے بھی ہوتا ہے جس میں ابہام ہوتا ہے۔ اور کہدو میں صاف صراحت ہے۔

کامل ۔ بیتر ہیں کے جو دھولی ہیں تم رہا کے ہوئے   ہیں شمع رُو سے بعد سوز کو لگائے ہوئے

اصلاح ۔ بیر دھولی ہے اس واسطے " "   کہ لو ہے شمع رخوں سے جگر " "

اول مصرع میں "بیتر ہیں کے" الخ۔ بکڑا لکھا تھا۔ بجائے اس کے "بیتر دھولی ہے" بناکر شعر کو صحیح کردیا۔ اور دوسرے مصرع میں "ہیں شمع رُو سے" الخ کے بدلے "کہ لو ہے شمع رخوں سے جگر" بناکر معنوی خوبی پیدا کردی۔ اور سب مناسبات جمع رہے۔

کامل ۔ سلف کی بہ سمی کا لے بلبل رہا ہے   چمن میں آج گل بدلا ہوا رنگ ترا ہے

اصلاح ۔ " " " مخالف ہر رہا ہے   نئے گل ہیں نئی بلبل بنا سا ہے " "

اول مصرع میں "لے بلبل" کی جگہ "مخالف اک" بناکر جو معنوی خوبی پیدا کردی وہ اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ ابتدائی مصرع میں "چمن میں آج گل الخ" کی جگہ "نئے گل الخ" بناکر مطلع کو حسن و خوبی بنا دیا۔ اور حسن طلاع بھی صنعت تقسیم کے پردے میں جلوہ گر ہونے لگا۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ اصلاح ہے۔

کامل ۔ حوادث کی نہایت سخت اسیر چوٹ پڑتی ہے   سمند عمر کو کیسا نہ آیا تازیانہ ہے

اصلاح ۔ " " " " " "   " تشویش دل اک " "

دوسرے مصرع میں "کیسا نہ آیا" کی جگہ "تشویش دل اک" بناکر شعر میں جو معنوی خوبیاں پیدا کردیں وہ ارباب ذوق سلیم سے مخفی نہیں

اول مصرع (فعل مذموم الخ) کچھ نہ تھا۔ اسکی ثقالت کو "سبک" کے لفظ سے سبک بنا دیا اور شعر میں فصاحت بندش میں چستی پیدا کر دی۔

کامل سے چشم گریاں کی مری دیکھ کے طغیانی کو حضرت نوح ہیں بھو لے ہوئے طوفان اپنا
اصلاح سے " " " دیکھ لیں طغیانی بھی " " نے دیکھا تو ہے " "

اول مصرع میں "دیکھ کر" کی جگہ "دیکھ لیں" اور "کو" کی جگہ "بھی" بنایا۔ اس اصلاح سے جو ترقی پیدا ہو گئی وہ محتاج تعریف نہیں ہے اور دوسرے مصرع میں "ہیں بھولے ہوئے" کی جگہ "نے دیکھا تو ہے" بنا کر شعر میں فصاحت اور بیان میں روانی پیدا کر دی۔ "نوح ہیں" میں دو واحد المخرج حروف کے جمع ہو جانے سے جو ثقالت تھی۔ اس اصلاح سے رفع کر دی گئی۔ شعر میں معنوی ترقی پیدا ہو گئی۔ استادانہ اصلاح ہے۔

کامل سے ایک بھی تو نے نکالی نہیں حسرت میری دل میں لے کے لیے جاتا ہوں میں ارمان اپنا
اصلاح سے ایک کا ایک مخالف ہے خدا خیر کرے کہ ادھر شرم تری ہے ادھر ارمان اپنا

اس ترمیم سے شعر میں جو ترقی پیدا ہو گئی وہ ارباب ذوق سلیم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اہل زبان کی کس زبان سے تعریف کیجاوے۔

کامل سے عیاں ہر چیز میں اس صانع مطلق کی صنعت ہے نظر ہم کو نہیں آئے تو یہ نقص ہمارا ہے
اصلاح سے " " " " نہ سوجھے کور باطن کو " " "

دوسرے مصرع میں "نظر ہم کو نہیں آئے" کی جگہ "نہ سوجھے کور باطن کو" بنا کر شعر میں معنوی ترقی پیدا کر دی (نہیں) کا موقع نہ تھا۔ اسلیے "نہ" بنایا گیا۔

کامل سے نگاہ رشک سے ہیجا رے کیونکر نہیں دیکھیں مرے ساقی کی مجھ پر آج کل چشم عنایت ہے
اصلاح سے کباب سیخ کی صورت جلا کرتے ہیں مے کش " " "

اول مصرع کی ترمیم سے شعر میں جو مناسبت پیدا ہو گئی وہ محتاج تعریف نہیں۔ استاد نے شعر کو معراج کمال پر پہونچا دیا۔

کامل سے سواری کا نہیں ملنا مسافت دور کی کامل سخن کی بزم کی برسات میں شرکت اک آفت ہے
اصلاح سے سواری کا نہیں بعد مسافت اسقدر کامل بھری برسات میں بزم سخن بھی تازہ آفت ہے

کامل ۔ معاملہ حق ۔ جو سہرا اے ناصحاں ہم سے ۔ نہیں ٹوٹینگی مادر کر گلوں کی ڈالیاں ہم سے

اصلاح ۔ " " " گلوں کو رحم کب ہوتا جھکیں کب " "

دوسرے مصرع میں (نہیں ٹوٹیں گی مادر کر) یہ ٹکڑا کچھ نہ تھا۔ بجائے اس کے "گلوں کو رحم کب ہوتا" ساکر شعر میں فصاحت و سلاست پیدا کر دی۔

کامل ۔ عدو نے حلیاں کھا کر کشیدہ کر دیا اس کو ۔ نہیں تو بیر جی اتی ۔ کر تا دل سماں ہم سے

اصلاح ۔ " " " کھچا رہتا ہے اردو کی طرح " " "

دوسرے مصرع میں (نہیں تو بے رحی اتی) کی جگہ "کھچا رہتا ہے اردو کی طرح" ساکر شعر میں معنوی خوبیاں پیدا کر دیں اور لطف زبان و محاورہ بڑھا دیا۔

کامل ۔ ماررر سے ہیں گندھی پھولوں کی کلیاں ہیں ۔ سے بانک ہے جھکا راد اس سہرا

اصلاح ۔ " " " کہیں گل ہے کہیں غنچہ کہیں کندن سہرا

مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں جو برکت و لطافت پیدا ہو گئی وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں ۔ اصلاح کیا ہے کرمع کاری ہے۔

کامل ۔ مار آ اے بوالہوس ماتھ یہ گھس تدبیر کے ۔ مٹ نہیں سکتے کبھی لکھے ہوئے تقدیر کے

اصلاح ۔ فکر کرتے کرتے ماتھے گھس گئے " " مٹ سکے لیکن ۔ کچھ کتنے مری " "

پہلے مصرع میں "مار آ اے بوالہوس" کی جگہ "فکر کرتے کرتے" اور "ماتھ یہ گھس" کی جگہ "ماتھے گھس گئے" ساکر شعر میں جو خوبی پیدا کر دی ہے وہ ارباب فن سے مخفی نہیں۔ اور دوسرے مصرع میں "مٹ نہیں سکتے" کی جگہ (مٹ سکے لیکن ۔ کچھ کتنے) ساکر مطلع میں برجستگی پیدا کر دی۔

کامل ۔ داغ دل میں مرے گل سے ہے سوا رنگینی ۔ رشک گلزار جہاں ہے یہ گلستاں ایسا

اصلاح ۔ " " رنج گل سے " " " " زمانہ ہے " "

اول مصرع میں "مرے" کی جگہ "رنج" ساکر حشو کا عیب رفع کیا۔ اور دوسرے میں "جہاں ہے یہ" کی جگہ "زمانہ ہے" بنایا ۔ اصلاح سے شعر میں روانی اور بندش میں چستی آ گئی۔

کامل ۔ فعل مذموم تو دنیا میں نہیں اس سے سوا ۔ کر کے احساں جتائے کوئی احساں ایسا

اصلاح ۔ سنگ انساں کو کرتی ہے جہاں میں یا ادا " " " " "

کامل: اہل محفل نے نہین فریاد جب اُسکی سنی — شمع بیچاری کہے کس سے ستم گلگیر کا
اصلاح: 〃 〃 سنتے ہین مظلوم کی فریاد کب؟ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اول مصرع مین "اہل محفل نے نہین فریاد" یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا بجائے اوس کے "سنتے ہین مظلوم کی فریاد کب" بناکر شعر مین ادبی خوبی پیدا کردی۔

کامل: زاہدون کا سودائی ہونیکے سوا کیا ہے قصور — مجھکو تم زنجیر پا کیون کرکے زندان کیلیے
اصلاح: زلف کا دیوانہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع مین "زاہدون کے" اچھا نہ تھا۔ "زاہدون" کا ہجا ہیچ تھا۔ بجائے اسکے "زلف کا دیوانہ" بناکر سلاست و روانی پیدا کردی۔ اور "سودائی کی ی" دب کر ادا ہوتی تھی یہ نقص رفع ہوگیا۔

کامل: مانا کہ حشر کے دن وہ بے نقاب ہوگا — دیکھے گا کوئی کیونکر جلوہ حجاب ہوگا
اصلاح: 〃 〃 〃 〃 — لیکن جمال صورت ہم کو 〃 〃

دوسرے مصرع مین "دیکھے گا کوئی کیونکر" کی جگہ "لیکن جمال صورت ہم کو" بناکر استاد نے مطلع کو مثل مطلع خورشید درخشان بنا دیا۔

کامل: جتنی تری ہو خواہش مظلوم کو ستالے — اس کا حساب ظالم روز حساب ہوگا
اصلاح: دل دے چکے ہین اب تو اچھا ہمین ستالے 〃 〃 〃 〃 〃

پہلا مصرع کچھ نہ تھا۔ اس لیے ترمیم کیا گیا۔ "دل دے چکے ہین" کے ٹکڑے نے شعر مین رنگ تغزل پیدا کردیا۔ استادانہ اصلاح ہے۔

کامل: کہان ممکن ہے یہ تم چھپ سکو اے جان جان ہم سے — تمھین ہم دیکھتے ہین ہر طرف کیون ہو نہان ہمسے
اصلاح: یہ پردہ بے سبب رکھا ہے کیون 〃 〃 — نظر آتے ہو جب ہر شے مین تو کب ہو 〃 〃

اول مصرع مین "کہان ممکن ہے یہ تم چھپ سکو" کی جگہ "یہ پردہ بے سبب رکھا ہے کیون" بناکر جو خوبی اسلوب بیان مین پیدا کردی وہ ارباب ذوق سلیم سے مخفی نہین۔ اور دوسرے مصرع مین "تمھین ہم دیکھتے ہین ہر طرف کیون" کی جگہ "نظر آتے ہو جب ہر شے مین تو کب الخ" بناکر انداز بیان مین خاص لطف پیدا کردیا جس کی تعریف نہین ہوسکتی حقیقت یہ ہے کہ اب یہ مطلع کچھ اور پایہ کا ہوگیا۔

کامل: اہلِ انس کی نظر میں نہیں جچتے وہ لوگ — محروم رہا ہے جنھیں رشتۂ آشنائی کا

اصلاح: " " " " " عزت اُن کی " " " "

اول مصرع میں "نہیں جچتے وہ لوگ" کی جگہ "نہیں عزت اُن کی" بنایا۔ ثانی مصرع میں رشتہ کا لفظ بھی اس کے تقابل کا ہے۔

کامل: عجب مضمون رکھتی ہے تری تحریر جلی میں — کہ لا سکتی نہیں ہرگز اُسے تقریر خشکی میں

اصلاح: دباتا ہوں قلم کو جب رقم کرتا " " — تو آجاتی ہے گویا قوت تقریر " "

اول مصرع میں "عجب مضمون رکھتی ہے" کی جگہ "دباتا ہوں قلم کو جب رقم" بنایا جس سے ردیف میں معنویت اور بیان میں سلاست پیدا ہو گئی اور ثانی مصرع میں "کہ لا سکتی نہیں ہرگز اُسے" کی جگہ "تو آجاتی ہے گویا قوت" بنایا۔ اس اصلاح نے جو ادبی خوبی شعر میں بٹھا دی ہے وہ مستغنی از داد ہے۔ "گویا" کے لفظ نے کیا کیا خوبیاں پیدا کی ہیں اور تقریر کے لیے کس قدر برمحل لفظ ہے۔

کامل: لطف ہر ہر لفظ میں ہے دعویٰ تقریر کا — کیوں نہیں مقبول ہو مضمون مری تحریر کا

اصلاح: " " " " " " " " — یعنی ہے میری زباں کا عہد " "

دوسرے مصرع میں "کیوں نہیں مقبول ہو مضمون" کی جگہ "یعنی ہے میری زباں کا عہد" بنایا۔ اس اصلاح سے دعویٰ تحریر کا کس قدر مدلل ثبوت ہو گیا۔ استادانہ اصلاح ہے۔ سبحان اللہ کیا نازک خیال ہے۔

کامل: ہے یقیں ہو گا وہی جو ہے لکھا تقدیر کا — حکم ہے لیکن بشر کے واسطے تدبیر کا

اصلاح: رزق قسمت کا ملا کرتا ہے " " " " " " "

اول مصرع کی ترمیم نے شعر میں کس قدر فصاحت اور بیان میں فصاحت و سلاست پیدا کر دی۔ سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے۔

کامل: پائداری دارِ فانی کی نہیں یار — مضمون کو شوق کیوں ہے قصر کی تعمیر کا

اصلاح: جب ہوا ثابت کہ دنیا ہے سرائے بے ثبات " " " " " "

پہلے مصرع میں "دار فانی" لکھا تھا شاید کتابت کی غلطی ہو۔ "دار دنیا" کے بدلے لکھ دیا ہو۔
اس اصلاح سے شعر میں جان اور لطافت پیدا ہو گئی ہے۔

کامل — سگانِ کوچۂ جانان خوشی سے کھاتے ہیں — تن تخیف میں ہوتا جو استخوان کا پتہ
اصلاح — ہما سمجھ کے غذا اپنی لئیے جاتے ہیں " " " "
اول مصرع بیت "ہما سمجھ کے غذا اپنی لئیے" بجائے "سگان" کے خوب بنایا۔ شعر میں لطافت
اور سلاست آگئی۔ توالی اضافات کا نقص جاتا رہا۔
کامل — کوئی رہا بھی جو آیا ہو اِن فاتی میں — نشان نہ پیر کا باقی رہا نہ ہے جوان کا پتہ
اصلاح — فنا ہوا وہ جو " " " " " " "
اول مصرع میں بجائے "کوئی رہا بھی" کے "فنا ہوا وہ" بنا کر شعر میں سلاست و روانی پیدا کر دی
کامل — دم نکلتا ہے تری ہجر سے شیدائی کا — کچھ تماشا تو دکھا جاؤ مسیحائی کا
اصلاح — غیر ہے حال " " " " " " "
اول مصرع میں "دم نکلتا ہے" کی جگہ "غیر ہے حال" بنا کر مطلع کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔
سبحان اللہ کیا نکتہ رسی ہے۔
کامل — جس نے دیکھا نہیں جلوہ تری یکتائی کا — اُسکی آنکھوں کو نہیں لطف ہے بینائی کا
اصلاح — " " " " " " — میں بڑا نقص " " " "
ثانی مصرع میں بجائے "آنکھوں کو نہیں لطف ہے" کے "آنکھوں میں بڑا نقص ہے" بنا کر مطلع کو
ادبی نقص سے پاک کر دیا۔
کامل — وحشتِ دل کا تقاضا تھا کہ محمل سے نکل — پاس لیلےٰ کو ہوا قیس کی رسوائی کا
اصلاح — اپنی محمل سے قدم تک نہ نکالا باہر " " " " "
اول مصرع کے الفاظ کو اُلٹ پھیر کر کے استاد نے شعر کو بلند کر دیا اور وحشتِ دل کا تقاضا لیلےٰ کو
نہیں تھا بلکہ مجنون کو تھا۔ اصلاح سے یہ نقص بھی رفع ہو گیا۔
کامل — خوبی و حسن کا یوسف کے نہ کچھ نام رہا — جب سے شہرہ ہوا اُس یار کی رعنائی کا
اصلاح — حسنِ یوسف کی زمانے میں نہ کچھ قدر رہی " " شہرہ " " " "
اول مصرع کی ترمیم سے شعر میں جو ادبی خوبی پیدا ہو گئی وہ ارباب ذوق سلیم سے پوشیدہ نہیں۔
کیا معقول اصلاح فرمائی۔

اس اصلاح سے یہ عیب بھی رفع ہوگیا۔

کامل: جان فدا کی جھرا دیئے جاناں دیکھ کر — کی ہے قربانی ہلال عید قرباں دیکھ کر
اصلاح: جان دیدی " " " — ہوگیا قرباں " " "

اول مصرع میں "فدا کی" کی جگہ "دیدی" بنا کر جو خوبی استاد نے پیدا کردی وہ بیان قلم سے ادا نہیں ہو سکتی۔ اور دوسرے مصرع میں "کی ہے قربانی" کی جگہ "ہوگیا قرباں" بنایا۔ کی ہے قربانی اور ہوگیا قرباں میں جو باریک فرق ہے وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں۔ قرباں کے لفظ نے عاشق کی بیخودی کا ثبوت دیدیا۔

کامل: گمرہی عشاق سے بعد فنا اکثر رہی — راستہ کترا گئے گور غریباں دیکھ کر
اصلاح: مرنے والوں سے تو اتنی بے رخی لازم نہ تھی — " " " " "

اول مصرع کی ترمیم نے جو ادبی خوبی اور معاملہ شعر کو بڑھا دیا۔ مصرع میں چستی اور بیان میں سلاست پیدا ہوگئی۔ وہ بھی نہیں استادانہ اصلاح ہے۔

کامل: کرتی ہے محسوس مجھے رنگین ادا برسات کی — کم نہیں لیلے سے ہے کالی گھٹا برسات کی
اصلاح: " " " " — غیرت لیلے ہے " " "

ثانی مصرع میں "کم نہیں لیلی سے ہے" کی جگہ "غیرت لیلے ہے" بنا کر مطلع میں فصاحت و سلاست پیدا کردی۔ اچھی اصلاح ہے۔

کامل: کسے خیال سے ہوا ہوں گلستاں کا پتہ — قفس میں - سے پوچھو آشیاں کا پتہ
اصلاح: مرغ گل کی ہے محکوم بوستاں کا پتہ — " " "

اول مصرع کی ترمیم نے معنوی جو شان مطلع میں پیدا کردیں وہ ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے۔

کامل: مشاعرے میں تعلّی سے کام کیا چلتا — زباں دراز کی پا گیا زبان کا ثمر
اصلاح: " " " " — غلط محاورے نے دیدیا " " "

ثانی مصرع میں "زباں دراز کی پا گیا" کی جگہ "غلط محاورے نے دیدیا" بنانے سے جو ادبی خوبی پیدا ہوگئی ہے اظہر من الشمس ہے۔

ثانی مصرع مین بجائے "جو دوسرے" کے "جو ہے وزیر" بنا کر مطلع کو بلند تر بنا دیا۔ اور وزیر شاہ کے الفاظ نے صنعت تقابل کا لطف پیدا کر دیا۔

کامل سے کوسون ہے دور ریختہ گوئی سے وہ پڑا — جس کی غزل مین لطف نہین بول چال کا

اصلاح سے " " جادۂ ملک سخن سے وہ " " " " " "

اول مصرع مین بجائے "ریختہ گوئی سے وہ پڑا" کے "جادۂ ملک سخن سے وہ" بنا کر کلام مین جو خوبی پیدا کر دی وہ مستغنی از داد ہے۔ کوسون کے واسطے جادۂ ملک سخن ہی کی ضرورت تھی۔

کامل سے تیر نظر کا زخم بھی کیسا برا ہے زخم — لیتا نہین ہے نام کبھی اندمال کا

اصلاح سے " " " " منہ دیکھتا نہین ہے " " "

ثانی مصرع مین "لیتا نہین ہے نام" کی جگہ "منہ دیکھتا نہین ہے" خوب بنایا۔ کس قدر محاورے مین ڈوبا ہوا الفاظ ہے۔ سبحان اللہ۔

رباعی کامل

مطلق نہین کامل کا خیال اے کامل — زیبا ہے جو ہو دل کو ملال اے کامل
کس طرح ترقی ہو کسی کو حاصل — باقی نہین اب قدر کمال اے کامل

اصلاح سے کیا شعر و سخن کا ہے مآل اے کامل " " " "
" " " " مفقود ہے " " " "

اول مصرع مین "مطلق نہین کامل کا خیال" کی جگہ "کیا شعر و سخن کا ہے مآل" بنا کر مصرع مین چستی اور بیان مین روانی پیدا کر دی۔ اور چوتھے مصرع مین "باقی نہین" کی جگہ "مفقود ہے" بنایا۔ سبحان اللہ کیا خوب صورت لفظ رکھ دیا جس کے محاسن کی تعریف نہین ہو سکتی۔ اصلاحون نے رباعی کا لطف چوگنا بڑھا دیا۔

کامل سے تیار رہو ہر گھڑی ہو تم اے مسافرو — نقارہ کب بجا دے اجل ارتحال کا

اصلاح سے تیار رہنا چاہیے تم کو مسافرو " " " "

اول مصرع مین "ہر گھڑی" کے پھیر سے استاد کامل نے جو سلاست اور روانی پیدا کر دی وہ مخفی نہین مسافرو مین واو جمع ندا کا کام دے رہا تھا۔ پھر اس پر اے مسافرو لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔

ثانی مصرع میں "جو سوچئے الم" کی جگہ "اتر گئے وہ نظر سے" بنا کر لطف زبان و محاورہ کا ثبوت دیا۔ کیا پاکیزہ اصلاح ہے۔

رباعی۔ کامل

لاحق ہے ترقی کی تمنا کامل　　بے قدر رہا کمال والا کامل
حسب قدر کی تکمیل کا حاصل ہے زوال　　ہے نقص کمال کا نتیجہ کامل

اصلاح ۔ " " " " " "
" " " " ظاہر ہے کمال کا نتیجہ کامل

چوتھے مصرع میں بجائے "ہے نقص" کے "ظاہر ہے" بنا دیا۔ اسکی خوبی اظہر من الشمس ہے سبحان اللہ کیا اصلاح ہے۔

کامل ۔ رفتار وہ کہاں ہے کسی راہوار میں　　ہے جس طرح کی ابلق لیل و نہار میں ۔
اصلاح ۔ " " " " جو تیزیاں ہیں " " "

مصرعۂ ثانی میں "ہے جس طرح کی" کے بجائے "جو تیزیاں ہیں" بنا کر تیزی رفتار کا کیا خوب لطف دکھایا ہے کیا معقول اصلاح ہے

کامل ۔ دامن کو جن کے خاک کبھی چھو سکی نہ تھی　　کیونکر ہیں زیر خاک وہ گرد و غبار میں
اصلاح ۔ آتی تھی جن کو نیند نہ پھولوں کی سیج پر　　سوتے ہیں وہ " " "

اول مصرع کو بدلکر ثانی مصرع میں بجائے "کیونکر ہیں" کے "سوتے ہیں" بنا کر شعر کا پایہ بلند کر دیا استادانہ اصلاح ہے۔

کامل ۔ صبا کا شکر کر دو پڑھ کے تم غزل کامل　　زبان کا لطف رہا طرز گفتگو نہ گئی
اصلاح ۔ بڑا مزا ملا ہم کو کلام کامل سے　　" " " " "

اول مصرع کی ترمیم سے جو لطف زبان و بندش میں خوبی آگئی ہے وہ محتاج بیان نہیں اور لفظ مزا نے لفظ زبان کے ساتھ مناسبت پیدا کر دی۔ وہ اہل مذاق سے مخفی نہیں۔

کامل ۔ شیدا ہوں جان و دل سے میں جوش جمال کا　　گرویدہ سب ہے جہان عدیم المثال کا
اصلاح ۔ " " " " جو ہے وزیر شاہ " "

کامل سے لب ترنم پہ ترے بند ہے مجھ کام رہا — کوئی ساعت شب ہجران میں نہ آرام رہا

اصلاح سے " " " " رات بھر مجھ سے جدا ہجر میں " "

ثانی مصرع میں بجائے "کوئی ساعت شب ہجران میں نہ" کے "رات بھر مجھ سے جدا ہجر میں" بنایا سبحان اللہ اس ٹکڑے نے شعر میں جو فصاحت پیدا کردی ہے وہ محتاج بیان نہیں رات بھر کی قید نے جو خوبی پیدا کردی ہے وہ خوب ہے اور ہجر کے لئے جدا کا لفظ بھی صنعت تقابل کی خوبی پیدا کرتا ہے۔

کامل سے میرا خورشید خرامان جو لب بام رہا — ایک ہنگامہ بپا صبح سے تا شام رہا

اصلاح سے جلوہ افروز جو دن بھر لب بام رہا " " " "

مصرعہ اول میں بجائے "میرا خورشید خرامان جو" کے "جلوہ افروز جو دن بھر الخ" بنا کر جو لطافت و نزاکت شعر میں پیدا کردی وہ مستغنی از داد ہے۔ دن بھر کی قید سے صبح سے تا شام کا ثبوت ہوگیا۔ کیا استادانہ اصلاح ہے۔

کامل سے نقد جاں دنیا میں ہم کھو کر چلے — لوٹ کے یوں پردیس میں اب گھر چلے

اصلاح سے " " " " " " پردیسی مسافر " "

مصرعہ ثانی میں "یوں پردیس میں اب" کی جگہ "پردیسی مسافر" بنایا۔ سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے۔ پردیسی مسافر کا ایک ایسا ٹکڑا رکھدیا ہے جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ علاوہ اس کے "اب" حشو تھا وہ بھی نقص رفع ہوگیا۔

کامل سے سرفرازی اس کو کامل کیوں نہو — خاکساری سے جو یاں جھک کر چلے

اصلاح سے " " " " اہل دولت ہو کے جو "

ثانی مصرع میں "خاکساری سے جو یاں" کی جگہ "اہل دولت ہو کے جو" بنایا۔ کیا معقول اصلاح ہے۔ واقعی اہل دولت ہی کو خاکساری کی ضرورت ہے ورنہ گدا اگر تواضع کند خوے اوست کا مصداق ہے۔ اور "یاں" جو اب متروک ہے وہ بھی نکل گیا۔

کامل سے ذلیل ہونا محبت میں عین عزت ہے — جو سر جھکا تو حقیقت میں آبرو نہ گئی

اصلاح سے " " " " مگر گرے جو نظر سے تو " "

مروج کا لفظ ہے اس لحاظ سے صنف اشعار میں بھی اس ترمیم سے پیدا کر دی۔

کامل — میری حسرت وصل سے خاطر آشنا ہے کیا غرض ہے عالم ایجاد کی ایجاد سے

اصلاح — سامنا ہوتا تو ہم آشنا ہیں اسے پوچھتے " " " "

اول مصرع کی ترمیم سے جو سلاست و روانی معانی شعر میں پیدا ہو گئی وہ محتاج بیان نہیں سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے۔

کامل — طائر رنگ حنا ہے کلیں پر چائے گیں بادہ لے بار نگاہ ملل باستا دے

اصلاح — " " " " " بادہ بر " "

ثانی مصرع میں کلائے لفظ لے کے بر بنایا جس سے شعر میں وہ قوت پرواز پیدا ہو گئی کہ زمین سے آسمان پر پہنچ گیا۔ سبحان اللہ ایسی اصلاح کی تعریف نہیں ہو سکتی کہ ایک لفظ "بر" کے بنا دینے سے شعر میں کیا بات پیدا ہو گئی۔ یہ اصلاح نہیں اعجاز ہے۔

کامل — اعتبار کچھ اس میں ہیں خیال میں میں تجھ کو دیکھ سکوں یہ تری مجال نہیں

اصلاح — ہر ایک دیکھ سکے وہ ترا جمال نہیں نظر اٹھانے کی موسیٰ کو بھی " "

اس ترمیم سے جیسا اس مطلع کو طور کمال تک پہنچا دیا وہ ارباب فن اور اہل نظر سے مخفی نہیں۔ سبحان اللہ کیا اصلاح ہے۔

کامل — عدد ہو مرمقابل مرا محال نہیں یہ کھانے تیر کو یہ ہمت سفال نہیں

اصلاح — " " " " حریف تیر ہو " " "

ثانی مصرع میں بجائے "کھانے تیر کو" کے "حریف تیر ہو" بنا کر مطلع کو کس قدر بلند بنا دیا کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔

کامل — کہا حریفوں نے کل آپ نے کہا کیا تھا وہ منس کے بولے مجھے رنج کچھ خیال نہیں

اصلاح — " " " " لے گئے ہیں دل " " " "

اول مصرع میں بجائے "آپ نے کہا کیا تھا" کے "لے گئے ہیں دل" بنا کر جو حرکت شعر میں پیدا کر دی ہے۔ وہ مستغنی از داد ہے۔ شعر میں سلاست و روانی آگئی لطف زبان پیدا ہو گیا اچھی اصلاح ہے۔

تقابل کا لفظ نفع پیدا ہو گیا اور بجائے "ہے" کے ہین بن جانے سے ردیف سنبھل گئی۔ سبحان اللہ کیا نکتہ رسی ہے۔

کامل سے برا سمجھتے ہو رندون کو کیا سبب اے شیخ خیال تم نے بھر ہے ہین درون سر کیا کیا
اصلاح سے " " "کس لیے" " اجی یہ مول لیے تم نے درد سر کیا کیا

اول مصرع مین بجائے "کیا سبب" کے "کس لیے" بنا کر شعر مین سلاست اور روانی پیدا کر دی اور ثانی مصرع مین بجائے "خیال تم نے بھر ہے ہین درون سر" کے "اجی یہ مول لیے تم نے درد" بنایا سبحان اللہ اس اصلاح نے جو لطف زبان شعر مین پیدا کر دیا ہے وہ ارباب ذوق سلیم سے مخفی نہین۔

کامل ہے ناصح اپنی سی تو روز کہا کر تہین ہم اُنھین کچھ نہین کہتے ہین سنا کر تہین
اصلاح سے " " " " منہ سے ہم " " " " "

ثانی مصرع مین بجائے "ہم اُنھین" کے "منہ سے ہم کچھ نہین کہتے ہین الخ" بنا کر شعر مین جو خوبی پیدا کر دی وہ محتاج بیان نہین۔ سبحان اللہ کیا بلاغت شعر مین آگئی ہے۔

کامل سے نہ دنیا کی خوشی سے خوش نہ قید بیجا پر غم ہو نہ خندان صورت گل ہو نہ گریان مثل شبنم ہو
اصلاح سے بشر وہ ہے کہ دنیا مین جسے شادی ہو یا غم ہو " " " " " "

اول مصرع کی ترمیم نے اس مطلع کو مطلع خورشید درخشان بنا دیا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ کیا پاکیزہ اصلاح ہے کیا لطف زبان ہے۔

کامل سے تصور مین لب شیرین کے ہونٹوں پہ ہے دم اپنا خیال شکرستان کیا عجب ہیر سے لیے سم ہو
اصلاح سے " " — " " " " یہ نوش " "

ثانی مصرع مین بجائے "خیال" کے "یہ نوش" بنا کر جو تناسب مطلع مین پیدا کر دی وہ ارباب ذوق سلیم سے مخفی نہین۔ سبحان اللہ کیا اُستادانہ اصلاح ہے۔

کامل سے دل مجروح کو عادت نہین احسان سہنے کی دہان زخم پھر رگ زن سے کیون خواہان مرہم ہو
اصلاح سے " " " " " " " کیون جراح " " "

ثانی مصرع مین بجائے "پھر رگ زن سے کیون" کے "کیون جراح سے" بنا کر شعر کو نشتر سے تیز کر دیا بجائے رگ زن جراح کا لفظ اس مصرع مین کس قدر مناسب تھا ہے اس کے ماسوا اول مصرع مین

کامل - آج تک مین نے تو ایسا نہ معما دیکھا　　اُن کا خط دیکھا کہ تقدیر کا لکھا دیکھا

اصلاح - دور سے قاصد مین شگفتہ یہ شگوفا دیکھا　〃 〃 〃 〃 〃 〃

اول مصرع مین بجائے "آج تک مین نے الخ" کے "دور سے قاصد مین شگفتہ یہ شگوفا" بنا کر مطلع کو وہ روشن بنا دیا کہ اظہر من الشمس ہے۔ خط کے لیے قاصد کا لفظ ضروری تھا اور شگفتہ شگوفا نے جو لطافت و نزاکت پیدا کر دی وہ ارباب فن سے مخفی نہین۔ سبحان اللہ کیا اصلاح ہے۔

کامل - مین نے جب سے یہ ترسا ترا چلیپا دیکھا　　دھیان دل کا ہے دم سوئے کلیسا دیکھا

اصلاح - 〃 〃 〃 〃 کعبۂ دل مین نہان قصر 〃 〃 〃

ثانی مصرع مین بجائے "دھیان دل کا ہے دم سوئے کلیسا" کے "کعبۂ دل مین نہان قصر کلیسا" بنا دیا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ کلیسا کے ساتھ کعبہ کے لفظ نے آکر لطف تقابل پیدا کر دیا جس سے مطلع مطلع آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا اور معنوی خوبیون کے ساتھ بلاغت کا مزا آ گیا۔

کامل - مرے یارا نے فلک ترا سینہ نہ چھید دے　　اک تیر ہے دھوان مرے دل کے بخار کا

اصلاح - ساتون فلک مین ہون نہ کہین رخنے ہزار ہا　〃 〃 〃 〃 〃 〃

اول مصرع کی ترمیم سے شعر ایسا بلند ہوا کہ فلک ہفتم سے زیادہ اُس کی رسائی ہو گئی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ اس اصلاح نے جو جو خوبیان شعر مین پیدا کر دی ہین وہ محتاج تعریف نہین حقیقت تو یہ ہے کہ مستغنی از داد ہے۔

کامل - کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کتنے انسان　　بت کو کیون پوجتے ہین بندۂ یزدان ہو کر

اصلاح - 〃 〃 〃 کہ اپنے جہان　〃 〃 〃 〃

اول مصرع مین بجائے "کتنے انسان" کے "اپنے جہان" بنا دیا۔ اسے سبحان اللہ اس لفظ نے کس قدر سلاست و فصاحت پیدا کر دی۔

کامل - یاس و رنج و غم و حرمان کو نہ کیون پیار کرون　　میرے دل مین یہ رہا کرتے ہین مہمان ہو کر

اصلاح - کر چکا جنکو لیے دیر و حرم کی گردش　〃 وہ 〃 〃 〃 〃

اول مصرع کی ترمیم سے جو بلندی شعر مین پیدا ہو گئی وہ محتاج بیان نہین اور ثانی مصرع مین "یہ" کی جگہ "وہ" بنا کر مصرع کو مربوط کر دیا۔ سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے۔

کامل ــ تجھے غفلت ہے کیوں عیسے سے کامل　بڑا ناداں ہے دنیا میں سمجھتا ہے
اصلاح ــ 〃 〃 〃 〃 〃　ملے ناداں دنیا سے دوا ہے
ثانی مصرع کی ترمیم سے شعر میں سلاست اور بیان میں روانی جو پیدا ہوئی وہ اظہر من الشمس ہے
کامل ــ دوئی کا پردہ اگر دل سے دور ہو جاتا　وصال یار میسر ضرور ہو جاتا
اصلاح ــ اگر حجاب دوئی 〃 〃 〃 〃 〃
اول مصرع میں بجائے "دوئی کا پردہ اگر" کے "اگر حجاب دوئی" بنا کر مطلع کو فصیح بنا دیا اور سلاست کو دوبالا کر دیا۔ اچھی اصلاح ہے۔
کامل ــ آتے جو تھوڑی وعدے تو کر دیے ہوتے　قرار دل کو تو کچھ اے حضور ہو جاتا
اصلاح ــ 〃 〃 〃 تو کر لیے 〃 〃 〃 〃 〃 رشک حور 〃 〃
اول مصرع میں بجائے "تو کر دیے ہوتے" کے "تو کر لیے ہوتے" بنا کر لطف زبان و محاورہ کا ثبوت دیا اور ثانی مصرع میں بجائے "کچھ اے حضور" کے "اے رشک حور" بنا کر اس نقص کو رفع کر دیا اور یہ نوٹ تحریر فرمایا کہ معشوق کو حضور لکھنا اسے عاشق کے علاوہ 〃 ہے
کامل ــ اگر رحمت حق ہوتی میرے ساتھ وہاں　اسیر بخل فسق و فجور ہو جاتا
اصلاح ــ شریک حال ہوتا اگر کرم تو ہیں 〃 〃 〃 〃
اول مصرع میں بجائے "اگر رحمت حق" کے "اگر شریک حال ہوتا" بنا کر شعر میں فصاحت کا رنگ بھر دیا اور لطف زبان کو دوبالا کر دیا سبحان اللہ کیا اصلاح ہے

رباعی۔ کامل

ملتے ہیں کس کے بٹنے ہیں پالتے ہیں　سیکھے ہیں جو ہم سے ہم کو سکھلاتے ہیں
دل میں ہو سمائی اُن کے کیونکر کامل　کم ظرف ذرا سے میں اہل جاتے ہیں
اصلاح ــ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃 〃 〃 〃　جو ظرف کے اوچھے ہیں اُبل جاتے ہیں
چوتھے مصرع میں بجائے "کم ظرف ذرا سے میں اہل" کے "جو ظرف کے اوچھے ہیں" بنا کر جو لطف زبان پیدا کر دیا وہ ارباب فن سے پوشیدہ نہیں۔ سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح ہے۔

تھی ورنہ دشت کو بہار سے کیا تعلق۔ سبحان اللہ کیا نکتہ رسی ہے۔

کامل۔ اے دل قدم نہ رکھنا بیابان عشق مین ۔ اس راہ خوفناک مین وقت کچھا در ہے
اصلاح۔ خارِ غم و الم ہین " " " " "

اول مصرع مین بجائے "اے دل قدم نہ رکھنا" کے "خارِ غم و الم" ہین بنا کر شعر کو جس پایہ کا بنادیا وہ ماہران فن سے مخفی نہین۔ بیابان عشق کے لیے خارِ غم و الم ہی کی ضرورت تھی
سبحان اللہ۔ اچھی اصلاح ہے۔

کامل۔ کوئی بیکار بھی کہ شکوہ بیداد کرتا ہے ۔ مگر کہ خیالِ خاطر ناشاد کرتا ہے
اصلاح۔ ہمیشہ اک ستم تازہ نئی " " " " "

اول مصرع مین "کوئی بیکار بھی کیا شکوہ بیداد" کی جگہ "ہمیشہ اک ستم تازہ نئی بیداد" بنا کر شعر مین وہ جدت پیدا کر دی کہ آفرین صد آفرین۔

کامل۔ فغان یہ وجہ کہ اپنا دل ناشاد کرتا ہے ۔ مصیبت جس پہ پڑتی ہے وہی فریاد کرتا ہے
اصلاح۔ " " " کوئی " " " " " " "

اول مصرع مین بجائے لفظ "اپنا" کے "کوئی" بنا دیا۔ سبحان اللہ اسی ایک لفظ نے کس قدر شعر کو تخصیص سے بچا کر تعمیم کا درجہ عطا کیا اسی کا نام اصلاح ہے اور اسی کو نکتہ پروری کہتے ہین

کامل۔ مریض عشق کو صحت نہ ہوگی ۔ عبث بھی دوستو فکر دوا ہے
اطبا کو عبث

مصرعہ ثانی مین بجائے "عبث بھی دوستو" کے "اطبا کو عبث" بنا کر شعر کے معنوی محاسن کو دوبالا کر دیا۔ علاج مریض کے لیے اطبا ہی کی ضرورت تھی۔

کامل۔ دیئے جا ساقیا بھر بھر جام پہ جام ۔ بہار باغ ہے ٹھنڈی ہوا ہے
اصلاح۔ چلا ا میکدہ مین " " " " "

مصرعۂ اول کی ترمیم سے شعر مین جو خوبی پیدا ہوگئی وہ ارباب ذوق و ماہران فن سے مخفی نہین۔ اور ساقیا کا لفظ جو اب متروک ہے وہ بھی نکل گیا۔ شعر مین روانی آگئی اور لطف زبان پیدا ہو گیا۔

اصلاح ۔ گو سلطنت ملک جہان ہے حاصل — احباب خدم اور حشم ہیں شامل
بیکار ہیں سب ہو تو اگر سر پُر در — دنیا سے سفر کرتا ہے تنہا کامل

اس رباعی کے مصرعۂ چہارم میں بجائے "اکیلا" کے "تنہا" بنا دیا۔ اس کو محروم تنہائے ایسا سنبھال لیا کہ ہر چہار مصرع میں جان آگئی اور لطف بیاں اس حد تک ترقی کر گئے۔ سبحان اللہ اس اصلاح کی کیا تعریف کیجائے

رباعی کامل

؎ قطرے کا لب بحر ٹپکنا کیسا — دُرے کا قریں حور کے جھکنا کیسا
حیواں سے سوا انساں ہیں میری کامل — ململ کا مرے آگے جھکنا کیسا

اصلاح ۔ قطرے کا لب بحر ٹپکنا کیا ہے — دُرے کا سر مہر چمکنا کیا ہے
حادو ہے مری شوخ بیانی کامل — ململ کا مرے آگے چمکنا کیا ہے

اس رباعی کی ردیف یعنی (کیسا) کو "کیا ہے" بنا دیا اور دوسرے مصرع میں بجائے "قریں حور" کے "سر مہر" اور تیسرے مصرع کو بدل کر رباعی میں جو جان پیدا کر دی وہ ارباب بصیرت پر اظہر من الشمس ہے۔ دوم مصرع میں "قریں حور کے" معمولی مستعمل لفظ تھا اس کے ماسوا حور کے تقطیع کرنے میں خرج ہوا جاتا تھا۔

کامل ؎ اے ہم سے بری تری قدرت کچھ اور ہے — اے شان ایزدی تری صنعت کچھ اور ہے
اصلاح ۔ ہیں فلسفی بھی دنگ یہ حکمت کچھ اور ہے — اے صانع ازل " " "

اول مصرع میں بجائے "اے ہم سے بری تری قدرت" کے "ہیں فلسفی بھی دنگ یہ حکمت" اور ثانی مصرع میں بجائے "شان ایزدی تری" کے "صانع ازل تری"، بنا کر شعر کو کس معراج پر پہنچا دیا اور ادائی مطالب میں جس قدر ترقی دیدی ہے وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں۔ واقعی یہ ہے کہ ایسی اصلاحیں بہت کم ہوا کرتی ہیں۔

کامل ؎ ہر وقت دل میں لاکھوں ہی ارمان و شوق ہیں — اس دشت پر بہار کی وسعت کچھ اور ہے
اصلاح ؎ " " " " " " باغ " " " " "

ثانی مصرع میں بجائے "دشت" کے "باغ" بنا دیا حقیقت میں بہار کے لیے باغ ہی کی ضرورت

کثرت سے موت کی ملک الموت کہتے ہیں — طاعون کے بکھیڑون سے ہو گئی بیزار کہ

اول شعر کے ثانی مصرع مین بجائے "پامال موت ایسی ہوئی تھی" کے "تھی معرض خطر مین نشاط" بنا دیا۔ سبحان اللہ کیا صفائی اور روانی پیدا ہو گئی اور اس کے علاوہ موت کا لفظ جو مکرر آگیا تھا وہ بھی نکل گیا۔

کامل — کچھ یہ بھی پیر مغان فطر کا صدقہ ہے ضرور — بادہ میخوارون کو الفت یا عید کے دن

اصلاح — " " " بادہ مے خوار کو بیٹر " " "

ثانی مصرع مین بجائے "میخوارون" کے "میخوار" اور "الفت" کے "بیٹر" بنا کر شعر کو جس پایہ کا بنا دیا وہ ارباب فن سے پوشیدہ نہین "میخوارون" مین واو ساقط ہو رہا تھا اور "و" جمع کا ساقط ہونا غیر مستحسن ہے اس لیے نکال دیا اور "الفت" کی جگہ "بیٹر" نے جو محاسن پیدا کیے ہین وہ بھی قابل لحاظ ہین۔ صدقۂ فطر کے لیے "بیٹر" کا لفظ کس قدر با معنی اور مناسب لفظ ہے جس کی تعریف نہین ہو سکتی۔

کامل — اسکی کچھ پروا نہین سارا زمانہ دیکھ لے — اک ہمین سے آپ کو مد نظر پردا ہوا

اصلاح — سنتے ہین غیرون سے راہ و رسم در پردہ ہے اب " " " "

اول مصرع کو بدل کر شعر کو شعر بنا دیا۔ سبحان اللہ اول مصرع کی ترمیم سے کس قدر ترقی پیدا ہو گئی اور در پردہ کے انتظ نے تو قافیہ کا پردا رکھ لیا۔

کامل — دنیا مین اب کسی کا نہین اعتبار ہے — سمجھے تھے جس کو گل وہ مرے حق مین خار ہے

اصلاح — " " " " " پنہان بزیر دامن گل نوک خار ہے

ثانی مصرع مین بجائے "سمجھے تھے جس کو گل مرے حق مین وہ" کے "پنہان بزیر دامن گل نوک" بنا کر شعر کو زمین سے آسمان پر پہونچا دیا۔ ادبی محاسن شعر کی لطافت اور اک یم معنی ازداد ہے۔ ایسی ہی اصلاح کو استادانہ اصلاح کہتے ہین

رباعی کامل

ہے گو سلطنت جملہ جہان ہے حاصل — احباب خدم اور حشم ہین شامل

بیکار ہین سب نہ ہو تو مغرور اس پر — دنیا سے سفر کرنا ہے اک دن کامل

"ایک ٹوٹا ہوا" سے "شیشۂ بشکستہ" خوب ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں شیشہ نے دل کے معنے پیدا کر دیے جس کی پہلے مصرع میں ضرورت تھی۔

نادر: کیا مجھے افزونیٔ غم یاس تسکین ہو — درد فرقت نے بڑھا دل کھول کر آزار کو

اصلاح: " " " " ہے " " " " "

نوٹ: ترکیب اضافی میں مضاف الیہ کا نون فعل لکھنا متروک ہے اس لیے "ہو" کی جگہ "ہے" بنا دیا گیا۔

نادر: غم میں مجھے خوشی ہے غم ہے مجھے خوشی میں — خود کو بھی بھول بیٹھا میں خوش ہوں بیخودی میں

اصلاح: " " " " — مجنوں بنا ہوا ہوں میں جوش " "

مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے مطلع میں جان پڑ گئی اور انداز بیان میں شگفتگی پیدا ہو گئی۔

نادر: جن کے آجانے سے بندھتی تھی امید — آج وہ بھی کہہ گئے ہم کیا کریں

اصلاح: جو معالج تھے مریض عشق کے — " " " " "

اس اصلاح سے شعر کسی قدر صاف ہو گیا۔ اس قافیہ کو خدا بخشے طاہر فرخ آبادی مرحوم نے خوب کہا ہے۔ فرماتے ہیں: ساری شرح غم کا تھا گویا جواب — ایک یہ کہنا ترا، ہم کیا کریں

نادر: کسی پردہ نشیں کی آبرو کا پاس اتنا ہے — زباں پر اُف نہیں گو مر رہا ہوں درد پنہاں میں

اصلاح: " " " " " " " گو مبتلا ہوں " " "

مصرعۂ ثانی میں "مر رہا ہوں" بے محل تھا۔ گو محاورہ ہے مگر یہ موقع اس کے استعمال کا نہیں اس لیے بجائے اس کے "مبتلا ہوں" بنا کر شعر کو فصیح کر دیا۔

نادر: کسی سے شکوۂ قید مصیبت کیا کریں نادر — خدا کے فضل سے آسان ہے جو مشکل میں رہتے ہیں

اصلاح: " " " " — کہ ہم مشکل پسند اکثر " " "

مصرعۂ ثانی میں ردیف بیکار تھی۔ اس لیے مصرع ترمیم کر کے ردیف کو سنبھالا۔

مولوی عبد الغفور کامل عظیم آبادی

کامل: تا مست رہوں ساقیٔ کوثر کی صفت میں — مے بر لب جو یار پلا آج چمن میں

اصلاح: " " " " — اے پیر مغاں بھول " "

نادرؔ: نکلی ہے۔ نکلتی کبھی حسرت مرے دل کی — یہی تو اک کمائی ہے جو اس دنیا میں حاصل کی

اصلاح: " " " " — کہ یہ لیلائے ادا تو شیفتہ ہے اسی محمل کی

مصرعۂ ثانی کو پہلے مصرع سے ربط نہ تھا۔ اس لیے دوسرا مصرع تبدیل کیا گیا جس سے مطلع میں ایک دل آویزی پیدا ہو گئی۔ حسرت کو لیلائے ادا اور دل کو محمل قرار دیا کہ مشتاقی کی دلیل ہے

نادرؔ: ہمارا خون بہا کر خون بہا دے گو رہی ہے — قیامت میں ادھر قاتل کی ادھر تلوار قاتل کی

اصلاح: " " " " " " — " محشر " " " " شمشیر " "

مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں سلاست اور اندازِ بیاں میں شگفتگی پیدا ہو گئی۔

نادرؔ: وصال کو وہ کس سے گزرتے ہوتی مجبوری — تو پھر شیریں کو کیونکر تلخ ہوتے شیر ہو جاتی

اصلاح: " " " " " — حیاتِ جاوداں شیریں کو " " "

مصرعۂ ثانی سے مصرعۂ اولیٰ کا صحیح مفہوم ادا نہ ہوتا تھا۔ اصلاحی مصرع سے ادا ہو گیا۔

نادرؔ: تم اپنا گلشن حسن لٹا دو غیر کو لیکن — ذرا اس سے تو پوچھو جو کفِ افسوس ملتا ہو

اصلاح: تم اپنے حسنِ عالم سوز کے اظہار کیا جاؤ " " " " "

نوٹ: چونکہ ہندی ہے اس لیے یہ ترکیب اضافی مضاف الیہ نہیں بن سکتا (عشرت)

اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا۔

نادرؔ: دلِ مضطر کی بیتابی کا تم پر حال کھل جائے — کہ جیسا میں مرا ہوں تم بھی غیر کو جاؤ

اصلاح: " " " " " " — " " قرباں ہوں " " "

اس اصلاح سے شعر میں روانی اور فصاحت پیدا ہو گئی

نادرؔ: میری نظریں پڑتے پڑتے اک سیاہی پڑ گئی — یار کے رخسار پہ ہرگز یہ کالا تل نہیں

اصلاح: سب سمجھتے ہیں اسے پتلی ہے چشمِ حور کی — یار کے " " جو تل " " "

دونوں مصرعے اصل بے جوڑ تھے۔ اس لیے دونوں مصرعوں میں تصرف کیا گیا چشمِ حور کی پتلی سے رخسارِ یار کے تل کی مناسبت پیدا ہو گئی یہ اصلاح قابلِ دید ہے۔

نادرؔ: ایک تو ٹوٹا ہوا پھر اس میں لاکھوں حسرتیں — اے نگاہِ یار میرا دل ترے قابل نہیں

اصلاح: شیشۂ شکستہ ہیں یہ " " " " " " " " "

جس سے مجھ خاص لطف ہے۔ کہیں آپ کی چشم عنایت سے ایسا نہو کہ ان دونوں کے مزے سے میں محروم ہو جاؤں۔

نادر — دیکھکر بیمار غم کو دی دعا رو کے بہت ۔ دل میں لیکن کوستے ہوں گے کہ یہ اچھا نہو

اصلاح — " " " دعا ے مغفرت " مدعا اس سے یہی ٹھیرا " " "

دونوں مصرعوں میں اس وجہ سے تصرف کیا گیا کہ شعر بے ربط تھا اس اصلاح سے بلند ہو گیا جیتے جی "دعائے مغفرت" کا ٹکڑا قابل داد ہے

نادر — دل کیا لگاؤں گیتی ناپایدار میں ۔ رونق ہے دیکھنے ہی کی نقش ونگار میں

اصلاح — " " ہستی " " شامل فنا کا رنگ ہے " " "

پہلے مصرع میں "گیتی" کے لفظ میں غرابت تھی اس لیے بجائے اس کے "ہستی" بنایا دوسرے مصرع میں بھی ترمیم کی گئی جس سے مطلع کی شان ہی اور ہو گئی۔

نادر — ہوگا کوئی ننگ خاندان ہم سا خدائی میں ۔ ڈبو بیٹھے ہیں ہم تو آبرو تک آشنائی میں

اصلاح — " " " " " " " رخت آبرو " " "

مصرعۂ ثانی میں "رخت" کا لفظ اُستادانہ رکھدیا جس سے مطلع میں اور ترقی ہو گئی۔

نادر — تم ہیں حسرت سے دیکھو ہم تمھیں ارمان سے ۔ تم بلا سکتے نہیں ہم آپ آ سکتے نہیں

اصلاح — دونوں اپنی وضع کی پابندیوں میں قید ہیں " " " " " "

مصرعۂ ثانی اسی پہلے مصرع کا محتاج تھا۔ نادر کا پہلا مصرع بے ربط ہی نہ تھا بلکہ غلط تھا اصلاحی مصرع سے مصرعۂ ثانی کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا۔

نادر — یار کو دیکھ لیں تو چلتے ہیں ۔ موت آئی اگر تو کہو بیٹھے

اصلاح — ہم کو فرصت کہاں ہے مرنے کی " " " "

اس شعر کے معنے میری سمجھ میں نہ آئے نہ اصلاح کے بعد میں سمجھ سکا ممکن ہے کتابت کی غلطی ہو۔

نادر — میر ے منھ لگ نہ دیکھا ۔ ے راہو ۔ مار کھانے کی یہ نشانی ہے

اصلاح — دل جو شیدا ے زاہد ہوتا ہے " " " "

پہلے مصرع میں دم کا پہلو تھا اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا جو رعایت لفظی سے مالا مال ہے۔

بالواحد اصلاحیں سبق آموز ہوا کرتی ہیں۔

نادرؔ: پیاس وقتِ ہوں گی ستے تو جوابِ کرم کی گرمی ۔۔۔ رہا فی عصر قاتل یہ ہوا آیا لائی

اصلاح: لہو جیا تا مرا اُس نے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اول تو پہلے مصرع میں ”حوں“ کی تکرار ہے بھائی دوسرے ”پیاس وقتِ ہوں“ یہ ٹکڑا بھی بھال
اصلاح تھا لہٰذا بجائے اس کے ”لہو جیا تا مرا“ بنا کر دونوں نقص رفع کر دیے

نادرؔ: مری دیوانگی کے حق میں اے ظالم دعائیں کر ۔۔۔ سہو تی یہ تو تیرے حسن کی شہرت نہیں ہوتی

اصلاح: 〃 〃 نے چار جامہ ہیں لگا کے ہیں 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلا مصرع مہمل تھا جس کو مصرعِ ثانی سے کوئی ربط نہ تھا استاد نے کیا حسین مصرع لگا دیا جو کہ
مصرعِ ثانی میں حسن کی شہرت کا ذکر ہے اس لیے پہلے مصرع میں ”چار جامہ“ کا ٹکڑا کیسا لطیف ہے

نادرؔ: یہی طاقت فغاں میں کاش ربّ العالمیں ہوتی ۔۔۔ کسی کے دل میں گھر کرتی کسی کے دل نشیں ہوتی

اصلاح: بٹھا اس درد تو کاش دریا دہریں ہوتی 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع کی ترمیم سے مطلع کچھ غنیمت ہو گیا۔

نادرؔ: ملک ہلال میں بدلی جس بلا ہوا بدلی ۔۔۔ بدلی شومیِ تقدیر ہم سے بار ہا بدلی

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 ۔۔۔ گر نہ ستومیِ قسمت میری اے خدا بدلی

جناب نادرؔ کا مصرعِ ثانی بے معنی و مہمل تھا اس لیے ترمیم کیا اس اصلاح سے مطلع بامعنی و عمدہ
ہو گیا سلاست و روانی آگئی۔

نادرؔ: رہا تاتم مرادیوں کے لیے رشکِ مسیحا ہو ۔۔۔ مجھی سے جب کھچے رہتے ہو تو میرے لیے کیا ہو

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 ۔۔۔ علاجِ دردِ دل جب ہو نہیں سکتا تو پھر کیا ہو

مصرعِ ثانی کچھ بے تھا جس نے پہلے مصرع کو بھی بیکار کر رکھا تھا استاد نے وہ مصرع لگا دیا کہ مطلع
میں جان پڑ گئی اس ”پھر کیا“ نے کیا کیا معنے پیدا کر دیے یہ اصلاح نہیں اعجاز ہے۔

نادرؔ: دم نکل جائے اگر یہ روز کا جھگڑا سہو ۔۔۔ دردِ دل بھی دور ہو دردِ جگر پیدا نہ ہو

اصلاح: آپ کی چشمِ عنایت سے کہیں ایسا نہ ہو 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع کی ترمیم سے مطلع میں کیا نازک معنے پیدا ہو گئے یعنی قائل کہتا ہے کہ دردِ دل و دردِ جگر

نادرؔ: غم نہ تھا جب میں نہ تھا۔ جب میں ہوا تو غم ہوا ― میری ہستی سے خدا نے غم کو پیدا کر دیا
اصلاح: ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ― ″ ″ نے غم عالم کو ″ ″

"میری ہستی نے غم عالم کو پیدا کر دیا" سبحان اللہ کیا مصرع لگا دیا۔ استادانہ اصلاح ہے۔

نادرؔ: دونوں عالم میں الٰہی سرخروئی دے اُسے ― جس مسیحا نے مرا خون تمنا کر دیا
اصلاح: خود پشیماں ہوں کہ اُن سے کیوں کہا احوال دل ― تھا تو یہ ہے کہ اظہار ″ ″

اس شعر میں صرف قافیہ تو شاگرد کا رہ گیا۔ استاد نے پورا شعر کہہ دیا۔ ایسی اصلاحیں کار آمد و مفید کہاں تک ہو سکتی ہیں۔

نادرؔ: بعد مردن بھی ہوئی مرنے کی مجھ کو آرزو ― قبر پر جب رکھ دیا اس یار نے لا کر دیا
اصلاح: بعد مرنے کے نہ آیا فاتحہ پڑھنے کوئی ― جل گیا قبر شہید ناز پر آ کر دیا

پہلے مصرع میں بعد مردن کی ترکیب غلط۔ فارسی مصدر عربی کے ساتھ مضاف الیہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے پہلے مصرع میں ترمیم کی گئی اُسی کی مناسبت سے دوسرے مصرع میں بھی تصرف کیا گیا۔ اصلاح میں "جل گیا" بمعنی "بجھ گیا" ہے۔ یعنی چراغ نہ تھا کوئی فاتحہ پڑھنے نہ آیا۔

نادرؔ: تیر سے میرا کلیجا توڑ کر کہتے ہیں وہ ― لو تری حسرت نکلنے کو مہیا کر دیا
اصلاح: دل نگاہ ناز سے برما کر فرماتے ہیں وہ ― ″ ″ ″ ″ ″

تیر سے کلیجا چھدتا ہے ٹوٹا نہیں جاتا۔ اسی نقص کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلا مصرع اس حسن سے ترمیم کیا گیا کہ شعر نازک و دل آویز ہو گیا۔

نادرؔ: قد بالا صنوبر چشم نرگس زلف سنبل ہے ― وہ خود جملہ صفت موصوف ہے تختہ گلستاں کا
اصلاح: ″ ″ ″ ″ ″ ″ ― ذرا آئینہ لو گر شوق ہے سیر ″ ″

دوسرے مصرع کو پہلے مصرع سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اصلاحی مصرع نے پہلے مصرع کا مفہوم خوبی کے ساتھ ادا کر دیا۔

نادرؔ: کھلا تا کیا کلیجہ ہو چکا تھا نذر غم میرا ― نہ نکلا دل میں آ کر ایک بھی ارمان پیکان کا
اصلاح: عزیز دل ہیں لپٹی ہیں لاکھوں حسرتیں دل کی ― یہ مشکل ہے اب تو کھینچنا چٹکی سے ″ ″

دونوں مصرع اس حسن سے ترمیم کیے گئے کہ پیکان کا قافیہ دل میں چبھ گیا۔ واقعی ہے کہ ایسی ہی

دوسرے مصرع میں "وہ لایا" کے بجائے "وہ بچھا دی" بنا کر شعر میں ایک نئی روح پھونک دی

نادرؔ — نقا کا راز نہاں ہے فنا کے پردے میں ۔ بغیر موت کے جنت میں جا نہیں ملتا

اصلاح — " " " " " " دارالبقا " "

مصرعۂ ثانی میں "جا نہیں ملتا" کس قدر بھونڈا ہیں تھا "جا نہیں ملتی" چاہیے تھا اس لیے

کہنہ مشق استاد نے "دارالبقا" بنا کر شعر کا صحیح مفہوم ادا کر دیا۔

نادرؔ — رقیب بدگہر کو اپنے سر پہ کیوں چڑھا رکھو ۔ کہیں ایسا نہ ہو تم میری نظروں سے اتر جانا

اصلاح — " " " " " " تمھیں منظور ہے کیا " "

دوسرا مصرع بے ربط تھا اس لیے بجائے "کہیں ایسا نہ ہو تم" "تمھیں منظور ہے کیا" بنا کر

دونوں مصرعوں میں ربط پیدا کر دیا۔

نادرؔ — ان حسینوں کا کبھی وصل میسر ہو گا ۔ چرخ کج رو! کبھی سیدھا بھی مقدر ہو گا

اصلاح — مہ جبینوں کا " " " ۔ کیوں فلک! اوج پہ آیا " " "

پہلے مصرع میں "ان حسینوں" کے بجائے "مہ جبینوں" دوسرے مصرع کی مناسبت سے بنایا

کیونکہ دوسرے مصرع میں فلک کا ذکر ہے۔ اور دوسرے مصرع میں "اوج" کا لفظ رکھ کر شعر کو بلند کر دیا

نادرؔ — غیر اُسکی بزم سے پی کر مئے احمر اُٹھا ۔ خونِ دل پی کر اُٹھا میں گالیاں کھا کر اُٹھا

اصلاح — " " " " " " " " لختِ دل " "

مصرعۂ ثانی میں خونِ دل پینے کے بعد "گالیاں کھا کر" بے جوڑ تھا۔ خونِ دل پینے کے بعد

"لختِ دل" کھانا ہی مناسب تھا اس مناسبت سے "لختِ دل" "کھا کر" بنا دیا

نادرؔ — آپ کا منہ ہے لگی ہے لب پہ جو مہرِ سکوت ۔ ورنہ نالوں سے ابھی لوں آسماں سر پر اٹھا

اصلاح — آپ کے ڈر سے لبوں پر ہے فقط " " " " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے مصرع میں چستی ضرور آ گئی مگر مصرعۂ ثانی ڈھیلا ہی رہا۔

نادرؔ — سہمی نظروں سے جدھر اُس نے اشارا کر دیا ۔ حشر سے پہلے اُدھر اک حشر برپا کر دیا

اصلاح — " " " جو ساقی " " " ۔ میکدے والے پکارے " " " "

دونوں مصرعوں کی ترمیم سے مطلع کا رنگ اور سے کچھ اور ہو گیا۔ عمدہ اصلاح ہے۔

نادرؔ منہ پھیر کے پڑی ہے عبث آگ سے ملی ۔ اے تیغ یار کیا وہ ترا بانکپن ہوا
اصلاحؔ لایا ہے ہم کو شوق شہادت " " " " " " "
پہلے مصرع میں "منہ پھیر کر پڑی ہے" یہ ٹکڑا محاورے اور زبان کے خلاف تھا اس لیے بجائے
اس کے "لایا ہے ہم کو شوق شہادت" بنا کر شعر کو صحیح کر دیا۔
نادرؔ ہر شعر گو کے ہونٹوں پہ مہر سکوت ہے گویا رموز غیب تمھارا دہن ہوا
اصلاحؔ مہر سکوت ہے سب شعرا کے لبوں پہ ہے " " " " "
پہلے مصرع میں "ہر شعر گو" گنواروں کی زبان تھی۔ اس لیے بجائے اس کے یہ مصرع بنا دیا کہ
مہر سکوت ہے سب شعرا کے لبوں پہ ہے" جس سے مصرعۂ ثانی کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا۔
نادرؔ حیف ہے زبان تیغ ستمگر کی چاٹ لی میرا ہر ایک زخم ہم دریدہ دہن ہوا
اصلاحؔ " " " کے بوسے ہوئے نصیب " " " "
پہلے مصرع میں "چاٹ لی" یہ ٹکڑا برا تھا اس لیے بجائے اس کے "بوسے ہوئے نصیب" بنا کر
اس رکاکت کو دور کر دیا۔
نادرؔ آج وہ تیور دکھائے یار نے آئینہ کو صورت دریا کیا
اصلاحؔ " " " " " " " عین اک " "
مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں روانی اور سلاست پیدا ہو گئی۔
نادرؔ نہ ہونے دوں آنکھوں سے دم بھر جدا جو مل جائے ٹکڑا تری آرسی کا
اصلاحؔ بناؤں اسے اپنی آنکھوں کی عینک " " " " " "
مصرعۂ اولی کی ترمیم سے شعر صاف ہو گیا۔ عینک کا لفظ بھی آنکھوں کی مناسبت سے خوب بنایا۔
نادرؔ زمانہ میں رونا ہی بہتر ہے نادر نتیجہ برا ہے کلی کی ہنسی کا
اصلاحؔ " " " " " نتیجہ برا تھا " " "
مصرعۂ ثانی میں "زمانہ" کے لحاظ سے بجائے "ہے" کے "تھا" بنا دیا۔
نادرؔ عجب ہے کیا جو مجھے دلربا نہیں ملتا وہ لاپتا ہوں کہ اپنا پتا نہیں ملتا
اصلاحؔ " " " " " " وہ بیخودی " " "

نادر — سامان زندگی کا تو سب آپ نے چلے ڈوبیں گر بحر غم میں دل آشنا کر لیے
اصلاح — " " " " " ہم کیا جیں گے اے دل درد آشنا " "
مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے لطف زبان پیدا ہو گیا

نادر — کھنچی ہیں صورتیں دل میں پری حور و غلمان کی تماشا ہے کہ ویرا نہ ہے محفل ہے سلیمان کی
اصلاح — رہا کرتی ہے مجھ وحشی کے دل میں دھن پرستان کی " " " "
پہلا مصرع زبان و محاورہ کے خلاف تھا۔ حور و غلمان کو حضرت سلیمان سے کیا نسبت اس لیے "دھن پرستان کی" بنا کر مصرعہ ثانی کا مفہوم ادا کر دیا۔

نادر — وہ عاشق ہوں پس مردن بھی تنہا رہ نہیں سکتا وہاں بھی میرے پہلو میں رہیگی بے کلی میری
اصلاح — وہ عاشق ہوں تہ مرقد بھی " " " " " " " "
پہلے مصرع میں "پس مردن" سے یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کہاں تنہا رہ نہیں سکتا۔ اور پھر مصرعۂ ثانی میں "وہاں" کے لفظ کا مفہوم ادا نہ ہوتا تھا اس لیے بجائے اس کے "تہ مرقد" بنا کر شعر کو صاف و درست کر دیا۔ سلاست آ گئی۔

نادر — کہ تم ہو بند روزن دیوار کس لیے آنکھیں ہی کیوں نہ پھوڑ دو امیدوار کی
اصلاح — " " " " " آنکھیں نکالو دیدۂ " "
مصرعۂ ثانی میں "آنکھیں ہی کیوں نہ پھوڑ دو" کے بجائے "آنکھیں نکالو دیدۂ امیدوار کی" بنا کر شعر کو اور فصیح کر دیا۔

نادر — جدا جس دن سے ہو تم غیر حالت ہے مرے دل کی نہ چین آتا ہے نہ موت آتی ہے گھڑی ہے سخت مشکل کی
اصلاح — " " " " " نہ چین آیا نہ موت آئی " "
نوٹ۔ مصرعۂ ثانی میں مضارع کی جگہ ماضی کا صیغہ چاہیے۔ (عشرت) احقر کے نزدیک نادر نے مضارع کا صیغہ بمعنی حال استعمال کیا ہے۔ یعنی نہ چین آتا ہے نہ موت آتی ہے۔ اور معنی حال زیادہ مناسب و با موقع ہیں۔

نادر — بعد مردن وصل جاناں مجھ کو حاصل ہو تو ہو خاک میں مل کر ہی پوری حسرت دل ہو تو ہو
اصلاح — مر چکوں تو " " " " " " " "

نادرؔ اے اجل پھر جا کہ میں ہوں کشتۂ شمشیرِ عشق — روزِ اول ہی سے میرا دل ہے دامنگیرِ عشق
اصلاح سے ″ ″ ″ ″ — عشق دامنگیرِ دل ہے ″ ″ ″ ″
مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں لطافت اور سلاست پیدا ہو گئی۔

نادرؔ سے لیجاتا ہے مجکو ہی نہ لے آتا ہے انکو ہی — نہیں ہے پیرِ گردوں تیری کوئی کام کی گردش
اصلاح سے نہ لایا شمع تربت پر مری دم سے حسینان کے ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
جیسا شعر تھا ویسی ہی اصلاح بھی دی گئی۔ نہ پہلے کوئی خوبی شعر میں تھی نہ اصلاح سے ہوئی۔

نادرؔ سے شمع! روئے یار کی لو میں جلا کر رات دن — جان بھی جاتی رہے جاتی رہے پروا نہ کر
اصلاح سے شمع دیوں کی محبت میں نہ ہو انجام بین ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
پہلا مصرع ترمیم کیا گیا جس سے مصرع میں خوبی پیدا ہو گئی مگر مصرعۂ ثانی بدستور رہا۔ اس میں "جاتی رہے" کی تکرار کانوں کو ناگوار سی ہے اگر یہ مصرع یوں ہوتا تو خوب تھا۔ ع۔
جان بھی تن سے نکل جائے تو کچھ پروا نہ کر

نادرؔ سے ہن کی جستجو میں اور کمر کی فکر میں نادر — عدم سے ڈھونڈ کر چلا میں صورتِ نقشِ فنا ہو کر
اصلاح سے ″ ″ ″ ″ ″ — عدم میں جا بسا دنیا سے فانی سمجھ ″ ″
مصرعۂ ثانی میں "عدم سے ڈھونڈ کر چلا" یہ ٹکڑا غلط تھا "میں" یا "کو" کی ضرورت تھی۔ اس لیے بجائے اس کے "عدم میں جا بسا" بنا کر شعر کو صحیح کر دیا۔

نادرؔ سے چاہتا ہے تو اگر عشقِ حقیقی کا مزا — عشق انسان میں تو اپنے آپ کو دیوانہ کر
اصلاح سے ″ ″ ″ ″ ″ — دل کو بھولی بھولی صورت والوں پہ ″ ″
مصرعۂ ثانی میں "عشق انسان" اچھا نہ تھا۔ انسان میں عمومیت نہیں ہے۔ طرح کے انسان اسمیں آ گئے "بھولی بھولی صورت والوں" سے خصوصیت آ گئی اور رنگ تغزل پیدا ہو گیا۔

نادرؔ سے سماؤں کاش میں چشمِ صنم میں سرمہ سا ہو کر — مجھے پیسا ہے اس پیرِ فلک نے آسیا ہو کر
اصلاح سے سماؤں کیوں نہ میں چشمِ جہاں میں ″ — ″ ″ پیرِ آسمان ″ ″
دونوں مصرعوں میں ترمیم کی گئی۔ پہلا مصرع تو خوب بنایا گیا دوسرے مصرع میں "اس پیرِ فلک" کے بجائے "پیرِ آسمان" بنایا جو معناً صحیح ہے مگر کانوں کو ناگوار ہے نصیحا کر کلام میں میری نظر

مصرعۂ ثانی سے مصرعۂ اولیٰ کو کوئی نسبت ہی نہ تھی اور فصاحت سے بھی گرا ہوا تھا اصلاحی مصرعے سے دونوں مصرعے دست و گریباں ہو گئے اور مناسبت بھی پیدا ہو گئی۔

نادر ۔ راہ صحرا کی دکھا دے کہ لیے آتا ہے دل　　رات آتی ہے مری اختر شماری کے لیے

اصلاح ۔ دل تو ہو جاتا ہے سرِ صحرائے وحشت میں　　" " " "

پہلا مصرع ناقص تھا اس لیے ترمیم کیا گیا اس اصلاح سے شعر بامعنی و پاکیزہ ہو گیا۔

نادر ۔ آستاں سے کیوں اٹھاتے ہو ہمیں　　خود ہی دنیا سے اٹھے جاتے ہیں ہم

اصلاح ۔ اپنے در " " " "　　لو زمانے " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "آستاں" کے "اپنے در" اور دوسرے مصرع میں "خود ہی دنیا سے" کی جگہ "لو زمانے سے" بنا کر شعر میں صفائی پیدا کر دی۔

نادر ۔ وہ نہیں سنتے ہماری بزم میں　　اپنا سا منہ لیکے رہ جاتے ہیں ہم

اصلاح ۔ حشر میں ملتی نہیں دادِ ستم　　" " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں ترقی پیدا ہو گئی کہاں بزم کہاں حشر۔

نادر ۔ خدا کے سامنے کہہ دوں گا حشر میں نادر　　گناہگار ہوں میں ہاں گناہگار ہوں میں

اصلاح ۔ " " " " "　　کریم ذات ہے تیری " " "

مصرعۂ ثانی میں "گناہگار ہوں میں ہاں" یہ ٹکڑا زائد تھا اس لیے بجائے اس کے "وہ کریم ذات ہے تیری" بنایا مگر ہیچمدانِ مؤلف کی رائے میں یہ مصرع یوں ہوتا تو خوب تھا

ع کریم نام ہے تیرا گناہگار ہوں میں +

نادر ۔ گر چہ دو لاکھ بھی ہیں اگر وہ طلب کریں　　پیروں کا ذکر کیا ہے ابھی جائیں سر سے ہم

اصلاح ۔ " " " " "　　پاؤں خود ہیں جواب " " "

اس اصلاح سے شعر میں لطافت تو ضرور پیدا ہوئی مگر حضرت امیر مینائی رح کے اس مشہور مطلع سے توارد ہو گیا۔ ؎

امیر　　ہم اور معرکۂ امتحاں سے ٹل جاتے
جواب پاؤں جو دیتے تو سر کے بل جاتے

مصرعۂ اولی کی ترمیم سے مصرعۂ ثانی کا صحیح مفہوم ادا ہوا۔ ہان "ذات" کا لفظ کسی قدر کانون کو گران ہے بجاے "ذات" کے "وجہ" ہوتا تو اچھا تھا۔

نادر: وہ نہ پایا نہ ہیگا ہوا دم بھر ریاض دہر مین۔ جس نے پیمان صنم سمجھا نفس کے تار کو
اصلاح: اس قدر عمر روان ہے گرم میدان فنا۔ سوزن ساعت سمجھتا ہون " " "

دونون مصرعے ترمیم کیے گئے کیونکہ نادر کا پورا شعر بے معنی تھا اس اصلاح سے شعر با معنی اور نازک ہوگیا۔ سوزن ساعت کی تشبیہ تار نفس کے ساتھ خوب ہے

نادر: شکل جو تیری یاد پڑتی ہے۔ کیا کیا حالت مری بگڑتی ہے
اصلاح: " " " " اور " " "

مصرع ثانی مین بجاے "کیا کیا" کے "اور" بنا دیا جس سے مصرع مین اور زور بڑھ گیا۔ مطلع مین روانی اور سلاست کے علاوہ ترقی ہوگئی۔

نادر: ظلم تو یاد رہا لطف و کرم بھول گئے۔ آپ کیون روز قیامت کو صنم بھول گئے
اصلاح: " " " ان کے کرم " " یاد رکھنے کی جو باتین تھین وہ ہم بھول گئے

دونون مصرعون مین تصرف اس حسن سے کیا گیا کہ مطلع مین ایک دل آویزی پیدا ہوگئی۔ نادر کے دونون مصرعے بے ربط تھے اصلاح سے یہ عیب بھی جاتا رہا۔

نادر: شکل اسکی پیش کر کے کرتا ہے مجھکو مضطر۔ گر کوئی عیب ہے تو بس یہ گلا بہ مین ہے
اصلاح: " " " " " عیب اس قدر تو بیشک زنگ " " "

دوسرا مصرع کچھ نہ تھا۔ اصلاح سے شعر شعر ہوگیا۔

نادر: اشعار نویسی پہ طبیعت اگر آئے۔ مضمون فلک کا بھی زمین پہ اُتر آئے
اصلاح: چڑھ جائے یہ مری طبع معلی " " " " " "

پہلا مصرع بہت گرا ہوا تھا۔ استاد نے مصرع اُستادانہ لگا دیا جس سے مطلع کا پایہ بہت بلند ہوگیا۔ سبحان اللہ۔

نادر: طبیعت زلف جانان پہ ہوئی ہے۔ فدا میری نہایت ہی پریشان ہون بجا بھی ہے سرا میری
اصلاح: " " " " " ہلا دیتی ہے زنجیر فلک آہ رسا میری

مطلع کو شاندار کر دیا ووسرے کا لفظ نکال دیا۔

مادرہ آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے ہوئے عرقابِ غم ڈوب کر یہ ہاتھ آیا آشنائی میں مرا
اصلاح ۔ " " " " حوب پایا ہم نے تیری " " "

جب پہلے مصرعہ میں "عرقابِ غم" کہہ چکے تھے تو دوسرے مصرع میں ڈوب کر کی کیا ضرورت تھی۔ اس اصلاح سے شعر حشو و زوائد سے پاک ہو گیا۔

مادرہ کسی کی زلف میں پھنس کر یہ عادت ہو گئی میری اسیری کی دعا کرتا ہوں ایامِ رہائی میں
اصلاح ۔ " " " " " " " تمنا رہتی ہے مجھکو " "

مصرعۂ ثانی میں "اسیری کی دعا کرتا ہوں" کے بجائے "اسیری کی تمنا رہتی ہے" زیادہ موثر ہے اس اصلاح سے شعر میں لطافت پیدا ہو گئی۔

مادرہ دل صد چاک میرا جب تری خدمت میں حاضر ہے پڑھا کنگھا ہے لیے سر یہ ناحق تو بے شانے کو
اصلاح ۔ " " " شوق سے رنگیں سواریگا " " " "

مصرعۂ اولیٰ میں خدمت میں حاضر ہے تھا اس سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ کون سی خدمت دلِ صد چاک کے متعلق ہے اس لیے یہ ٹکڑا اصلاح میں رکھ دیا گیا کہ "شوق سے رنگیں سواریگا" اب خدمت کی شرح کر دی گئی۔

مادرہ تم ملاؤ جلوہ گاہ نار میں اغیار کو اور میں ترسوں تمہارے آخری دیدار کو
اصلاح ۔ " " " " نزع کی حالت میں ہم ترسا کریں دیدار کو

مصرع ثانی میں معنوی سقم رائقص تھا جس سے یہ مفہوم بھی پیدا ہوتا تھا کہ شاید معشوق جانب تھا مہم اُس کے آخری دیدار کو ترس رہے ہیں اس اصلاح سے یہ عیب دور ہو گیا۔

مادرہ اور وسعت دے الٰہی رحمِ دامن دار کو دیکھکر عریاں چھپا لیتے ہیں یہ تیغ یار کو
اصلاح ۔ عشق کی غیرت " آتی " " " " " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے یہ مطلع نادر ہو گیا اور مصرعۂ ثانی میں جو "یہ" کا لفظ تھا اسکا مفہوم اب ادا ہو گیا بعد اصلاح

مادرہ یہ جو نکلیگا تو قالب سے نکل جائے گا دم دل میں رہنے دے خدا کے واسطے سوفار کو
اصلاح ۔ ہجر میں ہوتی ہے کچھ تسکین اسکی ذات سے " " " " " "

سبحان اللہ۔ اس اصلاح کا کیا کہنا۔ مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے معنے کیا سے کیا ہو گئے۔ ایسی ہی اصلاحین سبق آموز ہوا کرتی ہین۔

نادر۔ دل سلامت ہے تو بس مین ہو چکا — یہ دکھائے گا ابھی کیا کیا نہین

اصلاح۔ " " " " تو رسوائی ہے " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے مفہوم مصرعۂ ثانی کا ادا ہو گیا اور سلاست و روانی شعر مین پیدا ہو گئی۔

نادر۔ اسکے آگے اس طرح خاموش ہون — مین نے پایا ہی دہن گویا نہین

اصلاح۔ " " " " — بے زبان ہون مین " " "

مصرعۂ ثانی خلاف فطرت تھا۔ کوئی انسان بے دہن پیدا نہین ہو سکتا۔ اس لیے مصرعۂ ثانی مین ترمیم کی گئی۔ اب شعر اچھا خاصہ بن گیا۔

نادر۔ شاد ہوا ہے دل نہ خط یار سے — کیا خبر ہے اس مین کیا ہے کیا نہین

اصلاح۔ شکل قاصد دیکھ کر نازان ہو — " " خط " " " "

دونون مصرعون مین ترمیم اس حسن سے کی گئی کہ مفہوم وہی رہا اور شعر مین جو نقایص تھے وہ دور ہو گئے۔ قاصد کے ذکر سے معنوی ترقی ہوئی۔

نادر۔ زخم بھر بھر کے آلا ہوتا ہے — دم لبھے رون کیون نہ تیغ قاتل کا

اصلاح۔ قضا اور بقا اسی مین ہے " " " "

مصرعۂ اولی مین آلا کا الف تقطیع سے گر رہا تھا۔ اور پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے ربط بھی نہ تھا۔ اس لیے دوسرا مصرع بنایا گیا جس سے شعر عمدہ ہو گیا۔

نادر۔ بزم شعرا مین جاؤن کیا نادر — کام کیا عالمون مین جاہل کا

اصلاح۔ شاعرون سے ملو نہ تم نادر — " " " " "

پہلا مصرع کچھ نہ تھا۔ اصلاح سے مقطع کسی قدر اچھا ہو گیا۔

نادر۔ جو پایا ہوئے در در حنائی مین مزا — ہم نے یہ جانا کہ بیشک ہے گدائی مین مزا

اصلاح۔ مل نہین سکتا ہے وہ ساری خدائی مین مزا — جو کہ حاصل ہے ترے در کی " " "

پہلے مصرع مین رعایت لفظی تھی۔ اسی مفہوم کو استاد نے اپنی لفظون مین ترتیب دے کر

نادر — داغ غم نے خانۂ دل کو کیا خاک سیاہ ‏ ‏ گھر ہوا تاریک جس دم ہو گیا روشن چراغ

اصلاح — " " کر دیا ویرانۂ دل کو سیاہ ‏ ‏ " " " سا تاعت ہوا " "

پہلے مصرع میں "خاک سیاہ" یہ ٹکڑا بے محل تھا اس لیے ویرانۂ دل کو سیاہ بنا کر اس نقص کو دور کر دیا اور دوسرے مصرع میں "جس دم ہو گیا" کے بجائے "سا تاعت ہوا" نے شعر کو روشن کر دیا۔

نادر — وادیٔ پر خار عالم میں چلے تا دیکھ کر ‏ ‏ اسلیے تجھ کو ملے ہیں آنکھ کے روشن چراغ

اصلاح — " " " " قدم رکھ " " " " " " "

پہلے مصرع میں "چلے تا دیکھ کر" کے بجائے "قدم رکھ دیکھ کر" بنایا جس سے شعر میں لطف زبان پیدا ہو گیا

نادر — یہی منظور ہے تم کو تو کر لو امتحاں میرا ‏ ‏ یہ کل ہے یہ نکلے گی مرے لب سے زباں میرا

اصلاح — حسینوں نے محبت میں کیا ہے " " ‏ ‏ " سا ابھی یہ آئی ہے ہونٹوں تک " "

اس مطلع میں زمانۂ حال اور پھر زمانۂ ماضی یہ سخت غلطی تھی جس کو دونوں مصرعوں میں استاد نے درست فرما کر مطلع کو مطلع کر دیا۔

نادر — امید ہے آپ اس کو بھی منظور کریں گے ‏ ‏ گو میرا اثر آپ کے قابل تو نہیں ہے

اصلاح — شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را ‏ ‏ " " " " "

پہلا مصرع نادر کا بہت سست تھا۔ خواجہ صاحب نے عجیب و غریب مصرع لگا دیا جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

نادر — ہم بھی تیرے نصیب میں ہوں وہ کم نصیب ‏ ‏ پھر کس طرح بھلا ہو مجھے جام جم نصیب

اصلاح — " " دیا نہ چرخ نے ایسا ہوں " " ‏ ‏ " " " " "

اس اصلاح سے یہ مطلع زبان کی حد میں آ گیا۔

نادر — داغ جگر کو دیکھ کے ہوتے ہیں سیر چشم ‏ ‏ یوں تو جہاں میں ہم کو نہیں اک درم نصیب

اصلاح — " " کی وجہ سے رہتا ہے دل غنی ‏ ‏ " " " " "

سیر چشمی کو داغ جگر سے کیا مناسبت تھی۔ داغ جگر کی وجہ سے رہتا ہے دل غنی میں ایک بات بھی ہے۔

نادر — کوچے سے وہ زمیں پہ رکھتا نہیں قدم ‏ ‏ جاں جہاں ہے جس کو تمہارا قدم نصیب

اصلاح — " " " " " ‏ ‏ جس جو تی نصیب کو ہیں تمہارے قدم نصیب

نادرؔ ۔ کوئی ہمدم نہ ہو تو زندگی کا لطف کیا   چاہیے چھالا بھی اک داغ دل مضطر کے پاس

اصلاح ۔ " " " زخم بھی تو چاہیے کوئی " " "

مصرعہ ثانی میں "چھالا داغ دل مضطر کے پاس" اچھا نہ تھا۔ اس لیے "زخم بھی تو چاہیے کوئی دل مضطر کے پاس" یہ مصرع لکھکر شعر کو درست کر دیا۔

نادرؔ قتل کرنے سے شوق سے قاتل مگر یہ شرط ہے   میری تربت بھی بنے تلوار کے جوہر کے پاس

اصلاح ۔ " " " " " " " " بنے آستانِ در " "

مصرعۂ ثانی میں "تلوار کے جوہر کے پاس" بے تکاپن تھا کیونکہ تلوار میں جوہر ہوتا ہے نہ کہ تلوار کے جوہر کا کوئی مقام ہے۔ "آستانِ در" عاشق کی تربت کے لیے خود ۔ ہے۔

نادرؔ مزا دیتا ہے رہ رہ کر چبھ کر جانا   کھٹک! دل میں کھٹک! خار محبت!

اصلاح ۔ مزا دیتی ہے یہ رفتار دلکش " " " "

پہلے مصرع میں "رہ رہ کر چبھنا" یہ ٹکڑا مہمل تھا۔ بجائے اس کے رفتار دل کش خود ہے۔

نادرؔ خیال آتا ہے ان کی کم سنی کا   کروں کس طرح اظہار محبت

اصلاح ۔ وہ اپنی بے نیازی پر ہیں نازاں " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں ترقی پیدا ہو گئی مطلب یہ کہ جو اپنی بے نیازی پر نازاں ہو۔ اس سے اظہار محبت بیکار ہے۔ عمدہ اصلاح ہے۔

نادرؔ قصر تن ہی جب نہیں ہے پائدار   تو نہ اے عاقل حد تعمیر کھینچ

اصلاح ۔ " " " " تو نہ ربع وسعت " "

تعمیر کے لیے وسعت کے لفظ کی بھی ضرورت تھی۔ اس لیے بجائے "اے عاقل حد تعمیر" کے "ربع وسعت تعمیر" بنا کر شعر کی مرمت کر دی۔

نادرؔ داغ سینہ کی بدولت میں تو انگر ہو گیا   رات کو کرنا نہیں پڑتا مجھے روشن چراغ

اصلاح " " ہو رہے ہیں آفتاب آسمان   اب شب تاریک میں ہم کیا کریں روشن چراغ

اس شعر کی اصلاح بہت نازک ہے۔ داغ سینہ کو آفتاب آسمان بنا دیا اور پھر شب کو گو ماہتاب کا انداز سا منہ تھا۔ کوئی اور کہتا تو یہی کہتا۔ مگر شب کو آفتاب کا نکلنا یہ بات کہاں ممکن تھی

گورِ سنگ بھی بنا۔ گورِ سنگ میں اضافت مقلوب ہے۔ سنگِ گور۔ درست ترکیب ہے اور
یہاں بھی کھپ سکتا ہے "چھاتی پہ سنگِ گور برابر سوار ہے"۔

مادر۔ جو بیٹھے ہو مرے بالیں پہ تو بیٹھے رہو دم بھر اُٹھو گے تم جو پہلو سے قیامت اُٹھ کھڑی ہوگی
اصلاح۔ " " " " " یہ دل بھی ہے قابو میں " " " " "

پہلے مصرع میں "تو بیٹھے رہو دم بھر" یہ ٹکڑا بے ضرورت تھا اس لیے بجائے اُس کے استاد نے
"تو دل بھی ہے قابو میں" بنا کر شعر کو حشو و زوائد سے پاک کر دیا۔

نادر۔ کمانِ ابرو سے رحم دکھا بے رہا سامنے آ کر ستمگر چھپکے چھپکے تاکے تیر افگنی ہوگی
اصلاح۔ بتا میرے دل کو کیسے ترچھی نگاہوں کا کماں کی جیب کے پردے میں تیر افگنی "

دونوں مصرعوں میں ترمیم کی گئی پہلے مصرع میں "ابرو سے رحم دکھا دے سامنے آ کر" اور
دوسرے مصرع میں "ستمگر چھپکے چھپکے تاکے" یہ دونوں ٹکڑے بیکار تھے جن کی درستی اس اصلاح
سے ہو گئی۔ اور شعر بانکا نکل آیا۔

مادر۔ اگر کچھ ہوش ہے نادر تو مر جا عشقِ انساں میں یہی وہ موت ہے جو تیرے حق میں زندگی ہوگی
اصلاح۔ اگر کچھ عقل ہے نادر تو جا کر راہِ الفت ہو " " " " " "

پہلے مصرع میں "مر جا عشقِ انساں میں" کچھ بے مزہ تھا اس لیے بجائے اُس کے "جا کر راہِ الفت ہو"
بنا کر شعر کو صحیح کر دیا۔ لفظ "الفت" انساں اور موت دونوں کے ساتھ مضاف ہو سکتا ہے۔

مادر۔ کہہ رہا ہے خط پڑھ کر مجھ سے بت بے پرواہ صاف دل ہی میلا ہو تو پھر کس طرح ہو تحریر صاف
اصلاح۔ " " تحریر کر کر اسے " " " " دل میں ہے جس کی کدورت اس کی ہے " "

نادر کا مطلع صاف تھا اصلاح سے کسی قدر صاف ہو گیا مصرعہ ثانی میں "دل ہی میلا" یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا
اس لیے "دل میں ہے جس کی کدورت" بنا کر مطلع کو نکھار دیا۔

مادر۔ کس لیے نامہ بر گردوں خاک کو بے یار پر حشر ہی تک دیر ہے ہو گا خط تحریر صاف
اصلاح۔ چھپ سائی میں کروں گا " " " آب " " " "

پہلے مصرع میں "کس لیے نامہ بر گردوں" اس ٹکڑے سے ایک دم کا پہلو نکلتا تھا اس لیے مصرع
ترمیم کیا گیا۔ مگر شعر میں کوئی لطافت نہ پہلے تھی نہ اصلاح سے ہوئی۔

نادرؔ نکل جاتی ہے حسرت بوسہ بازی کی گلستان مین   مین ہر گل کو سمجھتا ہون یہی رخسار جانان کا
اصلاح ” ” اکثر حسرت دیدار گلشن مین ” ” ” ” ” ”
یہان بھی پہلے مصرع مین ” بوسہ بازی “ کے الفاظ ہین جو دور حاضرہ مین مذموم سمجھے جاتے ہین
اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا اور ”حسرت دیدار“ کا ٹکڑا استادانہ رکھدیا۔
نادرؔ یہ ہلال یک شبہ ہے یا ہے ابروے ستم   یا کھنچی ہے میرے رحم کا نرکو شمشیر فلک
اصلاح ” ” ” ” ” یا ہمارے قتل کو نکلی ہے ” ”
مصرعۂ ثانی مین ” یا کھنچی ہے میرے رحم کا نرکو “ یہ ٹکڑا مہمل و بے معنی تھا اس لیے بجاے اس کے
’ یا ہمارے قتل کو نکلی ہے ‘ بناکر شعر کو بامعنی کردیا۔
نادرؔ پارہ پارہ جب ہوا ہے طائر زرین کا دل   کیون سہم جاتے نہ میری آہ سے تیر فلک
اصلاح ” ” ” ” ” سہم جاے کیون نہ ” ” ”
مصرعۂ ثانی مین سہم بکسر ہا غلط تھا۔ اس لیے سہم بسکون ہا بناکر اُسے صحیح کردیا۔
نادرؔ جان کے گاہک ہوے ہین اقربا   گیسوے پرخم کا سودا کیا کیا
اصلاح ” ” ” ” ناحق اپنے دل زار کا سودا کیا
دوسرے مصرع سے یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کس نے گیسوے پرخم کا سودا کیا اس لیے استاد نے
یہ مصرع لکھدیا ”ناحق اپنے دل زار کا سودا کیا“ اب دل سودا کا فاعل ہوگیا۔
نادرؔ اے بشر تو شیر ہے فردوس کا   آپ کو ناحق سگ دنیا کیا
اصلاح ” ” ” ” گو ہوس نے ہے ” ”
مصرعۂ ثانی مین سگ دنیا کا ثبوت نہ تھا۔ اب ’ ہوس ‘ کے لفظ سے سگ دنیا کا ثبوت ہوگیا۔
نادر صاحب نے ”شیر ہے فردوس کا“ یہ نئی بات کہی۔ فردوس جنگل نہین کہ وہان شیر رہے
نادرؔ بعد فنا بھی ہم کو وہی انتشار ہے   چھاتی پہ گور سنگ یہان بھی سوار ہے
اصلاح ” ” ” ” ” ” ” برابر ” ”
مصرعۂ ثانی مین گو تصرف کیا گیا۔ مگر گور سنگ گو معناً صحیح بھی ہو مگر میرے کان ناآشنا ہین
کسی معتبر کلام مین میری نظر سے نہین گذرا سنگ لحد۔ سنگ تربت۔ سنگ قبر تو سنا ہے مگر

مصرعۂ ثانی میں "کیوں دل میں سر کو چھوڑوں" بےلطف اور فصاحت تھا بجائے اس کے "کیوں دل میں جگہ دوں یہ" بنا کر شعر کو سہل کر دیا۔

مادر سے بوسہ جو طلب میں نے کیا مارے بولے — بس جاؤ ہوا کھاؤ مرے پاس سے سرکو
اصلاح سے وہ ذکر وہ اس کے نرتے " " " " "

اس دور میں بوسہ کا لفظ قطعاً متروک ہے اس لیے پہلے مصرع میں ترمیم کی گئی۔ "وہ ذکر وہ اس کے" بےتکلف مطلب بنایا۔ عمدہ اصلاح ہے۔

مادر سے مری جانب نگاہ لطف ہوئی مہرباں انکی — دل ناساز کو میرے کرو گے شادماں کب تک
اصلاح سے " " " " " — تو یہ وصل سے دل کو " " "

گو مصرعۂ ثانی بھی غلط نہ تھا مگر "یہ وصل سے" مطلع میں جان پڑ گئی۔ اصلاح برتی کی ہے۔

مادر سے طلائی رنگ دکھلا کر کبھی تو سرخ رو کر دے — ترے غم میں رہوں میں زرد مثل زعفراں کب تک
اصلاح سے کبھی تو جوہر تیغ ادا سے " " " "

مصرعۂ ثانی میں "رہوں میں زرد مثل زعفراں الخ" اسی کی مناسبت سے مصرعۂ اولیٰ بنایا گیا "جوہر تیغ ادا سے سرخ رو کر دے" اس نکتے کی کیا داد دیجائے۔

مادر سے کبھی تو رحم کھا ئیگا مرے حال پریشاں پر — میں دیکھونگا رہیگا دے اتکا آسماں کب تک
اصلاح سے " " " " " — فلک کی طرح گردش تہ رہے گا " "

مصرع ثانی میں "میں دیکھونگا" بےمعنی تھا۔ بجائے اسکے "فلک کی طرح گردش تہ رہیگا الخ" یہ مصرع لکھ دیا گیا۔ اب دونوں مصرعوں میں ربط پیدا ہو گیا اور شعر بلند ہو گیا۔

مادر سے کبھی مستی لگاتے ہیں کبھی جوتی ماتے ہیں — مرے سر پر بلا وہ اک نہ اک ہر روز لاتے ہیں
اصلاح۔ یہ اس مطلع میں ایطا ہے اس لیے یہ شعر نکال دو۔" یہ نوٹ لکھکر شعر کو نظری کر دیا گیا۔

مادر سے حسن مطلق میں ہوتی مگر اس شوخ کو نادر — مرے نالے ہمیشہ گو زمیں سر پہ اٹھاتے ہیں
اصلاح سے " " " " " " آسماں " " "

دوسرے مصرع میں لفظ "گو" رائد تھا اس لیے بجائے "گو زمیں" کے "و آسماں" بنا کر شعر کا رتبہ بلند کر دیا۔

پہلا مصرع کی ترمیم سے یہ شعر نادر ہوگیا۔ مصرعۂ اولی مین رعایت لفظی کی بھرمار بے محل تھی۔

نادر — سر فروشان جہان مان گئے ہین لوہا ۔ دیکھ سر دیکھ لیے مین نے جو تلوار کے ہاتھ

اصلاح — " " " " " " کھا چکا ہون مین مقتل جو مین " "

مصرعۂ ثانی مین معنوی نقص تھا۔ اس لیے ترمیم کیا گیا یعنی سر دیکھ تلوار کے ہاتھ کوئی کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ اصلاح سے یہ نقص دور ہوگیا۔

نادر — دل مرا لیکے شب و روز وہ آرام کرین ۔ موت آئے یہ دعا ہم سحر و شام کرین

اصلاح — ساتھ دشمن کے " " " ۔ ہم دعا اپنی اجل کی " "

پہلا مصرع مین "دل مرا لیکے" یہ ٹکڑا ابلا ضرور تھا۔ بجائے اس کے "ساتھ دشمن کے" بنا دیا دوسرے مصرع مین بھی "موت آئے یہ دعا ہم" کے بجائے "ہم دعا اپنی اجل کی" بنایا اور خوب بنایا۔ عمدہ اصلاح ہے۔

نادر — صبحدم آج گیا ہے وہ عدو کے نادر ۔ سفر ملک عدم ہم بھی سر شام کرین

اصلاح — " اُٹھ کے وہ پہلو سے گیا ہے نادر ۔ " " " " "

پہلا مصرع مہمل و بے معنے تھا اس لیے ترمیم کیا گیا جس سے شعر بامعنے ہوگیا۔

نادر — شمشیر ادا پھیر دے قاتل تو ادھر کو ۔ مدت سے ہتیلی پہ لئے بیٹھے ہین سر کو

اصلاح — اب دیر ہے کیا تو لے شمشیر نظر کو ۔ مقتل مین " " " "

پہلا مصرع زبان اور محاورے کے خلاف تھا۔ اس لیے ترمیم کیا گیا دوسرے مصرع مین "مدت سے" بے محل تھا بجائے اس کے "مقتل مین" بنا کر مطلع کو فصیح کر دیا۔

نادر — خورشید لب بام ہوا جاتا ہون غم سے ۔ اتنی سی خبر کردے کوئی رشک قمر کو

اصلاح — " " " " ۔ دیکھا نہین مدت سے جو اس " "

مصرعۂ ثانی مین "اتنی سی خبر کردے" زبان نہین۔ اس لیے دوسرا مصرع لگا دیا جس سے شعر بامعنے ہوگیا۔ دوسرے مصرع سے پہلے مصرع کا ثبوت ہوگیا۔

نادر — محروم رہون کیون مین تڑپنے کے مزے سے ۔ کیون دل مین نہ رکھ چھوڑون ترے تیر نظر کو

اصلاح — " " " " " " ۔ " " جگہ دون نہ " "

سے نظم کرنا صحیح ہے اور یہی قاعدہ میرزا و میر کا ہے۔

تلمیذ: اب اُڑ رہے ہیں تسبیح کی سر معاں کے ہاتھ   ملانے سے نکالا قدم جھوم جائیں گے

اُستاد نے یہ نوٹ لکھکر اس شعر کو قلم زد کر دیا۔ "جھوم جانا" محاورہ جھوم جانا ہے جو آدمی کے واسطے
نہیں بولتے بلکہ درخت مکاں کے لیے نہیں گھر جھوم گیا۔ مطلب یہ کہ گم ہو گیا۔ درخت جھوم رہا
مطلب یہ کہ لٹک آئے گا۔ آدمی کے واسطے جھومتے ہوئے آنا، جھومتے ہوئے جانا بولتے
ہیں۔ علاوہ اس کے 'قدم نکالا' کے بجائے 'نکالا قدم' موزون ہوا تھا۔ نکالا کا 'الف' گرتا تھا
گو گرانا جائز تھا مگر اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

تلمیذ: رباعی — دنیا کے شکنجے میں جو پھنس جاتا ہے   ہر سانس کے ساتھ اور کس جاتا ہے
سیارہ حسد کا ہے گھڑتا   ہر ہر ملنے کے لیے ترس جاتا ہے

اصلاح: سیارہ حسد کا ہے گھڑتا ہر دم   " " " "

رباعی کا تیسرا مصرع چھوٹا تھا۔ اُستاد نے "ہر دم" بڑھا کر وزن پورا کر دیا اور کیسے مناسب
لفظ ہیں جس سے معنے میں ذرا بھی تغیر و تبدل نہ ہوا بلکہ صحیح مطلب ادا ہو گیا۔ استاد کی
نادر الکلامی کی یہ مثال ہے۔

ماسٹر آر پال صاحب نادر ہیڈ ماسٹر جھانسی

نادر: سو دست سے کی کرتا ہے گر پی پی کے کرتا ہے   جدا جانے جو زاہد پارسا ہے تا تو کیا ہوتا

اصلاح: " " (،) مگر چھپ چھپ کے پیتا ہے   " " " "

"پی پی کے کرتا ہے" یہ ٹکڑا غیر صحیح تھا اس لیے بجائے اس کے "چھپ چھپ کے پیتا ہے"
بنا کر شعر کو بامعنی و صحیح کر دیا۔

نادر: جدا ہوئے یہ تھی اسیر فنا ہیں حضرت انسان   جو یہ عالم کہیں دار البقا ہوتا تو کیا ہوتا

اصلاح: ثبات اس کو نہیں اسیر فنا ہے " "   " دار البقا " " " "

دونوں مصرعوں میں تصرف اس حسن سے کیا گیا کہ شعر کا مفہوم وہی رہا۔ اصلاح کے معنے یہی ہیں

نادر: مجھے اک سنگ نے کر دیا ہے جوں نمک گشتہ   ماسر یہ مہوس! خاک بھی اکسیر ہے میری

اصلاح: کسی کے عشق میں سیماب مثل کر کے گشتہ   " " " " " " "

تلمیذ۔ تبسم سے تمھارے برق خنداں مات ہوتی ہے ۔ مرے آنسو دکھاتے ہیں برسنا ابر نیساں کا
اصلاح۔ " " " " " پانی پانی ہے " " " " "
"مات ہوتی ہے" بامعنی ٹکڑا تھا لیکن شعر کے وصف میں اصلاح سے اضافہ ہوگیا اور رعایتیں زیادہ ہوگئیں

تلمیذ۔ رکھا ہے دل کو پردے میں چھپا کر اسمیں نکتہ ہے ۔ کہ یہ اللہ کا مسکن نہ گھر بن جائے شیطاں کا
اصلاح۔ " " " پہلو میں " " " " " "
استاد نے "پردہ میں" کی جگہ "پہلو میں" بنا دیا اور شعر بامعنی وصاف ہوگیا۔

تلمیذ۔ مخزن حسن حسینوں کے بنے ہیں سینے ۔ قبۂ نور انھی کا تو پتا دیتے ہیں
اصلاح۔ " " " " " اُبھر کر یہ " "
دوسرے مصرع کی اصلاح نے شعر کا رتبہ بلند کر دیا۔

تلمیذ۔ کیا دوا دیں پھر طبیبوں عشق کے بیمار کو ۔ موت بھی اچھا نہ کر پائے جو اس آزار کو
اصلاح۔ " " " " اطبا " " " " مہلک سمجھتی ہے " " "
کر پانا غیر فصیح ہے اس لیے بدل دیا "طبیبوں" مقام خطاب میں معرفہ تھا۔ نہ تھا اطبا خفیف ہے، وہ سبک بھی ہے اور یہ نکرہ ہے تمام اطبائے حاضر و غائب کو شامل ہے۔

تلمیذ۔ ہمارے دیکھنے سے جس طرح تو منہ پھراتا ہے ۔ مزا دیگا عدو سے اس طرح انجان ہو جانا
اصلاح۔ " " " " " منہ پھیر لیتے ہو " " " "
"منہ پھرانا" محاورہ نہیں ہے "منہ پھیر لینا" محاورہ صحیح ہے۔

تلمیذ۔ غرور حسن لاتا ہے شباب آہستہ آہستہ ۔ چڑھا کرتی ہے دولت کی شراب آہستہ آہستہ
اصلاح۔ " " " " " " اثر " " " "
مصرعۂ ثانی میں "چڑھا" کی جگہ "اثر" بنایا کیونکہ نشہ چڑھتا شراب کے اثر سے اور شراب جب فاعل ہے تو اثر کرنا چاہیے۔ شراب چڑھتی نہیں۔

تلمیذ۔ کس حسین کی کمند گیسو میں ۔ اپنی تلمیذ نے جان پھنسائی ہے
اصلاح۔ " " " " جان تلمیذ نے " "
دوسرا مصرع بھونڈا تھا۔ جان سے حرفی لفظ بسکون نون سماعت کو اچھا نہیں معلوم ہوا بلکہ اعلان نون

تلمیذ سے آتش گل جو ہوئی قطرۂ شبنم سے تیز   سوز بلبل کا بڑھا نالۂ سوزان نکلا
اصلاح سے " " " " " " سوا " " " "
"تیز" تقطیع سے گرتا تھا۔ اس لیے بجائے اوس کے سوا بنایا گیا۔

تلمیذ سے دنیا کو رہنما کی نہ کیونکر تلاش ہو   اندھیرے مین نہ آئے نظر کچھ بغیر شمع
اصلاح سے " " " " " ظلمات " " " "
مصرع ثانی مین "اندھیرے" کی جگہ "ظلمات" بنایا گیا۔ کیونکہ "اندھیرے" کے نون کو اظہار نظم کیا تھا۔ یہ غلطی تھی۔

تلمیذ سے معجزہ کی شرط ہے صدق اعتقاد اللہ کا   حصر عیسیٰ پر نہین کچھ تم باذن اللہ کا
اصلاح سے چاہیے ہے صدق دل سے " " " " " " " "
معجزے کے معنے ہین خرق عادت جو پیغمبر سے ظاہر ہو۔ اس لیے "معجزہ" کو نکالدیا کیونکہ ہر شخص معجزہ نہین دکھا سکتا۔

تلمیذ سے طور پر موسیٰ نے پایا ہم کو گھر بیٹھے ملا   دل ہمارا دوربین ہے رہنما اللہ کا
اصلاح سے " " " " " رہنما اپنا تصور ہے خدا کی راہ کا
مصرع ثانی مین "رہنما اللہ کا" ٹکڑا مشکوک تھا اس لیے استاد نے مصرع بدلکر شعر کو صاف کردیا

تلمیذ سے مسئلہ توحید کا منصور نے خوب حل کیا   دار کو سمجھا مجھ سے ... اللہ کا
اصلاح سے " " " " کیا " " " " "
"خوب" کی "ب" تقطیع سے گرتی تھی اس لیے "خوب" کی جگہ "کیا" بناکر اس عیب کو رفع کردیا

تلمیذ سے خلق خدا ہے فریادی ہے گوری صورت والون سے   حشر بپا ہے دنیا بھر مین اُن کی خرامان چالون سے
اصلاح سے " " " " " " " " " " " دل کش " "
"خرامان" کا الف درمیانی تقطیع سے گرتا تھا اس لیے اس کی جگہ دل کش رکھدیا۔

تلمیذ سے نکل کر خلد سے تمہید ہم باغ عدن آئے   گلستان جہان کی سیر کو ... زمین ہم کو
اصلاح سے " " " " آوارہ پھرے برسون " " " "
"باغ عدن" یا "خلد" ایک ہی چیز ہے پھر خلد سے نکل کر خلد مین آئے کیا؟

موصول کی کردی۔ یعنی اے لیلےٰ جن لوگوں کو تری مژگان نے خستہ دل کیا ہے الخ

تلمیذ: سودائیوں نے ترے اچھا کیا یہ سودا — سو منت اٹھائیں اک جان سار کر کے

اصلاح: " " " " سودائے اٹھالے " " "

"سو منتیں" ہونا چاہیے تھا مگر وہ کھپ نہ سکتا تھا اس لیے "سودائے" کا ٹکڑا استاد نے رکھ دیا

تلمیذ: ادا اس کو دلھن سمجھ بٹھا کر جوڑا — جان نے میرے تری تیغ کو عریاں سمجھا

اصلاح: " " " " قتل گہ میں جو " "

پہلے شعر میں جوں حائل تھا یعنی جان نے تیری تیغ کو عریاں سمجھا اس لیے سمجھ جوڑا پہنا کر اس کو دلھن کر دیا مگر اصلاح سے حاسن حائل ہوگیا اور شعر کہاں سے کہاں پہنچ گیا

تلمیذ: عمر بھر تری محبت کی آئی جوش پر گرے+ میرے بیمار نے اس کو تپ ہجراں سمجھا

اصلاح: " " " " " رگ میں اُسے بیمار محبت " " "

مصرع اول میں اُسے "کھٹکا" پیدا کر رہا تھا اس لیے شعر صاف کیا گیا۔

تلمیذ: بہار آئی ہے لگا دے قفس کو صحن گلشن میں — کہ اے صیاد سیر فصل گل ہو جائے بلبل کو

اصلاح: " " " " " " " " " شایان ہے " "

بلبل کو سیر گل ہو جائے محاورہ نہیں ہے۔

تلمیذ: گل سے ہے پیار جانے کیوں سب کو ہاں ہے+ یہ دونوں تیر جو ارمیں جن کے ہیں

اصلاح: کانٹوں میں کیوں حلق ہے گلوں سے کیا پیار " " "

پہلا مصرع کسی قدر چسپاں نہ تھا گل سے ہے پیار بھونڈی ترکیب تھی۔

تلمیذ: دوری کے ہم کوئی عاشق نے ہیں — پروانے اس چراغ کے ہیں اسد اسے ہم

اصلاح: پر رسولِ پاک کے عاشق نے ہیں " " "

ردیف ہم ہے پھر مصرع اول میں ہم ہونا اچھا نہیں دونوں کا مرجع ایک ہے

تلمیذ: ادا میں ہم ہے ترچھی طرز لب میں ہے ل — کیا ٹیڑھی جوبیاں ہیں مرے کج کلاہ میں

اصلاح: " " " " " کیا کج ادائیاں " "

دوسرے مصرع میں "ٹیڑھی جوبیاں" ذرا ثقیل تھا اس لیے کج ادائیاں دو معنے رکھ دیا۔

عاجز۔ قامت ہے کہ شمشاد ہے غازۂ گردین کا پھولون سے سوا رنگین عارض ہے حسین کا

اصلاح ۔ ۔ ″ ″ ″ گلدستہ ہے پھولون کا کہ ″ ″ ″

عارض کو پھولون کا گلدستہ بنا کر مطلع کو رنگین بنا دیا۔

عاجز۔ دنیا جسے کہتے ہین وہ ہے خواب کا عالم دو روز مین ہو جاتا ہے گم نام مکین کا

اصلاح ۔ ″ ″ ″ ″ ″ اٹھوار ″ ″ ″

اٹھوار ۔ کہ لفظ نے معنی مین ترقی پیدا کر دی مطلب یہ ہے کہ آٹھ دن مین انسان مرجاتا ہے

عاجز۔ غیر حالت رات سے ہے عاشق دلگیر کی انتہا ہو چکی ہے گردش تقدیر کی

اصلاح ۔ ″ ″ ″ ″ منھ چھپایا تم نے یہ بھی بات ہے ″ ″

وصل مطلع مین باہم دونون مصرعون مین ربط نہ تھا۔ اس اصلاح نے مطلع مین چار چاند لگا دیے۔

عاجز۔ قسمت نے شہر شہر کیا در بدر مجھے آرام کا ملا نہ کہین ایک گھر مجھے

اصلاح ۔ غربت ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

بجائے قسمت کے "غربت" کا لفظ بنا دیا۔ اس ایک لفظ نے مطلع مین ایک نئی روح پھونک دی اسی کا نام اُستادی ہے۔

عاجز۔ [illegible] نہ جلانا استخوان کو کھا کے گا ہما انھین مرنے کے بعد

اصلاح ۔ ″ ″ مایوس نہ ہو ہما ″ ″ ″

"مایوس نہو" اس ٹکڑے نے معنی مین ایسی نزاکت پیدا کر دی جو احاطۂ تعریف سے باہر ہے۔

"مسٹر سید تلمیذ الحق صاحب بی۔ اے۔ مرادپوری پروفیسر رنگون"

تلمیذ۔ دانہ سپند کا ہے رخ آتشین پہ تل تا بد نظر اثر نہ کرے حسن یار مین

اصلاح ۔ ″ ″ ″ ″ ″ تا بد نظر کا دخل نہو ″ ″ ″

نظر کے لیے داخل ہونا کہتے ہین حسن مین نظر بد کا دخل نہ ہو صحیح ہے معنوی غلطی تھی اُسے صاف کر دیا

تلمیذ۔ تری مژگان نے ارے لیلیٰ کیے ہین جنکو دل خستہ مثال قیس کیا ڈر ہے انھین کانٹون پہ چلنے کا

اصلاح ۔ ″ ″ ″ کیا ہے جن کو ″ ″ ″ ″ ″ ″

دل نہین خستہ ہوا کرتا عاشق خستہ دل ہوتا ہے۔ اس لیے استاد نے "دل خستہ" اضافت مقلوبی

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی

نواب محمد داور خاں قلندر نواب آف کرنول سے

یہ بار چاہیے قاروں کی طرح سے زر پر — کہ بعد بوجھ اٹھانا پڑے وہی سر پر

اصلاح: لگا نہ جان کو قاروں کی طرح تو زر پر — یہ بوجھ تجھ کو اٹھانا ہے ایک دن سر پر

خواجہ صاحب نے "جان" کے ایک لفظ سے مطلع میں جان ڈال دی اور دوسرے مصرع سے تو فصاحت کے دریا بہا دیے۔ اور لطف یہ کہ مفہوم وہی رہا۔

قلندر: لکھا جو نامے میں احوال درد فرقت کا — تو نامہ بر ہی میں بجلی گری کبوتر پر

اصلاح: " " " " بے قراری دل — " " " " "

بجلی کی مناسبت سے "بے قراری" کا لفظ بنایا گیا جس سے شعر میں ایک خوبی پیدا ہو گئی۔

قلندر: جو شوق قتل کا قاتل نے مجھ میں دیکھ لیا — کہا پکار کے رکھ دو گلے کو خنجر پر

اصلاح: یہ شوق قتل ہے قاتل کو میں نے جب دیکھا — رگیں پکاریں کہ " " "

جناب قلندر کا شعر مذاق شاعری سے گرا ہوا تھا۔ یعنی معشوق کا یہ کہنا کہ تم خنجر پر گلا رکھ دو اس سے عاشق کے شوق قتل کا ارمان ثابت نہیں ہوتا۔ اصلاح سے یہ عیب رفع ہو گیا اور شعر مرصع ہو گیا۔ مبارک اصلاح دی۔

قلندر: ہستیں رفتہ رفتہ دور ہوئے — ہو گئی ساری اکس حالی

اصلاح: " " " اٹھ گئے سب — رہ گئی آہ " "

"دور ہوئے" یہ ایک ٹکڑا مہمل تھا بجائے اس کے "اٹھ گئے سب" کیا خوب بنایا جس سے شعر میں ترقی کے علاوہ معنوی خوبیاں بھی بڑھ گئیں۔ دوسرے مصرع میں "رہ گئی آہ" یہ ٹکڑا قابل داد ہے۔

پیر سید محمد فاخر فیروز آبادی سے: میرے آزار کو نہیں سمجھا — کیا تشخیص ہے طبیب غلط

اصلاح: " " " " سمجھا تو — سری " "

نہیں کا لفظ ماضی کے ساتھ نہیں ہوتے، اس لیے لکھا دیے "سمجھا تو" سا کر اس نقص کو دور کر دیا۔ دوسرے مصرع میں تعقید لفظی تھی اس لیے اسے بھی بدل دیا اس اصلاح سے شعر میں بہت سی خوبیاں پیدا ہو گئیں اور جو عیوب تھے رفع ہو گئے۔

نادم ۔ خوشی کے نو دن ہنس کے کٹتے ہیں نادم   مصیبت کے دن بھی گذر جائیں گے

اصلاح ۔ خدا پر بھروسہ جو رکھے گا نادم   " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں صفائی اور سلاست پیدا ہو گئی۔

نادم ۔ اپنی اپنی یار کی محفل میں کہتے ہیں سبھی   تکتے ہیں ایک ایک کی صورت کو بیگانے سے ہم

اصلاح ۔ پوچھنے والا نہیں ہے کوئی بزم یار میں   " " " " "

پہلے مصرع سے دوسرے مصرع کو ربط نہ تھا اس لیے ترمیم کیا گیا۔ ربط معنوی کے ساتھ شعر میں سلاست نے روانی پیدا ہو گئی۔ ایسے کے مقام پر "سے" لانا بلحاظ قرینہ کے درست ہے

نادم ۔ غیر جل جل کے مرے جاتے ہیں بزم ناز میں   ہو رہے ہیں شمع محفل پہ جو پروانے سے ہم

اصلاح ۔ " " " " " " "   گرد ہیں اس شمع " " " "

مصرعۂ ثانی سے شعر کا صحیح مفہوم ادا نہ ہوتا تھا۔ ایک ذرا سی ترمیم سے شعر بامعنی ہو گیا مگر "پہ" کے بجائے "کو" چاہیے۔

نادم ۔ پانی پانی ہو گیا گردوں پہ ماہ انوری   یار کے ماتھے پہ جب سونے کا جھومر رکھ دیا

اصلاح ۔ " " شرم سے مہر درخشاں ہو گیا   " " " " "

پہلا مصرع کچھ نہ تھا۔ اس لیے ترمیم کیا گیا۔

نادم ۔ کس طرح ہوگا سر محشر گناہوں کا شمار   کھول کر آگے مرے کاتب نے دفتر رکھ دیا

اصلاح ۔ " " " " "   کاتب اعمال نے دفتر کا دفتر رکھ دیا

مصرعۂ ثانی میں ایک کھلا ہوا ذم تھا۔ اس اصلاح سے یہ عیب جاتا رہا اور لفظ "اعمال" سے شعر کے معنے صاف ہو گئے۔

نادم ۔ وہی دن خوب تھے رہتے تھے وہ ہمسایہ میرے   گذر جاتی تھیں راتیں عیش و عشرت کی کہانی میں

اصلاح ۔ الٰہی وہ بھی کیا دن تھے کہ وہ رہتے تھے پہلو میں   " " " " "

"ہمسایہ میرے" یہ ٹکڑا بے محل تھا۔ اس اصلاح سے شعر خوب ہو گیا۔

نوٹ

یہ اصلاحیں خود جناب نادم نے بھیجی تھیں جس میں سے چند اصلاحیں انتخاب کر لی گئیں۔

پہلے مصرع میں بجائے "سشرم" کے بات بنا کر مطلع کو درست کر دیا

دایق سے ہے پوسیدہ مجھی میں قدرت حق — طلسم عالم ایجاد ہوں میں

اصلاح سے " " " " " رازِ قدرت — " " " " "

مصرعۂ ثانی کی مناسبت سے پہلے مصرع میں بجائے قدرت حق کے رازِ قدرت بنا دیا ملا

عبداللہ میاں اختر سورتی

حامد حسن صاحب نادم مھاوی سے

جان دینا ماس جامان کو آساں ہیں — تیغ میں دم جاہیے سحر میں جو سرچاہیے

اصلاح سے قتل کرنا " " " " " " " "

پہلا مصرع دوسرے مصرع سے سطحی سا تھا۔ اس اصلاح سے کسی قدر مصرعۂ ثانی سے مصرعۂ اولیٰ دست و گریباں ہو گیا تاہم ابھی "آساں ہیں" اس کرنے کا ثابت کرنا باقی رہ گیا۔ پہلا مصرع یوں ہوتا تو سحر میں بداحال آجاتی ع۔ سخت جاں ہوں قتل کرنا سر اگر آساں ہیں +

نادم سے رلفوں میں جو ہم کو رخ دلبر نظر آیا — ظلمات کے پردے میں سکندر نظر آیا

اصلاح سے " " " " " میں گویا مہ انور نظر آیا

مصرعۂ ثانی بے معنے تھا بغیر استعارہ سکندر کا رخ دلبر سے تعلق ٹھیک نہ تھا اب مہ انور کا رخ دلبر سے تعلق صحیح ہو گیا۔

نادم سے سچ کہو کس سنگ کے قتل پر نادم ہی کر — دل ہے غصہ سے جو چہرہ سرخ ہے تلوار کی

اصلاح سے " " " کو قتل کرکے آئے ہو " " " " "

دل سے قتل غصہ کا انکار کس ہے مگر بغیر قتل تلوار کا سرخ ہونا غیر ممکن ہے اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا

نادم سے مجھ گلزار ہے دلدار ہے پیر دیرہے کیا — ساغر گل لب لعل سے ملا دے ساقی

اصلاح سے " " سرو ہے گھٹا چھائی ہے " " " " "

اس ترمیم سے شعر درست ہو گیا۔ سخت مصرعۂ ثانی میں "ساقی" سے خطاب ہے تو مصرعۂ اولیٰ میں لفظ دلدار بیکار رکھا۔

نوٹ ملہ۔ یہ اصلاحیں خود جناب داغ صاحب نے بذریعۂ ڈاک روانہ فرمائیں۔

ذایق ۔ کون کہ سکے گھر چلا آیا ہے ہو کر مضطر۔ آپ نے دیکھی مری آورد کیا چیز ہے
اصلاح ۔ " " " تم نے دیکھا بھی " " "
بجائے آپ نے دیکھی کے تم نے دیکھا بھی بنا کر معنی میں زور پیدا کر دیا۔

ذایق ۔ بسبب گلہائے گلشن کی دلاویزی نہیں عندلیبو کوئی اِن میں جلوہ فرما اور ہے
اصلاح ۔ خود بخود " " " " " " " " "
مصرعۂ ثانی میں اور معنی دیگر ہے لہذا مصرعۂ اولیٰ میں بجائے بسبب کے "خود بخود" بنا دیا

ذایق ۔ کیوں اُسکو دیکھنے سے اُسکے پیچ پر سرو چشم مخمور اور ہے گلرنگ صہبا اور ہے
اصلاح ۔ " " " " " سے سرو چشم میگون " " " " " "
پہلے مصرع میں بجائے پر کے سے بنایا۔ دوسرے مصرع میں چشم مخمور سے مصرع ناموزون تھا "چشم میگون" سے موزون ہو گیا۔

ذایق ۔ ہو مرا ہر کام اے ذایق مرے دلخواہ کیون فکر انسان اور ہے تشویش مولا اور ہے
اصلاح ۔ " " " " " " " قدرت کا منشا " "
مصرعۂ ثانی میں "تشویش مولیٰ" یہ ٹکڑا مہمل و بے معنہ تھا بجائے اُس کے "قدرت کا منشا" بنا کر شعر کو با معنہ کر دیا۔

ذایق ۔ حضرت سر افلاک گذرے ہیں تو عجب کیا رُکتی ہے کہیں پردۂ عینک سے نظر بھی
اصلاح ۔ افلاک سے حضرت کے گذرنے میں ہمیں کیا شک " " " "
اس اصلاح سے شک رفع ہو گیا۔ "عجب کیا" میں ایک شبہ تھا۔

ذایق ۔ قربان ہیں صدقے ہیں تصدق ہیں فدا ہیں آدم بھی براہیم بھی عیسیٰ بھی خضر بھی
اصلاح ۔ آپ پہ قربان تصدق ہیں " " " " "
اس ترمیم سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی۔ قربان کا نون با ظہار بندھ گیا۔

آزاد صاحب ایڈیٹر جلوۂ یار میرٹھ

ذایق ۔ یہ طرفہ شرم دیکھی اس شوخ فتنہ گر میں نظروں سے ہے وہ غائب پر اُسکی ہیں نظر میں
اصلاح ۔ " " بات " " " " " " "

سہ کیوں یہ دو دار روئے مسود ہے زلف یار
اب کس طرح سے دیکھوں تمہاری نظر کو میں

اصلاح ساحرؔ " " " " "
تا شام ہی سے ڈھونڈ رہا ہوں سحر کو میں

مصرعۂ ثانی میں "کس طرح سے" اس ٹکڑے میں لفظ "سے" حشو تھا۔ اس لیے پورا مصرع ترمیم کیا گیا۔ اور مصرعۂ اولیٰ میں مصرعۂ ثانی کی وجہ سے بجائے "کیوں" کے "یا" بنا دیا اب دونوں مصرعے برابر کے ہو گئے اور رخ و زلف سے شام و سحر کی رعایت پیدا ہو گئی۔

سہ کوئی گواہ حشر میں بھی ساتھ چاہیئے
جاؤ چلے تو ساتھ ہی لوں چارہ گر کو میں

اصلاح سہ شاہد کوئی تو ہو غم دل کا برروزِ حشر
بس ہو تو ساتھ لیکے چلوں چارہ گر کو میں

پہلے مصرع میں لفظ "بھی" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تو گواہ موجود ہیں۔ لیکن اب حشر کے لیے بھی کسی گواہ کی ضرورت ہے۔ اس لیے مصرعۂ اولیٰ میں ایک ادنیٰ ترمیم سے یہ نقص دور ہو گیا۔ دوسرے مصرع میں "جاتے ہی لوں" غیر فصیح تھا۔ اس لیے یہ مصرع لکھ دیا گیا

ع۔ بس ہو تو ساتھ لیکے چلوں چارہ گر کو میں ÷ اس اصلاح سے عیوب شعر بھی جاتے رہے اور روانی اور سلاست بھی پیدا ہو گئی۔

سہ گزرے دنیا کے متعلوں کا لحد میں خیال کیا
یاں آکے آپ تو بھول گیا رہگذر کو میں

اصلاح سہ " " " " "
سرِ ل یہ آکے " " " "

"یاں" مصرعۂ ثانی میں غیر فصیح سمجھ کر "سرِ ل" کا لفظ بڑھایا گیا۔ *

سید عباس حسین صاحب فصاحت لکھنوی

منشی محمد اسمٰعیل صاحب دلآویز شکوہ آبادی۔ سہ

ہوتا لب شیریں کی زیارت سے مشرف
جا جو مری خاک سے پیمانہ کسی کا

اصلاح سہ بوسہ لب شیریں کا میسر مجھے ہوتا
" " " " "

دورِ حاضرہ میں بوسہ کا لفظ مذموم سمجھا جاتا ہے مگر اساتذۂ قدیم کے ہاں یہ لفظ ابھی تک مستعمل ہے۔ اس ترمیم سے شعر بامعنی ہو گیا ورنہ پہلا مصرع مہمل تھا۔

نور ہ

* یہ اصلاحیں خود حضرت ساحر نے مرتب فرمائیں جو شکریہ کے ساتھ شاملِ تذکرہ کی گئی ہیں۔

آسی - نصیحت پھر مجھ کو کرنا تو ناصح مرا دل دیکھ اور وقت مرا سن
نوٹ - لفظ 'تو' دہرا ہو رہا ہے اس سے کبھی نہ لکھا کیجیے -
آسی - نہون نازان مین کیون مست قسیم جام کوثر ہون کہین دنیا مین اور ایسا نہ دیوانہ نہ میخانہ
نوٹ - دیوانہ کو میخانہ سے کوئی واسطہ نہین - شعر نکال دیجیے -
آسی - پردیس ہے وہ اور یہ پرانا لباس ہے جاؤن عدم کو جامۂ ہستی اتار کر
نوٹ منجانب آسی - میرے مہربان قاضی عبدالعزیز صاحب عزیز فرماتے ہین -
پردیس مین تو کٹ گئی کہنہ لباس سے " " " " "
اصلاح و جواب - نوٹ - قاضی صاحب کا خیال درست ہے مگر ان کے مصرع کی بندش سست ہے - لہٰذا مین ایک اور مصرع لکھ دیتا ہون -
اس دیس والے لوگون کے قابل نہین یہ بھیس جاؤن عدم کو جامۂ ہستی اتار کر
آسی - ہدایت صبر کی بیکار ہے عاشق کو اے ناصح کہ تھراتے ہوے ہاتھون مین پیمانے چھلکتے ہین
نوٹ - یون ہو تو کیا برا ہے -
کرون کیا صبر حد صبر سے افزون ہے غم ناصح ارے نادان بھرے ہین تو پیالے چھلکتے ہین
دونون مصرعون کی ترمیم قابل تعریف ہے - اس اصلاح سے شعر مین ترقی کس قدر ہوگئی -
آسی - کمبخت دن بہار کے آکر گذر گئے اک سال کے لیے مجھے دیوانہ کر گئے -
اصلاح - " " " " دیوانہ تھا ہی اور بھی " "
اس اصلاح سے ترقی ہی نہین ہوئی بلکہ لطف زبان بھی پیدا ہوگیا -
آسی - اب میری نظر مین ہے زمانہ تہ و بالا خنجر مرے سر پر ہے مرا سر تہ خنجر
اصلاح - " " " " خنجر تہ سر رکھی ہے تو ہے سر تہ خنجر
دوسرے مصرع کی ترمیم سے ترکیب ذرا اور تیز ہوگئی -
مسٹر حامد اللہ افسر میرٹھی ایم - اے پروفیسر انٹرمیڈیٹ کالج لکھنؤ
احسان علی کوثر سابق اڈیٹر
رسالۂ نو بہار علی گڈھ

دل سے لب پہ ہے آیا نام دلبر بھی بے ساختہ   ہم بس ذرہ میں کہتے ہیں مسلماں ہیں ہم
اصلاح ہے ۔ ۔ ۔ ذکر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
پہلے مصرع میں بجائے "یاد ساں" کے "ذکر ساں" بنا دیا۔ واقعی یہ محل "یاد ستان" کا نہ تھا "ذکر ستاں" سے دوسرے مصرع کا مفہوم صحیح ادا ہو گیا۔ *

سید ابو الحسن ناطق گلاوٹھی تلمیذ حضرت داغ

یہ چند نوٹ و اصلاحیں مکرمی مولوی عبدالباری آسی نے پہلے حصے کے طبع ہونے پر لکھ کر مرحمت فرمائی تھیں جو بوجہ بے سے خالی ہیں لہذا اس حصۂ دوم میں شکریے کے ساتھ درج کی جاتی ہیں

آسی سے جانے عرب ہے رہ عشق کی پہلی منزل   اور مرا اول منزل ہی میں فنا ہو جانا
نوٹ اگر چہ اول منزل بھی درست ہے مگر منزل اول کی ترکیب اچھی معلوم ہوتی ہے۔

آسی سے ہاں موسم شباب ہے کھل کھیلیے ضرور   اٹھائیے جوبن اچھی طرح نام اٹھا لیے
نوٹ ۔ جوبن بمعنی پستاں داغ کے نزدیک ناجائز ہے

نوٹ مؤلف جوبن بمعنی پستاں ہر لغت میں موجود ہے اور شعرا نے لکھا ہے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں البتہ زمانۂ حال کی تہذیب ضرور مانع ہے مگر قدیم شاعری کے دلدادہ آج بھی لکھتے ہیں۔

آسی سے خود سر ہیں یہ کبھی ۔ نگاہ یہ ڈالیے   ہیں یہ ستم شعار زمانے کے جالیے
نوٹ ۔ لفظ جالیے بولتے تو ہیں مگر کسی کے کلام میں دیکھا نہیں۔

نوٹ مؤلف ۔ جو لفظ بول چال میں مستعمل ہے اسے نظم بھی کر سکتے ہیں اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو قلق نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے وہ مصرع شاید یوں ہے۔

ع جالیا فیلسوف اور بدذات

آسی سے آج وہ بھی مرنے مرنے کی دعا کرتے ہیں   آج یہ بھی دل مضطر کی دوا ہوتی ہے
نوٹ ۔ آپ نے اس شعر میں دعا کو دوا باندھا ہے یہ جو درست نہیں ہے۔

آسی سے آتے ہیں جب مرے گھر میری تسلی کے لیے   ساتھ کوئی نہیں ہوتا تو حیا ہوتی ہے
معمولی شعر ہے غزل میں ملا نہیں نکال دیجیے۔

* نوٹ ۔ یہ اصلاحیں خود مولوی ابو الحسن صاحب ناطق گلاوٹھی نے مرحمت فرمائیں۔

ولی سے یہ بھی ہے ناز نیا ظلم نیا چھیڑ نئی　　سیر ہو تو وہ رقیبوں پہ جفا کرتا ہے

اصلاح سے " " " " مجھکو دکھلا کر " " "

"مجھکو دکھلا کر" یہ ٹکڑا قابل داد ہے۔ نکتہ چین ذم کا پہلو سمجھیں مگر شعر بامزہ ہو گیا۔

ولی سے ہائے کیونکر کہوں بیتابی دل کا احوال　　کہ ادھر گوش توجہ وہ بھلا کرتا ہے

اصلاح سے کس کو دکھلاؤں میں بیتابی دل کی حالت　　" " چشم " " "

مصرعۂ اولی میں "کس کو دکھلاؤں" پھر ویسا ہی قابل دید ٹکڑا رکھا گیا جسے دیکھنے والے دیکھیں گے سمجھنے والے سمجھیں گے مصرعۂ ثانی میں "گوش توجہ" کے بجائے "چشم توجہ" بے مثل بنایا۔ کیونکہ گوش توجہ کرنا محاورہ نہیں بلکہ چشم توجہ کرنا ہے

ولی سے نہ لیں گے نام ترا تجھکو دل میں یاد کرتے ہیں　　کہیں اسرار عشق افشا نہو ہم اس سے ڈرتے ہیں

اصلاح سے نہیں لیتے ہیں ترا نام " " " " " نہوں " "

اصلاح سے مطلع میں فصاحت پیدا ہو گئی۔ "نہ لیں گے" میں زمانہ آئندہ پایا جاتا ہے۔ "نہیں لیتے ہیں" اسمیں سب زمانے آ گئے۔

ولی سے پہونچ اے خاک اپنی انکے دامن تک کسی صورت　　سمند ناز پر وہ میری تربت سے گزرتے ہیں

اصلاح سے " " " انکے دامن زین " " " " " " "

ولی کا مصرعۂ اولی بہت کمزور تھا۔ ایک "دامن زین" کے ٹکڑے نے شعر کو دلاویز کر دیا۔

ولی سے قمر ان کے مقابل ہو کبھی ہے یہ بھلا ممکن　　ہوئی روپوش فوراً چاندنی جب وہ نکھرتے ہیں

اصلاح سے قمر انکے مقابل ہو سکے کب ہے بھلا ممکن　　چھپا لیتی ہے منہ کو " " "

دونوں مصرعوں میں ترمیم کر کے شعر کو بامعنی اور روشن کر دیا۔ عمدہ اصلاح ہے۔

ولی سے سنبھل کے پاؤں ذرا میری قبر پہ رکھنا　　ہے چور شیشۂ دل سنگ رنج فرقت سے

اصلاح سے " " " " ہے آبگینۂ دل چور سنگ " "

مصرعۂ ثانی میں "سنگ رنج فرقت" اچھا نہ تھا۔ اسی لیے "آبگینۂ دل" بنایا اور اسی تناسب سے "سنگ فرقت" کا ٹکڑا بھی خوب بنایا۔ سنگ رنج فرقت میں توالی اضافت بدنما تھی۔ اس کو سنگ فرقت کی ایک اضافت سے بدل دیا۔

ولی: بے چین ہو رہا ہے دل اُس رشک ماہ کا　　اُبھر رہے اثر مری ناکام آہ کا

اصلاح: " " " " " " " " دلدوز "

مصرع ثانی میں بجائے "ناکام" کے "دلدوز" کیا خوب سمایا۔ اس ایک لفظ نے مطلع میں ایک نئی روح پھونک دی ہے کہ مصرع اولیٰ میں معشوق کے دل کی بے چینی کا ذکر ہے اس لیے یہاں دلدوزی کی ضرورت تھی۔

ولی: دونوں جہاں سمٹے ہوئے ہیں صورت اسیر　　اللہ رے سلسلہ تری زلف سیاہ کا

اصلاح: حلقے میں اپنے کر لیا دونوں جہاں کو　　" " " " "

زلف سیاہ کے لیے "حلقے میں اپنے کر لیا" خوب سمایا اور پھر دونوں جہان کو۔ سبحان اللہ

ولی: بسمل ہوا ہے دل تو جگر کو بھی زخمی کر　　ظالم ایک وار اور بھی تیغ نگاہ کا

اصلاح: " " " " " " یوں چھوڑ　　" " " "

مصرع اولیٰ میں زخمی کی بے بسی تھی اس لیے "یوں نہ چھوڑ" سما کر شعر کو صحیح کر دیا۔

ولی: اس بزم میں محال نہیں گفتگو کروں　　مدت سے دل میں حوصلہ ہے ایک آہ کا

اصلاح: " " " رساں نالوں میں کس طرح　　آنا یہاں محال ہے ہونٹوں تک آہ کا

دونوں مصرعوں کی ترمیم کر کے شعر میں ایک نئی روح پھونک دی جس کی تعریف میں یہی مصرع کہنا پڑتا ہے ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

ولی: بسمل کرا سے کیوں نہ نظر بھر کے دیکھیے　　آزردہ خون سے ہو گا نہ دامن نگاہ کا

اصلاح: بہتر بسملوں کو نظر بھر کے دیکھ لو　　" " " " "

پہلے مصرع میں تین "نوں" کا اجتماع قریب ہی قریب مخل فصاحت تھا۔ اس لیے ترمیم کیا گیا مصرع بھی عمدہ ہے مگر دوسرے مصرع میں لفظ خون ملا اعلان نون نہیں معلوم حضرت شاد نے کیوں رہنے دیا۔ کیونکہ بلا عطف و اضافت کے لفظ خون ملا اعلان نون لکھا بھی ناجائز سمجھتے ہیں

ولی: حاصل اک رہرو کی تیری لقا کرتا ہے　　راہ میں تیری جو آئے کو فنا کرتا ہے

اصلاح: آخر کو " " "　　جو تری راہ میں ہستی کو " "

پہلے مصرع میں بجائے "اک رہرو" کے "آخر کو" سمایا دوسرے مصرع کو بھی ملا جس سے شعر صاف ہو گیا

ولیؔ۔ دور جب آئینۂ دل سے ہوا زنگ دوئی حسن روئے یار صاف اس میں نمایاں ہو گیا

اصلاح۔ " " " " روے جاناں صاف صاف اُس میں " "

دوسرے مصرع میں صاف صاف کی تکرار سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی۔

ولیؔ۔ اب رہی آخر کہاں امید وصل اس شوخ کی خانۂ دل میں تو دخل یاس و حرماں ہو گیا

اصلاح۔ اب رہے آخر کہاں جا کر امید وصل یار " " " "

اصلاح سے سلاست اور روانی پیدا ہو گئی۔

ولیؔ۔ مشکلیں حد سے بڑھیں کام ترے آسان نکلا دردِ دل بڑھ کے خود اپنے لیے درماں نکلا

اصلاح۔ عشق اپنے لیے آرام دہ جاں نکلا درد سمجھے تھے جسے ہم وہی " "

اس اصلاح سے مطلع خوب ہو گیا۔ عشق کو درد کہنا واقعی استادانہ اصلاح ہے گو اور شعرا بھی اس مضمون کو کہہ گئے ہیں دور کیوں جائیے غالب کا مشہور مصرع ہے "درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا"

بہرحال اصلاح قابل تعریف ہے۔

ولیؔ۔ کون ہر وقت نکالا کرے وحشی کو تر نے گھر سے پھر آج ترا چاک گریباں نکلا

اصلاح۔ " " " تسکین دیکر " " " " "

"وحشی کو ترے" یہ ٹکڑا زاید تھا کیونکہ ترا چاک گریباں موجود ہے "تسکین دیکر" نہایت ہی بامحل اور معنی خیز ٹکڑا استاد نے رکھدیا۔

ولیؔ۔ چل بسیں اپنی امیدیں جوش فرقت ہا کوئی میرا نہ بجز یاس کے پرساں نکلا

اصلاح۔ وقت آخر نہ امیدیں نہ تمنائیں تھیں " " " " "

ولی کا پہلا مصرع کچھ نہ تھا۔ استاد عدیم المثال نے عجب مصرع لگا کر شعر کو درست کیا وقت آخر امیدوں اور تمناؤں کا نہ ہونا ایک نیا خیال ضرور ہے۔

ولیؔ۔ آگئی یاد خدا دیکھ کے صورت اسکی حسن اس بت کا چراغ رہ عرفاں نکلا

اصلاح۔ لِلّٰہِ الحمد ملی منزل مقصود ہمیں " " " "

کیا اچھوتا مضمون تھا جس نے مصرع لگا دیا جس سے مصرعۂ ثانی روشن ہو گیا۔ یاد خدا ایک دم کے لیے بھی آجاتی ہے اور منزل مقصود کا مل جانا۔ امر ثابت و مستقر ہے

اصلاح کا ایک ایک لفظ قابل داد ہے۔

قمر سے ہم کھنچے بیٹھے تھے کھنچ کر چلے آئے مرے گھر — جذب کامل میں اثر ہے کہیں دیکھ لیا

اصلاح: تجھے بہت مجھ سے کھنچے کھنچ کے چلے آئے تم — کشش دل " " " "

قمر کے مصرع اولیٰ سے اسکا پتا چلتا تھا کہ کس سے کھنچے بیٹھے تھے اصلاح سے صاف ہو گیا "جذب کامل" سے "کشش دل" بھی خوب رہا۔

قمر دیکھ کر آئینے میں عکس کو اپنے بولے — لے قمر ہم نے یا ماہ حسیں دیکھ لیا

اصلاح: " " " " ہنس کر بولے — " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "اپنے" کے "ہنس کر" بنا کر مقطع کو اور شوخ کر دیا۔

خوشتر برادر اثر لکھنوی خوشتر: میں نے دل میں تجھے اے ماہ مبیں دیکھ لیا — آنکھ سے جلوۂ خورشید حسیں دیکھ لیا

اصلاح: " " " " " + ورتے میں " " "

اصلاح کی ایک لفظ نے اس مطلع کو کس قدر بلند کر دیا۔

جو سر سینے میں ترے ستم اُن کا ہمیں دیکھ لیا — حذف کو تیرے بس اے قلب حزیں دیکھ لیا

اصلاح: تیر اُس کا مرے پہلو میں ہمیں دیکھ لیا — " " " "

اصلاح سے سان میں روانی اور فصاحت پیدا ہو گئی۔ اب یہ مطلع بھی اچھا رہا۔

جو سرے آئے سینے کے ترے ہو کر ہو کے — ہم نے ماروں کو ترے چرخ بریں دیکھ لیا

اصلاح: " " " " " اُبھر آئے ہیں — " " " "

ہو جانے سے اُبھر آنے میں زیادہ لطافت ہے۔ اخبار مشرق ۲۰ مئی ۱۹۲۵ء

خان بہادر علی محمد شاد عظیم آبادی

ولی الرحمان ولی عظیم آبادی سے

ملک دل رحلۂ یاس و حرماں ہو گیا — حل بسیں ایسی امیدیں جوں ارمان ہو گیا

اصلاح: ملک دل رحلۂ اندوہ و حرماں ہو گیا — " " ساری " " " "

پہلے مصرع میں "حملۂ یاس" کو قلم زد کر کے "حملۂ اندوہ" بنا دیا۔ حملۂ یاس میں رکاکت بھی اور دوسرے مصرع میں بجائے "ایسی" کے "ساری" بنا کر مطلع کو درست کر دیا۔

ردیف نے بھی اس شعر کو ایسا بنا دیا کہ بے نظیر ہوگیا سرعرش کے لیے تاج ہی ایک لفظ ہے

شیخ - آگئی جان مرے دل کی تمناؤں میں رخ کسی کا جو دم بازپسین دیکھ لیا

اصلاح - " " مری مردہ " " " " " " "

اصلاح سے شعر پر درد ہوگیا - معنوی خوبی بڑھ گئی -

شیخ - ارحسین آتش کدہ یار رعنائی سے ترے رشک جنت بنی گلشن کی زمین دیکھ لیا

اصلاح - " " " گلزمین بن گئی " " "

گلزمین " نے شعر میں اور حسن پیدا کر دیا - اس لیے کہ گلزمین عمدہ زمین کو کہتے ہیں اور صرف محل اس کا یہی تھا -

بابو بدری پرشاد قمر بی - اے - وکیل گورکھپور

ماہ کو تم نے سر چرخ برین دیکھ لیا جلوہ خود آکر دکھا تے ہیں حسین دیکھ لیا

اصلاح - مہر کو مہ کو " " " " " " " "

ماہ واحد ہے اور دوسرے مصرع میں لفظ "حسین" بمعنی جمع واقع ہے - اس لیے استاد نے پہلے مصرع میں "مہر و مہ کو" بنا کر مطلع میں چار چاند لگا دیے -

قمر - رخ پر رخ دیے آئے تھے خوش خوش کیسے آسمان ہے ترے کوچے کی زمین دیکھ لیا

اصلاح - یہ بھی ظالم ہے ہمارے ماہ جبین دیکھ لیا " " " " "

اصلاحی مصرع نے شعر کو مطلع بنا دیا - اور اب یہ مطلع مطلع آفتاب ہوگیا

قمر - اب خدا ہی ہے جو دن خیر سے گذرے زاہد صبح کو میں نے ترا داغ جبین دیکھ لیا

اصلاح - " " " جو سجدہ ہو نصیب اس در کا صبح کو شیخ

چونکہ اول مصرع میں سجدے کا ذکر ہے (داغ جبین) دیکھنے کا اب لطف آگیا صبح کو اس لئے کہ شیخ صبح کو اٹھتا ہے اور سجدہ صبح فضیلت رکھتا ہے - رندانہ خیال خوب ہے -

قمر - پھول کر پھر نہ تو جامے میں سمائے اے بت کس نے تجھکو بنگہ بازپسین دیکھ لیا

اصلاح - پھول دامن میں جو تو لیکے گئی آنکھوں " " " " "

گل بدامن شدن حصول مراد کے معنے میں محاورہ ہے آنکھوں جاتا بھی خوب - ہے غرضکہ

حلقۂ ’عاشق‘ رکھنا ایسے ہی کامل استاد کا کام تھا۔

سعید: رنگ لائی ہوئی فریاد کو تحفہ اے پرویز — اُس نے شیریں کا حسنِ رنگیں دیکھ لیا

اصلاح: " " " تلخ اے پرویز " " " "

سعید نے کوہسار کی رعایت سے (تحفہ) کا لفظ رکھا تھا لیکن اصلاحی لفظ (تلخ) اس سے کہیں اعلیٰ ہے۔ کیونکہ رنگ تلخ ہو گئی بول چال میں مستعمل ہے اور پھر شیریں کے مقابلے میں تلخ مزے کا لفظ ہے۔

سعید: تیغِ ابروئے جاناں کے قدم ہیں ترے — بانکیں ہم نے سماجیں حسین دیکھ لیا

اصلاح: " " قاتل " " " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "جاناں" کے "قاتل" بنایا۔ واقعی تیغ ابرو اور حسن حسین قاتل ہی کے لیے زیبا ہیں۔ استادانہ اصلاح ہے۔

سعید: شمس کو تاج ہے ترے حکم سے پھر لوٹے — دونوں عالم کو ترے زیرِ نگیں دیکھ لیا

اصلاح: شمس کو تا ترے فرماں " " " دونوں عالم کو ترے " " "

اصلاح نے "ہے" کو دور کر دیا جو زائد تھا۔

سعید: بوسے دیتی ہیں تجھے قبر میں حوریں اگر — مرتبہ ہم نے ترا داغ حسین دیکھ لیا

اصلاح: بوسے لیتی ہیں ترے آنکھوں سے حوریں اگر — مرتبہ " کہ " " "

آنکھوں سے بوسے لینا خوب بنایا کیونکہ چشمِ حور سے داغ کی مشابہت بھی پیدا ہو گئی۔ بس اصلاح سے شعر بارک اور لطیف ہو گیا۔

سعید: مل کے بسمل ہے ساں میرے اثر سے قاتل — رنگِ قاتل نگہِ یار پہ یہیں دیکھ لیا

اصلاح: " " " " وہ بھی " " " " " " "

"وہ بھی" دو لفظوں نے دو فائدے پہنچا دیے کہ تکرار قاتل دور کر دی اور تنہا قاتل کے تڑپنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ کل اہلِ مقتل کو بھی شامل کر لیا

سعید محمد صاحب اسسٹنٹ کلکٹر: ذاتِ احمد کا جو تھا جلوہ کے رد دیکھ شبِ معراج سرِ عرش بریں دیکھ لیا

اصلاح: عرش الشبِ معراج میں پاپوشِ حضورؐ بن گئی تاج " " "

کی تکرار بھی جاتی رہی اور "تجھ سا" مین 'سا' کا الف بھی دب رہا تھا وہ عیب بھی نکل گیا اور "دیکھ لیا" کی تکرار سے لطف زبان دوبالا ہو گیا۔ ایک ہی وقت مین دو برابر کے حسینون کو دیکھنا اور پھر معشوق سے خطاب کیا شوخی اور نازک خیالی ہے۔

شمیم ؎ پھر نہ تو دیدۂ بسمل مین پلٹ کر آئی تو نے کیا؟ اے نگہ بازپسین دیکھ لیا
اصلاح ؎ پھر نہ تو دیدۂ حیران " " " " " "

یہ شعر پہلے بھی ایک نشتر تھا جو اہل نظر کے دلون مین اُتر نے کے لیے کم نہ تھا مگر اب تو "دیدۂ حیران" 'دیدۂ بسمل' کو بھی اپنی آنکھون مین لیے ہوے ہے اور "کیا دیکھ لیا" کی کیا تشریح کی جائے اہل معنی ہی اس کا کچھ لطف اُٹھا سکتے ہین۔ کیا استادانہ اصلاح دی۔ سبحان اللہ

شمیم ؎ دیکھنے سے تری تصویر کے ہوش اپنے اُڑے مر ہی جائین گے اگر تجھ کو کہین دیکھ لیا
اصلاح ؎ " " " بیخود ہوے ہم " " " " "

بیخودی نمونۂ مرگ ہے کیا خوب اصلاح دی۔

شمیم ؎ مین یہ سمجھا کہ یہی ہے دل پامال مرا گل افسردہ جو بالاے زمین دیکھ لیا
اصلاح ؎ " کہ یہ میرا دل پژمردہ ہے " " " "

دل پژمردہ کی اصلاح نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ جس طرح شاخ گل سے پھول مرجھا کے زمین پر آرہتا ہے اسی طرح میرا دل پژمردہ ہے کہ مجھے چھوڑ کر یہان آپڑا۔ اب شعر کتنا پُر درد ہو گیا۔

شمیم ؎ یہ اثر ناصیہ سائی کا عیان ہے اے دوست سنگ در بن گئی ہے میری جبین دیکھ لیا
اصلاح ؎ " " " ہے میری اے دوست " " " "

مضمون مین جدّت تھی۔ اصلاح نے اور چار چاند لگا دیے۔

مولوی سید سعید احمد سعید خیرابادی ؎

جس نے ایمان سے روے شہ دین دیکھ لیا اُس نے اللہ کو بے پردہ یہین دیکھ لیا
اصلاح ؎ عاشقو جس نے جمالِ " " " " " "

مطلب اس مطلع کا یہ تھا کہ جس نے بحالت ایمان روے آنحضرت (صلعم) دیکھ لیا۔ اُس نے اللہ کو دیکھ لیا بموجب حدیث (مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ) بادی النظر مین یہ مومنو کا مقام تھا اُسکی

سید یار احمد یار انسپکٹر ہیڈ و سپرنٹنڈنٹ ریاست بھوپال

یار: راہ حسرت و یاس نالہ ہائے دل صدائے بیکسی چرخ • ترکی سے یہ اُچھالی ہے زمیں دیکھ لیا

اصلاح: 〃 〃 〃 آگے حشر 〃 〃 〃 〃 〃

حشر تو زمیں موجود تھا اور چرخ دور۔ بہت خوب شعر بنایا ہے۔

یار: حور فردوس بریں اس کو بھی ملے گی ہم نے زاہد کا خط لوح جبیں دیکھ لیا

اصلاح: 〃 〃 اس کے مقدر میں ہیں 〃 〃 〃 〃 〃

چونکہ مصرعۂ ثانی میں "لوح جبیں" کا ذکر ہے اس لیے مصرعۂ اولے میں بجائے "اسکو بھی ملے گی"
"اُس کے مقدر میں ہیں" بنا دیا

حکیم سید اسرار احمد اثیم: دُرِ سجدہ سے ترا داغ جبیں دیکھ لیا ہم نے زاہد گل فردوس بریں دیکھ لیے

اصلاح: داغ سجدہ ترے ماتھے پہ حسیں دیکھ لیا 〃 〃 〃 〃 〃

اس اصلاح سے "الجھاؤ" جو شعر میں تھا نکل گیا داغ سجدہ کو طرّۂ گل فردوس بریں کہنا اچھی تشبیہ ہے

اثیم: ہم نے تمنائی قاتل نہیں دیکھی جاتی کیوں اُسے اے نگہ یار نہیں دیکھ لیا

اصلاح: مجھ سے 〃 〃 〃 〃 ہوئے کیوں 〃 〃 〃 〃

اصلاح سے زائد الفاظ نکل گئے پہلے مصرع میں بجائے "ہائے" کے "مجھ سے" اور دوسرے مصرع
میں "کیوں اُسے" کی جگہ "ہوئے کیوں" بنا کر شعر میں درد و اثر پیدا کر دیا۔

سید خلیل احمد شمیم خیرآبادی:

جب تڑپے دل کی زخمی سوئے زمیں دیکھ لیا آدھے کی طرف چرخ بریں دیکھ لیا

اصلاح: اسکے جس وقت گرے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اس اصلاح سے زمیں و آسماں دونوں کا تقابل لطف دے گیا۔ باعث یہ کہ عاشق نے یہ خیال
میں سمجھا کہ زمیں و آسماں کو کیا صدمہ پہنچا اصلاح سے یہ مطلع نہایت بلند ہو گیا۔

شمیم: تیرے آئینے میں اک مہ سا حسیں دیکھ لیا اک نیا چاند ارے ماہ جبیں دیکھ لیا

اصلاح: 〃 〃 〃 اک اور 〃 〃 ماہ رخ دیکھ لیا 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "اک اور" اور دوسرے مصرع میں "ماہ رخ دیکھ لیا" دو ایسے ٹکڑے رکھ دیے کہ اک اک

کرنا پڑا" سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح دی۔

نفیسؔ ستم ہے پھوٹ پڑی ہے یہ کیسی آپس مین — نگاہ ولطف سے چین جبین نہین ملتی
اصلاحؔ اداکی تیغ سے شمشیر کین نہین ملتی
" " " " "

پہلا شعر تھا۔ اصلاح سے یہ شعر مطلع ہوگیا۔ اور مصرع برابر۔ کہ کس قدر دیر ہے ہین

نفیسؔ آئیگا جوش پہ جو مرا بحر انفعال — بہتی پھرین گی حشر مین فردین حساب کی
اصلاح دریائے کرم کا جو آئیگا جوش پہ
" " " "

بحر انفعال مہمل سا ٹکڑا تھا۔ عرقِ انفعال۔ اشکِ انفعال تو ہے۔ مگر بحر انفعال نہین۔ اس پر استاد نے کتنا چبھتا ہوا مصرع لگا دیا ہے کہ اُس کی جس قدر داد دیجائے کم ہے۔ "سبحان اللہ" دریائے کرم کا جو آئیگا جوش پر" مصرعۂ ثانی گویا اسی مصرع کا محتاج تھا۔

نفیسؔ مستانہ وار آتے ہین وہ جھومتے ہوے — مستی شراب کی ہے کہ مستی شباب کی
اصلاحؔ مستون کی طرح " " " "
" " " " " " " "

"مستانہ اور پھر وار کو کہا گیا ہے مگر احتیاط اولیٰ ہے" یہ نوٹ جناب وسیم نے لکھکر بجائے مستانہ وار مستون کی طرح بنایا۔ گو مستانہ وار بھی صحیح ہے مگر اس اصلاح سے شعر اور صاف ہوگیا اسی غزل کا ایک مطلع ہم ناظرین شاطرسخن کی ضیافتِ طبع کے لیے پیش کرتے ہین جو لسان الملک حضرت ریاض کے رنگ مین ہے۔ سنیے

ارضِ حرم مین سنتے ہین قلت ہے آب کی — ساقی وہان بھی نہر بہادے شراب کی

نفیسؔ ہزارون تیغ ہین چین جبین کے قبضہ مین — چھری نہین ہین کہ شمشیر آبدار نہین
اصلاحؔ " " تیغین " " "
" " " " " " "

بجائے "تیغ" کے "تیغین" بنادیا نفیس نے ہزارون کے بعد "تیغ" کو واحد کہا تھا۔ اُستاد نے جمع کردیا۔

نفیسؔ اڑائی موسم گل کی خبر غلط کس نے — مرا لباس سلامت ہے تارتار نہین
سے تہین ہین پھول مری قبر پہ یہ ساغر ہین — خم شراب ہے باقی مرا مزار نہین

ان دونون شعرون پر حضرت وسیم نے اگرچہ کوئی اصلاح نہین فرمائی۔ مگر جناب حکیم اثیم خلف جناب وسیم نے ان الفاظ مین داد دی ہے "پرکیف لطیف تشبیہون مین شعر پورا اُترگیا جواب نہین ہوسکتا" رع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" (اثیم)

مجدد الاعصر شوق سید احمد حسن صاحب شوکت میرٹھی مرحوم

منشی پیارے لعل صاحب شاکر میرٹھی ایڈیٹر العصر

اصل یہ رہتا مدار ہے جس پر نظام ہستی کا — یہ رہتا کہ کیف ہے جس پر فروغ ہستی کا

اصلاح ״ ״ ״ یہ رہتا خمار ہے جس میں مدام مستی کا

یہ شعر ایک نظم کا تھا جس کے دوسرے مصرع کو حضرت شوکت نے ترمیم فرما کر یہ نوٹ لکھا

"مدام شراب کو بھی کہتے ہیں - مدار اور خمار - نظام اور مدام کا تقابل ہو گیا-

آقائے سخن حضرت وسیم خیرابادی

محمد یوسف نفیس بنگلوری - - ۵

قدم فلک ہی پہ پڑتا ہے اہل الفت کا — دیار عشق میں کوسوں زمین نہیں ملتی

آقائے سخن نے اس شعر پر یہ نوٹ تحریر فرمایا - "جلیل القدر نے "پہ" کو ترک نہیں فرمایا - میں نے

ترک کر دیا ہے - آپ اپنے استاد کے پیرو رہیے اور مصرع نہ بدلیے میں بطور خود یہ مصرع لکھتا ہوں

قدم فلک ہی پہ اہل طلب کے پڑتے ہیں - یہ مصرع رکھیے گا تو ہماری طرف سے دو صاد - (وسیم)

جناب نفیس کے مصرع میں "پہ پڑتا" کانوں کو ناگوار ہے کیونکہ دو "پ" کا یکجا ہونا مخل فصاحت

ہے حضرت وسیم کے مصرع نے اس عیب کو بھی دور کر دیا - گو میں بھی حضرت جلیل مد ظلہ کا معتقد ہوں

مگر اس موقع پر "پہ" ضرور مخل فصاحت ہے

نفیس تری گلی میں لگے ہیں یہ ڈھیر کشتوں کے — مری لحد کو بھی دو گز زمین نہیں ملتی

اصلاح ״ ״ ״ ״ ״ کہ میری قبر کو ״ ״

"بھی" زائد تھا - اس لیے مصرعہ ثانی میں "کہ میری قبر کو" بنایا گیا-

نفیس یہ میں نے خاک اڑائی ہے جوش وحشت میں — اب آسمان کے نیچے زمین نہیں ملتی

نسخہ یہ وحشیوں نے اڑائی ہے خاک مل جل کر ״ ״ ״ ״

اس پر آقائے جہان حضرت وسیم نے یہ نوٹ تحریر فرمایا "بھائی صاحب میرے خیال میں مل جل کا

لفظ نگینہ ہے - شعر بلیغ ہو گیا صرف اس ٹکڑے کی وجہ سے - اس مصرع کے ساتھ یقیناً یہ شعر

صاد کے قابل ہے گو قبلہ و کعبہ نے نسخہ کے طور پر لکھ دیا ہے - " انیم"

"ام القری کی گود کے" سناکر شعر میں جان ڈال دی۔

مولنٰا فضل الحسن حسرت موہانی

جناب شفیق صدیقی جون پوری ؎

سے جاتے تھے لے ساقی جو پہلے ادھر ادھر کہیں طریقے اب وہ رائج ہو گئے پرہیزگاروں میں

اصلاح۔ " " زاہد " " " " " " "

مصرع اولیٰ میں بجائے "ساقی" کے "زاہد" بنایا کیونکہ ساقی سے خطاب ایجاد تھا۔ صرف ایک لفظ "زاہد" کے بنا دینے سے مطلع نہایت لطیف ہو گیا۔

شفیق ؎ بہار گل ذرا اس وقت دیکھیں دیکھنے والے گھٹا جب آب پاشی کر چکی ہو سبزہ زاروں میں

اصلاح ؎ " " " " " آبیاری " " "

مصرع ثانی میں "آب پاشی" کے بجائے "آبیاری" بنا کر شعر کو رنگین کر دیا۔ آب پاشی کے لفظ میں ایک قسم کی جو ثقالت تھی جسے "آبیاری" نے دور کر دیا۔ دونوں اصلاحیں نہایت عمدہ ہیں۔

حافظ محمد علی حفیظ مرحوم جونپوری فخر جون پور

شفیق صدیقی جون پوری ؎

دیکھا بچشم دل تو حقیقت عیاں ہوئی ہر آئینے میں عکس ہے آئینہ ساز کا

اصلاح ؎ دیکھا بچشم غور تو یہ صاف کھل گیا " " " " "

چونکہ مصرع ثانی میں آئینہ اور آئینہ ساز کا ذکر ہے۔ اس لیے پہلے مصرع میں جو تصرف کیا گیا وہ دوسرے مصرع کی رعایت سے۔ اصلاح سے یہ شعر آئینہ ہو گیا۔ بڑے مزے کی اصلاح دی۔

شفیق ؎ یہ جملہ کائنات اسی کے عکوس ہیں لیکن ہیں شعور نہیں امتیاز کا

اصلاح ؎ " " " " نقوش ہیں " " " " "

پہلے مصرع میں صرف ایک لفظ کی ترمیم سے شعر نازک ولطیف ہو گیا۔ عکوس کیسا بھدا تھا نقوش کی کیا تعریف ہو سبحان اللہ کیسی اصلاح دی۔

نوٹ۔ یہ اصلاحیں میری استدعا پر حضرت راقم نے اپنے شاگردوں سے لیکر خود اپنے خاص قلم سے لکھ کر مرحمت فرمائیں۔

تیر کے لیے چلنا اور تلوار کے لیے کھینچنا ہی مناسب تھا

مولوی محمد یاسین انجم ۔

ہوئی قطع منازل عمر کی اک موت باقی ہے پہونچنا ہے ہمین وان تک رواں ہو کر دواں ہو کر

اصلاح ہوئین سب منزلین طے رہ گئی اک قبر کی منزل " " " " "

پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے بالکل ربط نہ تھا۔ پہونچنا ہے ہمین وان تک یہ ٹکڑا اسی اصلاح کا محتاج تھا

انجم سے گلچین پہ رشک دام کا ڈر خوف باغبان تشویش کچھ خزان سے نہین کم بہار مین

اصلاح سے گلچین کا رشک " " " " تشویش ہے خزان سے بھی بڑھکر " "

پہلے مصرع مین "گلچین پہ رشک" سے معنی واضح نہین تھے۔ "گلچین کا رشک" اب معنی صاف ہو گئے

دوسرے مصرع مین ترقی کی اصلاح ہے "تشویش ہے خزان سے بھی بڑھکر بہار مین" اس مصرع کا کیا کہنا

انجم سے خون خشک ہو گیا یہ رہین خونفشانیان کیون ورنہ ذرے سرخ ہین خاک مزار مین

اصلاح سے کیا بعد دفن خون شہیدان تھا نہین اب تک جو ذرے سرخ ہین خاک مزار مین

پہلے مصرع مین اول تو اعلان نون (خونُ) مین ضروری تھا۔ دوسرے یہ۔ خون خشک ہو گیا تو خونفشانیان کیسی۔ انہین عیوب پر نظر کر کے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا اور دوسرے مصرع مین بھی تصرف کیا گیا۔ اور لطف یہ کہ شعر کا مفہوم وہی رہا مگر ردیف مین "کر" کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

انجم سے گنتی مرے گناہون کی روز جزا عبث فرمائیے وہ آئین گے کیونکر شمار مین

اصلاح سے " " " " " " " ہم کیون " "

اس اصلاح سے شعر مین صفائی آ گئی۔

مرزا عزیز بیگ عزیز مرحوم نے تمام دیوان مرزا غالب مغفور کو مخمس کیا تھا۔ اُس مین ایک غزل کے شعر پر یہ مصرع تھے ۔

اُس سرزمین پاک کے پالے ہوئے تو تھے گو وان نہین پہ وان سے نکالے ہوئے تو تھے

اصلاح سے ام القریٰ کی گود کے پالے ہوئے تو تھے

کعبے سے ان بتون کو بھی نسبت ہے دور کی

"اُس سرزمین پاک کے" کے بجائے "ام القریٰ کی گود کے" بنایا۔ پالنے کی مناسبت سے۔

صنعتؔ رو رہے کوئی حسیں جو اُلٹ دے زمیں   حشر ہو یا کہیں ظلم نے حط کرد
راہیؔ " " " جو اُلٹ پلٹ دیں " " " " "
زمین کا جو اُگلنا آثار زلزلۂ حشر سے ثابت ہیں۔ بلکہ حسب ارشاد باری عز اسمہٗ دہاں
و حرایں کا اُگلنا اور زمیں کا زلزلہ ہونا پایا جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ
زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا)

مولوی علی احمد مضطر سہارن پوری۔ ؎
میری صورت دیکھکر مجنوں کو حیرانی ہوئی   میں ہوں وہ دیوانہ سلسل جس دیوانی ہوئی
اصلاح: میری وحشت " " " "   میں وہ دیوانہ ہوں " " " "
مصرعۂ اولیٰ میں بجائے "صورت" کے "وحشت" بنایا جس سے دیوانگی کا مفہوم ادا ہوا مصرعۂ
ثانی میں "میں ہوں وہ دیوانہ" کے بجائے "میں وہ دیوانہ ہوں" بنا کر تعقید کا عیب رفع کردیا

مولوی عقیل الرحمن ندوی۔ عقیلؔ
پشیمان آج کیا ہے وعدۂ فردا وہ کرکے   مزا کیا دے رہا ہے اُس کا رہ رہ کر مکرجانا
اصلاح: پشیماں ہو رہا ہے " " "   قیامت ڈھا رہا ہے " " " "
پہلے مصرع میں لفظ "آج" زائد تھا۔ اس لیے بجائے "پشیماں آج کیا ہے" کے "پشیماں ہو رہا ہے"
بنایا۔ دوسرے مصرع میں "قیامت ڈھا رہا ہے" بجائے "مزا کیا دے رہا ہے" کے بنا کر شعر
میں قیامت کی ترقی پیدا کردی۔

عقیلؔ: سینے پہ پا تو ہاتھ میں خنجر حسین یہ ہل   اس سے زیادہ کیا دل ناشاد چاہتا ہے
اصلاح: لا دے یار سینے پہ خنجر گلے پہ ہے   اب اور کیا تجھے " " "
پہلے مصرع میں "پہ پاتو" یہ ٹکڑا غیر فصیح تھا اور یہ بھی پتا نہ چلتا تھا کہ کس کا پاؤں سینے پر ہے اس لیے
مصرعۂ اولیٰ میں ترمیم کی گئی اور مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں زور پیدا ہوگیا۔
عقیلؔ: دل کے ٹکڑے کر چکے اب ہوں مگر پر وار بھی   پھر بھی چلتے رہیں چلتی رہے تلوار بھی
اصلاح: مارے دیکھو دکھاؤ ابرو خمدار بھی " " " کھنچتی " " "
پہلے مصرع سے مصرع ثانی کا مفہوم ادا نہ ہوتا تھا۔ اصلاح سے مصرع ثانی کا ثبوت قوی ہوگیا

صفحہ ۔ گلچین کا چمن مین بسیرا ہے بجلی کا مدام اندیشہ ہے + ہم قید قفس سے چھوٹ کے بھی صیاد کہان آزاد ہے
اصلاح آندھی کا ہمیشہ کھٹکا ہے " " " " " " "
(ہر طایر کو فکر گلچین کیسی۔ بلبل کو البتہ صدمہ ہونا چاہیے یہان اُس کو مختص نہین کیا گیا) چونکہ مصرعہ
اولی مین "بجلی کا مدام اندیشہ ہے" تھا اس لیے پہلے ٹکڑے کو یون بنا دیا "آندھی کا ہمیشہ
کھٹکا ہے" اب دونون ٹکڑے برابر ہو گئے۔

صفحہ ۔ تقدیر کرے غم سہنے دے آنسو آنکھ سے ہر دم بہنے دے + پابند قفس کا رہنے دے صیاد مجھے آزاد نہ کر
اصلاح " " " " "جو کوئی کہے کچھ کہنے دے + پابند قفس مین" " " "
مصرعہ ثانی مین "کا" کی جگہ "مین" بدل دینے سے دو باتین پیدا ہو گئین۔ ایک اسیری قفس
دوسرے اُس مین بھی پابند تنگی رہی قید پہ قید۔

صفحہ ۔ سرور کہین دل مین نظر نہین آتا   فلک پہ گھر کے اگر ابر تر نہین آتا
اصلاح سرور آنکھون مین ساقی " " " "
(سرور بمعنی مسرت دل سے متعلق ہے اور بمعنی نشہ آنکھ سے) اس لیے آنکھون مین بنایا اور
اُسی کی مناسبت سے پہلے مصرع مین "ساقی" کا لفظ بھی بڑھا دیا جس سے مطلع مین ایک
کیفیت پیدا ہو گئی

صفحہ ۔ خلش کا لطف گیا زیست کا مزا نہ رہا   جگر مین تیر نظر اب نظر نہین آتا
اصلاح خلش کا لطف ، تڑپنے کا وہ مزا نہ رہا " " " " "
"زیست کا مزا" کیسا معشوق کے تیر نظر سے "تڑپنے کا وہ مزا نہ رہا" خوب بنایا

صفحہ ۔ رہ رہ کے سنبھل کے دیکھ کے جو بھی کرو جفا کرو   یہ تو مزے کی چیز ہے اس کو نہ بے مزا کرو
اصلاح شرکت بوالہوس نہ ہو ہم پہ اگر جفا کرو " " " " بدمزا کرو
"جفا کرو" یہان اچھی طرح نظم نہین ہوا یا تو جفا کا ذکر نہ کرو اور یہ کہو کہ جو کچھ بھی کرو رہ رہ کر اور سنبھل کر
کرو یا جفا لاؤ تو اس طرح کہو کہ جو جفا کرو رہ رہ کر سنبھل کر کرو۔ معہذا بے مزہ کرنے کی توجیہ اور علت۔
مزے کی نہین۔ بوالہوس یہان بمعنی رقیب ہے جیسا کہ مرزا غالب مرحوم نے فرمایا ہے۔
ع ۔ تحسین اور اُسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم" اور بے مزا سے بدمزا زیادہ مزے دار ہے

سعید۔ جان تنگ تو ہم نے تج دی عشق میں اور کیا حالت ہو دیکھا چاہیے
اصلاح۔ جان تک ہم نے گنوا دی عشق میں " " " " "
پہلے مصرع میں "تج دی" کو کاٹ کر "گنوا دی" بنا کر مطلع کو درست کر دیا
سعید۔ شیخ پھر میکدے میں گھس آیا اس پہ کہنے کا کچھ اثر ہی نہیں
اصلاح۔ " " " " آ پہونچا " " " " "
پہلے مصرع میں "گھس آیا" کی جگہ "آ پہونچا" بنا کر دم کے پہلو کو ملا اور فصیح لفظ رکھا۔

سید راحت حسین زاہد سہارنپوری

منشی صفت احمد صفت سہارنپوری سے
وضع کا پاس الگ رشک جدا ہوتا ہے کیا طبیعت کا لگاؤ بھی بُرا ہوتا ہے
اصلاح۔ " " " " " " " تعلق " "
(لگاؤ بر وزن فعول چاہیے نہ بر وزن فعولن۔ آخر میں واو موقوف ہے۔ ساکن)
صفت۔ اپنے معشوق سے ہے وصل کی حسرت کیسی خوش وصل بھی نامہ چاہتا ہے
اصلاح۔ " " " کیا وصل کی حسرت نکلے " " " " "
(حاد اصل صفات معشوق سے ہے اگر وصل میں یہ ہو بات بڑے کی بے حیائی ہے) اس اصلاح
سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی۔
صفت۔ اس کے واسطے اور غیر کی منت کیا خوب اس طریقے سے تو ملنا نہیں زنہار مجھے
اصلاح۔ " " " " ایسی ذلت تو گوارا " "
مصرعۂ ثانی میں کھٹک تھی۔ "ایسی ذلت تو گوارا نہیں" اس ٹکڑے سے صحیح مفہوم ادا ہو گیا
صفت۔ آبلے پھوٹ کے بہنے لگیں پاؤں سے اتنی تکلیف نہ دے اے خلش خار مجھے
اصلاح۔ آبلے پاؤں کے رس کر نہیں پھوٹ نہیں " " " " "
(پاؤں) بر وزن فعل صحیح ہے اور بر وزن فعلن متروک اس لیے املا بھی یوں ہونا چاہیے (پانو)
نوٹ۔ یہ اصلاحیں محب دلی حضرت محوی لکھنوی سے ذمیر شاہ یہ پولی ورسٹی اورنگ آباد دکن نے لکھی تھیں
مگر پہلا حصہ طبع ہو چکا تھا دوسرے حصے میں شکریہ کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

حضورؔ ۔ جدھر دیکھو اُدھر اک حشر برپا ہے دُہائی ہے لڑائی سی لڑائی تم نے باندھی ہے خدائی سے

اصلاح ۔ " " " " زمانہ تین " " " "

اول مصرع مین "دُہائی ہے" حشو اور بیکار تھا۔ اس کی جگہ "زمانہ تین" بنا دیا ہے۔ اور ایک مصرع

لکھدیا ہے۔ ع گلہ ہر اک کے لب پر ہے تمھاری کج ادائی سے +

حضورؔ ۔ مین کیونکر رہے بیٹھون تجھ سے دشمن کے گلے ہے + مجھے کیا کام دنیا کی برائی اور بھلائی سے

اصلاح ۔ بھلا مین اور گلہ تم سے عدو کی بیوفائی کا + " " " "

"مین کیونکر رہے بیٹھون" اسپر لکھا ہے "مذموم فقرہ ہین"۔ غزل پر ایک نوٹ ہے وہ بھی لکھا

جاتا ہے کہ فایدہ سے خالی نہین۔ "حافظ صاحب۔ تسلیم۔ آپ کی دونون غزلین بھیجتا ہون

(مین کیونکر رہے بیٹھون تجھ سے) اس مین ایسا ذم کا پہلو ہے کہ اس کو وہ لوگ جو فہماے۔ کو نظر

رکھکر دنیا کو ایذا و پرہنسوا تے ہین لکھا کرتے ہین۔ آپ کا یا آپ کے خاندان والون کا یہ کام

نہین ہے خصوصًا آپ جیسے فصیح و لایق شاعر کا۔ امید ہے کہ آیندہ مین آپ کے اشعار مین ایسی

باتین نہ دیکھونگا۔ ساقیا کی بابت صرف یہ جواب ہے کہ مین ہر ایک شاگرد کی لیاقت و حیثیت

کے موافق اصلاح و مشورہ دیتا ہون۔ ابھی یہ باتین اُن سے کہنے کی نہین ہین رفتہ رفتہ مین

اُن کو منع کردونگا۔ علاوہ ازین ولا۔ زاہرا۔"

جناب سعیدؔ تری تیغ نظر آکر جو سینے مین نہان ہوتی تو کرتی دل کو وہ بسمل تو کیون لب پر فغان ہوتی

اصلاح ۔ جو وہ تیغ نظر آکر " " " تو کیون بسمل یہ دل ہوتا " " "

شاگرد کے خیالات کو اپنی لفظون مین ادا کر کے مطلع کو درست کردیا۔

سعیدؔ ۔ شہید ناز کا مقتل مین مجھکو مرتبہ ملتا مری گردن پہ جو شمشیر تیری مہربان ہوتی

اصلاح ۔ " " " " جو گردن پر مری " " "

دوسرے مصرع مین "جو" کی تعقید کو نکال دیا ہے۔

سعیدؔ ۔ شکایت تھی کسی کی اور نہ پھر شکوہ مقدر کا مجھے صحبت کبھی اُس کی جوا ے پیر مغان ہوتی

اصلاح ۔ " " " " کہین تیری نظر سیدھی جوا ے پیر مغان ہوتی

صحبت مین ایک خرابی پہلو تھا وہ نکال دیا۔

کا شعر پیش کرتے ہیں اور استاد نے بھی (ی) گرائی ہے - داغ - ؎

دعوت کرے خدائی کی باتیں خدا کی شان — جو حرف راہ بیکسی پہ کلام محمد کا

مصرعہ: اب ظلم سے بھی ہاتھ انھوں نے اٹھا لیا — اللہ اُن کے جور کے قائل بھی ہم نہیں

اصلاح: اب تو انھوں نے ظلم سے بھی ہاتھ اٹھا لیا " " " "

استاد نے اصلاح تو دی مگر غالب کے مشہور مصرع سے توارد ہو گیا۔ مشہور شعر ہے۔ ؎

اب ستم سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ — اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

مصرعہ: الزام بے ستائی کا مجھ پر۔ تو لگا — ظالم اُسے تو دیکھ کہ مجھ میں دم نہیں

اصلاح: کیوں سخت جاں کہتا ہے مجھے بیم جاں کر " " " "

پہلا مصرع بدلا گیا کیونکہ "سانی" کی (ی) دبتی تھی مگر ہر مؤلف مقدر کو اس مصرع پر یہ اعتراض ہے کہ سخت جاں اور بیم جاں میں اعلان نون درست نہیں کیونکہ فارسی ترکیب سے اسم فاعل سماعی مرکب ہیں اور فارسی میں نون کا اظہار نہیں ہے۔

مصرعہ: تری بیماری میں بن واعظ سالوس آئے — دختر رز یہ طبیعت نہیں آئی ہے

اصلاح: در پہ میخانہ میں واعظ کے قدم آتے ہیں " " " "

پہلا مصرع کیسا بے معنی تھا ہے۔ ایک تو لفظ "سالوس" جس کے معنی مکار و فریبی کے ہیں غیر متعلق تھا دوسرے "واعظ آئے" کی تعقید تھی۔ اصلاح سے دونوں عیب رفع کیے۔ استاد نے "قدم آتے ہیں" بہت خوب بنایا۔

مصرعہ: آپ کہتے ہی کہ جب کر نہیں سکتا زندہ — کس مرض کی یہ دوا تیری مسیحائی ہے

اصلاح: کہدے جب تیرا کہا کس نہیں بیمار ہوا " " " "

اول مصرع میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کون زندہ نہیں کر سکتا اصلاح سے یہ صاف ہو گیا۔

مصرعہ: نگہ یار میں شوخی ہے قیامت کی بھری — جو ادا پائی ہے کافر نے غضب پائی ہے

اصلاح: نگہ یار کی شوخی نے مٹایا دل کو " " " "

اصلاح سے پہلا مصرع بہت بلند ہو گیا اور "ہے قیامت کی بھری" میں تعقید بھی دور ہو گئی۔ اچھی اصلاح ہے۔

(لوٹے ہوئے) بجائے اسکے لئے ہوئے چاہیے تھا اس لیے ترمیم کی ضرورت ہوئی۔ ایسے الفاظ عندالضرورت بلا تشدید سنا تو نہیں مگر جیسی کہ شعر بولتے سے جاتا ہوئے"

(نوٹ مولانا) ممکن ہے کہ دہلی میں مرشد دبولنا ہی فصیح ہو مگر لکھنؤ میں بلا تشدید ہی فصیح ہے اور تمام شعرا کہتے ہیں۔ میرے خیال میں جناب رسا کو سہو ہوا۔

حضور۔ دل میں الفت ہے کسی کی نہ کسی کا ہے فراق ہم پڑے چین سے اب زیر زمین رہتے ہیں

اصلاح " " " نہ ہیں رنج فراق چین سے بعد فنا " " "

اول مصرع میں "کسی کا ہے فراق" کی جگہ "ہیں رنج فراق" بنا دیا ہے اور دوسرے مصرع میں بجائے "پڑے چین سے اب" کے "چین سے بعد فنا" بنا کر شعر کو درست کر دیا ہے۔

حضور۔ دیکھ برباد نہ کر خانۂ دل کو ظالم تیرا گھر ہیں جو تیرے وہ یہیں رہتے ہیں

اصلاح " " " " جتنے ارمان ہیں تیرے " " "

دوسرے مصرع کو بدل کر بلند تر کر دیا ہے۔

حضور۔ وہ کون ہے جسے مرنے کا غم نہیں لیکن قسم خدا کی نہیں کچھ الم نہیں

یہ نوٹ لکھکر شعر کو قلم زد کر دیا ہے "اس میں ایطا کا سقم ہے غم الم ایک ہی معنی رکھتا ہے"

مؤلف۔ یہ شعر نہیں درحقیقت ایطا ہے۔

حضور۔ دست دعا اٹھے ہوئے دیکھ تو یہ کہا تو نامراد ہے تری قسمت میں ہم نہیں

اصلاح۔ اٹھے جو میرے دست دعا عقل نے کہا " " " "

پہلا مصرع اب صاف ہو گیا۔

حضور۔ اللہ ناتوانی سے کیا حال ہو گیا ہم اٹھ کے بیٹھ جائیں اب اتنا بھی دم نہیں

لائق شاگرد نے پہلے مصرع پر یہ نوٹ لکھ کے دوسرا مصرع لکھدیا ہے "مصرع اول میں لفظ ناتوانی کی (ی) دبتی ہے جس طرح رکاعالی ہو" قابل استاد نے لکھا ہے کہ رائے کو کیا دخل ہے فارسی کی (ی) دبا نا گرانا ہرگز جائز نہیں (نوٹ مؤلف) شعراء کا اصول ہے کہ فارسی کی (ی) اگر کسی ترکیب کے ساتھ وابستہ ہو تو اس کو گرانا جائز نہیں رکھتے جیسے جشن شادی و غم و شادی وغیرہ لیکن مفرد الفاظ کی (ی) گرانا جائز رکھا ہے جسکی مثال میں ہم حضرت داغ استاذ جناب رسا

ظاہر ہے کہ اس تصرف سے پہلا مصرع کس قدر صاف ہو گیا

حضور سے یہ سنا ہے گھر میں وہ پردہ نشین نہیں — واللہ دم میں دم مرا رہنے کا نہیں

اصلاح سے " " " " " زہرہ جبین نہیں — " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "پردہ نشین" کے "زہرہ جبین" بنایا اور یہ نوٹ لکھا "اس مطلع میں صاف ایطا ہے تعجب ہے کہ آپ نے خیال نہ فرمایا۔ کیا آپ اس مسئلہ کو ابھی سمجھے نہیں"

حضور سے رہ رہ کے تو مچلتی ہے کیوں ہجر یار میں — یہ ڈھنگ کام کے ترے جانِ حزین نہیں

اصلاح سے جاتی ہے ہجر یار میں تو مجھکو چھوڑ کر — " " " "

اور یہ نوٹ دیا ہے "حافظ صاحب جان کا مچلنا مجھے کچھ پسند نہیں آیا"

اصلاحی مصرع سے شعر کس قدر بلند ہو گیا۔ اُستادانہ اصلاح ہے۔

حضور سے کیا جانو ابھی درد محبت کا مزا تم — جب آپ کا دل آئے کسی پر تو خبر ہو

اصلاح سے کیا جانیں ابھی آپ محبت کے مزے کو — " " " "

اور یہ نوٹ لکھا "پہلے مصرع میں تم اور دوسرے مصرع میں آپ بے شک شتر گربہ ہے۔ اس لیے مصرع اولیٰ درست کیا گیا اور شعر صاف ہو گیا۔

حضور سے سہہ کر لیے جور و ستم عشق بتان میں — فولاد کا گر دل ہو تو پتھر کا جگر ہو

اصلاح سے " " " " — فولاد کا دل چاہیے پتھر کا جگر ہو

دوسرے مصرع میں بجائے "گر دل ہو تو" "دل چاہیے" بنا کر شعر کو درست کر دیا۔

حضور سے برباد ہو جسکی محبت میں ہم اُس نے — ہرگز نہ یہ پوچھا کبھی۔ کیوں خاک بسر ہو؟

اصلاح سے " " " " — یہ بھی تو نہ " " "

دوسرے مصرع کی اصلاح سے شعر میں روانی اور سلاست کے علاوہ زبان کا بھی لطف پیدا ہو گیا

حضور سے پریوں کے بھی ہوش اُڑتے ہیں دیکھکے جسکو — وہ تم ہی اس عالم کے حسینوں میں اگر ہو

اصلاح سے " " " " " دیدار سے جسکے — عالم کے حسینوں میں تمہیں تو وہ بشر ہو

دونوں مصرعوں کو درست کیا اور یہ نوٹ لکھا کہ "دوسرے مصرع میں 'عالم' کا ع گرتا تھا اور پہلے مصرع میں 'بس' کا لفظ زائد تھا"، اصلاح سے دونوں عیب رفع ہو گئے۔

سید کاظم رضا عرف للن صاحب تمارہ تھا ہیں کے سایا کرو ستاروں کی گرے فلک کی نظر سے مقدر تاروں کی

اصلاح ۔ " " " " " چمکتی جاتی ہے قسمت امیدواروں کی

پہلے مصرع میں "گرے فلک کی نظر سے" روز مرہ خلاف محاورہ تھا نیز کچھ قدر کم ہوا محاورہ ہے اور نظر سے گرنا جو بولتے ہیں اسمیں تو قاعدہ شرکت نہیں کرے شلاً یوں فلاں شخص فلاں کی نظر سے گر گیا یوں نہیں کہتے کہ فلاں کی قدر فلاں کی نظر سے گر گئی دوسرا عیب یہ کہ دونو مصرعوں میں ایک ہی قافیہ ایک ہی معنی میں استعمال ہو گیا تھا

ہماسے گری جو برق جلا طور عشق ہوئے موسیٰ ترمی یہ آہوں میں تاثیر سوگواروں کی

اصلاح ۔ " " " " حضور رات بھی کھوئی امید واروں کی

مصرعہ ثانی میں تعقید تھی اس وجہ سے دور کیا ۔ اب شعر میں ایک خاص لطف پیدا ہو گیا ۔

بہار سے لوآ کر ہو گئی صورت تمہارے بسمل کی کیوا ابھی ہے آج نظر کے واروں کی

اصلاح ۔ اڑ کے " " " " " " " " تیغ نظر " "

مصرع اول میں بجائے ہوا کے اڑ کے بنایا جس سے صفائی پیدا ہو گئی اور مصرعہ دوم میں بجائے آج نظر کے تیغ نظر بنایا کیونکہ حال بہار کے واسطے ہے تیغ اس لیے وار کے لیے تیغ کی بھی ضرورت تھی اب یہ شعر عمدہ ہو گیا

منشی حیات بخش رسا تلمیذ حضرت داغ دہلوی

احمد حضور نعمی مرادآبادی حضور سے

اک دل ہے ساز و تو میں کس کس کو دوں صلہ شوخی کو شرارت کو کرشمہ کو حیا کو

اصلاح ۔ اک دل ہے مرے پاس بتاؤ تو کسے دوں " " " " "

پہلا مصرع کاٹ کر بنا دیا گیا اور لفظ "صاحب" پر لکھا ہے کہ "متروک ہو گیا" ۔

حضور سے واللہ حسینوں کی محبت داد و ستد ہے یہ گالیاں دے دیکے بھی لیتے ہیں دعا کو

اصلاح ۔ " " " " " " دشنام یہ دیتے ہیں تو لیتے ہیں دعا کو

اس اصلاح سے مصرع کسی قدر صاف ہو گیا اور تقابل بھی ٹھیک رہا ۔ مگر میرے خیال میں دعا کو لینا محاورہ ہے "دعا کو لینا" درست نہیں حاب رسا سے غالباً چوک ہو گئی ۔

حضور سے کہتے ہیں کہ میرا ہے حضور جگر افگار جس وقت کہ سن لیتے ہیں نالوں کی صدا کو

اصلاح ۔ کہتے ہیں وہی ہے یہ حضور جگر افگار " " " " "

نوٹ ۔ یہ اصلاحیں ایک خاص طریقے سے حاصل کی گئی ہیں میرے پاس کل مسودے موجود ہیں جن پر حضرت داغ مرحوم کے قلم کی اصلاحیں ہیں ۔ اصلاحیں تو بہت ہیں مگر میں نے صرف اصلاحیں قلم انداز کر دیں ۔ مؤلف

مفتون ؔ سرگرانی یہ ہوئی گر گر پڑے مرجھا کے پھول   تکتے تکتے دیدۂ نرگس مین خواب آ ہی گیا
اصلاح - کس قدر دلچسپ تھا حسن عروسانِ چمن   ″   ″   ″   ″
مصرعۂ اولی مین پھولون کی سرگرانی کا سبب اور ثبوت نہ تھا - دوسرے مصرعۂ ثانی سے
ربط بھی نہ تھا - اس وجہ سے ایک دلچسپ مصرع اُستاد نے لگا دیا جس سے شعر کا پایہ دیوار
گلشن سے بھی اونچا نظر آنے لگا بیمثل اصلاح دی - دلچسپ کا انہا دل مین کھُپا جاتا ہے

مولوی میرن صاحب وفا لکھنوی ؎

شعر گوئی مین وفا اس کا خیال اکثر ہے   چاہیے تقلید تم کو حضرت ِ اُستاد کی
اصلاح سے اے وفا جو شعر ہو صورت نما تصویر ہو   ″   ″   ″   ″
مصرعۂ اولی مین "اس کا خیال اکثر ہے" یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا بلکہ ضرور ہے ہونا چاہیے تھا
دوسرے یہ کہ مصرع ثانی سے ربط بھی نہ تھا - اسی لیے استاد نے مصرع بدل دیا - اب یہ مقطع خواہ مخواہ
ہو گیا - صرف ایک "صورت نما" کے ٹکڑے نے زمین سے آسمان کر دیا -

وفا - ؎ ابھی احباب تم زرا ٹھیرو   آ کے میت کو وہ اُٹھاتے ہین
اصلاح - ؎ ابھی احباب اک زرا ٹھیرین   ″   ″   ″   ″
لفظ "احباب" جمع ہے اور مصرعۂ اولی مین "تم زرا ٹھیرو" واحد سے خطاب کیا جاتا ہے - اسی
وجہ سے بجائے "تم" کے "اک" اور "ٹھیرو" کی جگہ "ٹھیرین" بنایا گیا -

حکیم محمد علی محزون لکھنوی ؎

جب مجھکو دیکھ لیتا ہے فرقت مین آپ کی   کہتا ہے آئینہ کہ وہ صورت نہین رہی
اصلاح سے کس منہ سے اُسکے سامنے جاؤن فراق مین   ″   ″   ″   ″
مصرعۂ اولی صرف ترقی کے لیے ترمیم کیا گیا ورنہ کوئی عیب نہ تھا - سبحان اللہ کیا مصرع لگا دیا -

سید محمد ناصح عرف ... صاحب ناصح ؎

ہجر مین کیون نہ کلیجے سے لگائے رہون مین   تھا کسی کے تہ سر وصل مین بازو اپنا
اصلاح سے کیون نہ مڑ مڑ کے ... ہجر مین دیکھون ہر بار   ″   ″   ″   ″
اپنے ہی بازو کو کلیجے سے لگانا اچھا نہ تھا اسلیے مصرع بدل دیا گیا اور اب مڑ مڑ کر دیکھنے سے انتہا شوق کا پتا چلتا ہے

دم نکل جائیگا سا پایا۔ جس نے شعر کو زمیں سے آسماں پر پہونچا دیا۔ سبحان اللہ

سید کاظم حسین ہدف لکھنوی ؎

کس سے چھوڑا نہیں جاتا ہے کسی کا دامن — کس سے رخصت کوئی ہنگام سحر ہوتا ہے

اصلاح ؎ تارے چھپتے ہیں تو دم شمعیں بھی دم رکھتی ہیں " " " " " "

مصرعۂ اولیٰ محض ترقی کے لیے ہنگام سحر کی رعایت مدنظر رکھ کے بدلا گیا ورنہ ہدف کا مصرع بھی برا نہ تھا ہاں اتنا بلند البتہ نہ تھا جتنا اب ہوگیا۔

نواب باقر علی خاں عرف مِن صاحب راز لکھنوی ؎

دیکھو نہ یوں خدا کے لیے منہ کو پھیر لو — دل پر گرے نہ برق کہیں اس نگاہ کی

اصلاح ؎ " " " " — دل پر نہ گر پڑے کہیں بجلی نگاہ کی

راز کے مصرع ثانی میں لفظ 'اس' حشو تھا اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا اب شعر صاف ہوگیا

راز ؎ خون خود تڑپ کے دامن قاتل میں بھر دیا — حاجت رہی نہ حشر میں مجھکو گواہ کی

اصلاح ؎ زخموں کا خون دامن قاتل میں بھر دیا " " " "

مصرعۂ اولیٰ میں تین عیب تھے۔ اول تو دو ح قریب قریب تھے جو مخل فصاحت تھے دوسرے لفظ 'خون' بغیر عطف و اضافت اضافے دون کے ساتھ غیر فصیح سمجھا جاتا ہے تیسرے اسے زخمی ہونے کا ذکر بھی ضرور چاہیے تھا۔ چنانچہ انھیں سب باتوں پر نظر کر کے استاد نے بجائے خون خود زخموں کا خون بنا کر شعر کو فصیح کر دیا۔

منشی امین الدین خاں مفتوں اجمیری ؎

نزع میں مڑ کر جو دیکھا آپ تھے بالیں کے پاس — وقت دم میرے سر پر آفتاب آ ہی گیا

اصلاح ؎ حسرت کے دل بھی خواب مرگ سے آنکھیں کھلیں " " " " "

مفتوں نے چہرۂ معشوق کو آفتاب قرار دیا تھا مگر شعر میں چہرہ کا ذکر نہ تھا اس وجہ سے استاد نے مصرع اولیٰ بدل دیا اور اب مراد اصلی آفتاب سے ہوگئی۔ اور آفتاب بھی کون آفتاب محشر جو زمیں سے قدِ آدم بلند ہوگا اس اصلاح سے ایک نازک بات یہ بھی پیدا ہوگئی کہ خواب مرگ کی انتہا بھی ثابت کر دی گئی۔

مصرعۂ ثانی میں کاف بیانیہ کی ضرورت تھی کیونکہ بغیر اس کے مصرعۂ اولی کو مصرعۂ ثانی سے ربط ہی نہیں حاصل ہو سکتا۔ اسی وجہ سے تصرف کیا گیا۔ معہذا دونوں کے مصرع میں تعقید معنوی موجود ہے۔ اگرچہ معنی قافیہ "بستر کا" "لاغر کا" میں اس طرح باندھے جاتے۔ شاگرد گمان ہے تنِ لاغر پہ تارِ بستر کا + (استاد) کہ شک ہوا تنِ لاغر پہ تارِ بستر کا + تو یہ تعقید الفاظ دفع ہو جاتی۔ معانی میں ترتیب و روانی آجاتی۔

بیتاب سے تڑپ تڑپ کے گذاری ہیں ہجر کی راتیں گواہی دینگی جو شکنیں پڑی ہیں بستر پر

اصلاح " " " " گواہ ہیں شکنیں جس قدر ہیں بستر پر

مصرعۂ ثانی میں "شکنیں" سکون کاف کے ساتھ اگر غلط نہیں تو غیر فصیح ضرور تھیں۔ اسی وجہ سے "گواہ ہیں شکنیں جس قدر ہیں" بنایا گیا۔ استادی اسی کا نام ہے کہ کہیں نظر نہ چوکے

بیتاب: جنازہ کشتۂ گیسو کا آج یوں اٹھا گندھا ہے پھولوں کا سہرا یاہ چادر پہ

اصلاح " " " " " پڑا ہے " " "

جنازے پر سہرے کے باندھے جانے کو گندھنا نہیں کہتے بلکہ تاگے میں پھولوں کا پرویا جانا گندھنا کہلاتا ہے۔ اسی وجہ سے بجائے "گندھا ہے" کے "پڑا ہے" بنایا گیا۔

بیتاب: ترچھی نظریں وہ نہیں اب ہیں اٹھاتے اپنی زخم اتنے ہیں پڑے دل میں کہ تعداد نہیں

اصلاح سے ترچھی ہی نظروں سے وہ دیکھتے ہیں اب تک کس دل کے کیے ہیں یہ انھیں یاد نہیں

بیتاب کے مصرعۂ اولی میں تعقید تھی اور مصرعۂ ثانی میں "تعداد" انتہا کے معنوں میں بے محل صرف کیا گیا تھا۔ تیسرا ایک بہت باریک عیب جو مشکل سے نظر آتا یہ بھی تھا کہ اٹھنے کے قبل نظر کو ترچھی یا سیدھی کچھ نہیں کہہ سکتے انھیں عیوب پر نظر کرکے حضرت جاوید مرحوم نے پورا شعر بدل دیا جس کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔ اس قسم کی اصلاحیں صرف اس غرض سے لکھی جاتی ہیں کہ شاگرد اپنے عیوب پر نظر کرکے آئندہ سے احتیاط کریں۔

بیتاب: حلق مشتاق پہ رکھو خنجر دم نکلتا ہے اب لہو کی طرح

اصلاح سے " " تو رکھو " دم نکل جائے گا " " "

پہلے مصرع میں "رکھو" غیر فصیح تھا۔ مصرع ثانی میں "دم نکلتا ہے اب" اچھا نہ تھا اس وجہ

مین "کلمۂ اللہ اکبر" کے بدلے "نعرۂ اللہ اکبر" کی ترمیم سے جو ترقی شعر مین پیدا ہوگئی۔ ہر صاحب فن اُسے خود سمجھ لیگا۔

سید علی نواب۔ قدیم نبیرۂ جناب انیس مرحوم۔

ابھی سے کرتا ہون تیر نظر کا مین عادی　　خطر یہ ہے کہ وہ بے دل کا امتحان نہ کرے

اصلاح۔ فراق مین کس سے کرونگا مین باتین　　نظر کے تیر سے وہ " " " "

مصرعۂ اولی مین اول تو "ابھی سے کرتا ہون" اس ٹکڑے مین ذم کا پہلو تھا۔ دوسرے "عادی" اسم مفعول ہے یعنی خو یافتہ اور یہان "عادی" فاعل کے معنی پر نظم کیا گیا تھا جو غلط ہے اس وجہ سے پہلا مصرع بدلا گیا۔ چونکہ پہلے مصرع مین "تیر نظر" قلمزد ہو چکا تھا اس وجہ سے دوسرے مصرع مین "نظر کے تیر سے" نظم کردیا گیا۔ اب شعر بالکل صاف ہو گیا۔

قدیم۔ نہ آہین کھنچتی ہین نہ بیڑیان سنبھلتی ہین　　خدا کسی کو اسیری مین ناتوان نہ کرے

اصلاح۔ جو دو قدم کبھی چلتے تھے وہ بھی ہے موقوف　　" " " " "

مصرعۂ اولی مین "نا" اشباع کے ساتھ غیر فصیح تھا۔ اسی وجہ سے بالکل الگ کرکے نہایت پُر اثر مصرع لگا دیا۔ اب یہ شعر عمدہ ہو گیا۔

قدیم۔ وہ کہتے ہین کہ ہے ہجر کا مزا اس مین　　کسی سے کہدو ابھی ختم داستان نہ کرے

اصلاح۔ تمھارا دل بھی بہلتا ہے اور مرا دل بھی　　" " " " "

پہلے مصرع مین "ہجر کا مزا اس مین" اچھا نہ تھا اس وجہ سے پورا مصرع بدل دیا۔ اب شعر با معنے ہو گیا۔

قدیم۔ ہر اک یہ وار کرتے ہوے سے مقابل ہے　　کیا تار تھی جو کوئی اُدھر بزدلا بڑھے
میدان دکھا کے گھوڑون کو یہ مہ لقا بڑھے　　کہتے تھے جبرئیل کہ مشکل کشا بڑھے

غل فوج مین زبان یہ تھا ہر ذلیل کی
اب خیریت نہین ہے پر جبرئیل کی

اصلاح۔ لیکر زبان سے نام علی و خدا بڑھے　　کیا تاب تھی جو کوئی اُدھر بزدلا بڑھے
میدان دکھا کے گھوڑون کو یہ مہ لقا بڑھے　　رن یہ پکارتا تھا کہ مشکل کشا بڑھے
فقرہ یہی زبان یہ تھا ہر ذلیل کی　　اب خیریت نہین ہے پر جبرئیل کی

سے شعرا کو احتراز کرنا چاہیے۔

سید وجاہت حسین مختار الاماثل و صدر الافاضل ناظم لکھنوی مرحوم

ناظم: سینے میں اس قدر تبسم نے چھینٹے سرخ پھولوں کو — چمک آیا لہو آخر کو رگ کھلنے لگی نشتر سے

اصلاح: سینے میں اس قدر ستم نے چھینٹے رنگ کھلنے کو — " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "سرخ پھولوں کے" "رنگ کھلنے کو" بنا جس سے چھینٹے دیے جانے کا سبب بھی ظاہر ہو گیا۔ اور سرخ پھولوں کی شرط بھی اٹھی۔ تھی کیونکہ جب وہ خود پہلے ہی سے سرخ ہیں تو اب کون سی سرخی لہو کی جھلکی۔ غرض یہ کہ اصلاح سے شعر بے مثل ہو گیا۔

ناظم: سحر ہونے کو ہے سرسبز ہے باغ میں بلبل — رہیں باغ بھی شاداب ہے پھولوں کے تختے

اصلاح: " " " " — حسینان چمن اب اٹھتے ہیں پھولوں کے تختے

اول تو دونوں مصرعوں میں لفظ باغ کا آنا غیر فصیح تھا۔ دوسرے رہیں باغ کا شاداب ہونا مہمل تھا۔ اس لیے مصرع الگ کر کے لگا دیا جس سے پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے ربط پیدا ہو گیا

ناظم: کسی کے عشق میں دل آبلہ شاید ہوا اپنا — سنا ہے کہ پانی بھی نکل آتا ہے پتھر سے

اصلاح: " " " جل رہا ہے اپنا بھی شاید — کہ دیکھا ہے شرر اکثر نکل آتے ہیں پتھر سے

پہلے مصرع میں حال عشق سے دل آبلہ ہونا اچھا نہ تھا بلکہ "جل رہا ہے" کی سخت ضرورت تھی۔ جل رہا ہے کی رعایت سے شرر اکثر نکل آتے ہیں پتھر سے کیا خوب بنایا۔ شعر کی سردی کو گرمی سے بدل دیا۔ اب شعر گرم ہو گیا۔

ناظم: فلک پر ہوئیں روشن جلد قندیلیں کواکب کی — بچھا دے چاندنی کا فرش کہہ دو ماہ انور سے

اصلاح: فلک پر جلوہ گر ہوں جلد " " " — " " " " "

پہلے مصرع میں "ہوئیں" غیر فصیح تھا۔ اس وجہ سے "جلوہ گر ہوں" بنایا گیا۔ سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح دی۔

ناظم: پڑھا کعبہ کا رستہ اور بھولیں کی عبادت سے — بتوں کے بھی جھکے سر کلمۂ اللہ اکبر سے

اصلاح: پڑھایا خوب رستہ کعبہ کا اس کی عبادت نے — " " " نعرۂ " "

مصرعۂ اولیٰ میں "اور بھی" اچھا نہ تھا اس وجہ سے "پڑھایا خوب رستہ" بنایا گیا اور مصرع ثانی

سید وقار آغا عرف بنے صاحب اختر شاگرد خورشید لکھنوی ۔

رن میں جو تیر کے سینے پہ چل جائیں گے — کام کر کے تو وہ اپنا وہ نکل جائیں گے

اصلاح ″ ″ مظلوم پہ ″ ″ — توڑ کر سینۂ شبیر ″ ″

مصرع ثانی میں "کام کر کے تو وہ نکل جائیں گے" مبہم تھا اس لیے توڑ کر سینۂ شبیر بنا کر واضح کر دیا گیا اور مصرعۂ اولی میں بجائے "تیر" "مظلوم" بنایا گیا کیونکہ دونوں مصرعوں میں لفظ "شبیر" خلاف فصاحت تھا۔

اختر ـ مشک کو بھر کے جری بولا کہ اے نہر فرات — پیاسے آئے ہیں یوہیں پیاسے نکل جائیں گے

اصلاح ـ مشک بھر کر کہا عباس نے ″ ″ — پیاسے آئے ہیں تو پیاسے ہی ″ ″ ″

مصرعۂ اولی میں "بولا" کا لفظ گرتا تھا گو ناجائز تو نہ تھا مگر غیر فصیح ضرور تھا اس لیے مصرع بدلا گیا

اختر ـ بولے شہ زینب سے خبردار رہنا ہشیار — بچے کوزے لیے ہاتھوں میں نکل جائیں گے

اصلاح ـ ″ ″ ″ ″ — ″ ″ خیمے سے ″ ″

مصرعۂ ثانی میں بجائے "ہاتھوں میں" کے "خیمے سے" بنا دیا کیونکہ یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کہاں سے نکل جائیں گے۔

اختر ـ دیکھو مکین سے ہوتی ہے رونق مکان کی — مجنوں کے بعد دشت میں ویرانہ ہو گیا

اصلاح ـ سچ ہے ″ ″ ″ ″ — ″ ″ ″ ″

مصرعۂ اولی میں "دیکھو" بھرتی کا لفظ تھا۔ اس لیے "سچ ہے" بنا دیا۔ اب شعر عمدہ ہو گیا

اختر کے شعر میں غالب کے شعر سے توارد ہو گیا ہے۔ غالب نے کہا ہے کہ "مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے"

اختر ـ چرچا ہر ایک جا ہے جوانی کی موت کا — افسوس میرا ذکر بھی افسانہ ہو گیا

اصلاح ـ چرچا ہے ہر جگہ یہ ″ ″ ″ — دنیا میں ″ ″

پہلے مصرع میں تو ترمیم کی ضرورت نہ تھی دوسرے مصرع میں بجائے "افسوس" کے "دنیا میں" بنا کر شعر میں سلاست پیدا کر دی۔ افسوس کہ جناب اختر جوانی ہی میں نذر اجل ہوئے بعض وقت کا کہا سچ ہو کر رہتا ہے۔ مجھ پر بھی یہ واقعہ گزر چکا ہے۔ اس لیے اس قسم کے مضامین

بہار — بہار گو ہوں مگر ہے ہجراں سے رنج مجھے / جو دل میں آ گئے تو کروٹ ادھر بھی کر لیا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 میں اس طرف 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں "کروٹ ادھر بھی کر لیا" زباں نہ تھی بلکہ کروٹ پھیرنا، کروٹ بدلنا اور کروٹ لینا محاورہ ہے۔ اسی وجہ سے "میں اس طرف بھی کر لیا" بنایا گیا۔ اب شعر مکمل ہو گیا

سید قارا عارف سے صاحب آخر خلف خورشید لکھنوی —

رن میں جو ہیر کے شمشیر یہ چل جائیں گے / کام کرتے ہوئے ایا دہ نکل جائیں گے

اصلاح — 〃 〃 مظلوم 〃 〃 توڑ کر سینۂ شمشیر 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں "کام کرتے ہوئے نکل جائیں گے" مبہم تھا اس لیے "توڑ کر سینۂ شمشیر" بنا کر واضح کر دیا گیا اور مصرعۂ اولیٰ میں بجائے "شمشیر" "مظلوم" بنایا گیا کیونکہ دونوں مصرعوں میں لفظ شمشیر خلاف فصاحت تھا

اختر — مشک کو بھر کے جری بولا کہ اے سردار / پیاسے آ گئے میں تو یہیں پاس سے نکل جائیں گے

اصلاح — مشک بھر کر کہا عباس نے اے سردار 〃 〃 〃 تو پاس سے ہی 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ میں "بولا" کا الف گرتا تھا گو جائز تو تھا مگر غیر فصیح ضرور تھا اسلیے مصرعہ بدل گیا

اختر — بولے شبیر مضطر سے کہ رہنا ہشیار / بچے کو رے لیے ہاتھوں میں نکل جائیں گے

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 جھپٹ سے 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں بجائے "ہاتھوں میں" کے "جھپٹ سے" بنا دیا کیونکہ پتہ چلتا تھا کہ کہاں سے نکل جائیں گے

اختر — دیکھو کس سے ہوئی ہے رونق مکان کی / مجنوں کے بعد دشت میں ویرانہ ہو گیا

اصلاح — سچ ہے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ میں "دیکھو" بھرتی کا لفظ تھا اس لیے "سچ ہے" بنا دیا۔ اب شعر عمدہ ہو گیا

اختر — چرچا ہر ایک جا ہے جوانی کی موت کا / افسوس میرا ذکر بھی افسانہ ہو گیا

اصلاح — چرچا ہے ہر جگہ یہ 〃 〃 〃 دنیا میں 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں ترمیم کی ضرورت نہ تھی دوسرے مصرع میں "دنیا میں" بجائے "افسوس" کے بنا کر شعر میں سلاست پیدا کر دی۔ افسوس کہ صاحب اختر جوانی ہی میں مر گئے۔ در اصل بعض وقت کا کہا سچ ہو کر رہتا ہے مجھ پر بھی یہ واقعہ گزر چکا ہے اس لیے اس قسم کے مضامین سے شعرا کو احتراز کرنا چاہیے

ہوئی۔ اب یہ شعر عمدہ ہو گیا

مخشر ۔ اے چرخ مصطفیٰ کے نواسے پہ یہ ستم کیا مرتبہ نہ جانتا تھا تو امام کا

اصلاح ۔ " " " " " ظلم و جور رتبہ نہ جانتا تھا شقی کیا " "

پہلے مصرع میں بجائے "یہ ستم" کے "ظلم و جور" بنایا اور مصرع ثانی کی ترمیم سے شمر کی طرف ضمیر پھیر دی جو خاص قاتل امام تھا اور مخاطب وہی چرخ رہا جو پہلے تھا اب شعر درست ہو گیا

مخشر ۔ اُتر ے گلے سے نزع کے ہنگام کیا دوا مشتاق ہو رہا ہوں میں کوثر کے جام کا

اصلاح ۔ مخشر نہ کس طرح سے پیے جاؤں اشک غم " " " " " "

نزع کے ہنگام بالعموم دوا کا استعمال نہیں ہوتا بلکہ حلق میں پانی ٹپکایا جاتا ہے دوسرے دوا کے ساتھ بیماری کا ذکر بھی ہونا چاہیے تھا انھیں عیوب پر نظر کر کے بالکل الگ کر کے مصرع لگا دیا اور کوثر کے جام کی رعایت سے "اشک غم بھی خوب بنایا۔ اب یہ شعر سے مقطع ہو گیا ہے

لڈن صاحب بہار لکھنوی ۔ چارہ گر مانا کہ بے رحم بھی تھے لیکن تم نہ کس دل سے نکلتے ہوئے پیکاں دیکھا

اصلاح ۔ چارہ گر جو تھے وہ بے رحم بھی سفاک بھی تھے " " " " "

مصرعہ اولی میں لفظ "سفاک" وہ بےمثل اصلاح ہے جس کی تعریف میں زبان قاصر ہے اصلاح سے یہ شعر نازک اور لطیف ہو گیا۔

بہار ۔ نگاہ ناز کے تیروں نے حسرتوں سے کہا جگر سے کہہ دو کہ دل کی ذرا خبر لینا

اصلاح ۔ " " " " سے " نے " جگر کے بعد ذرا دل کی بھی خبر لینا

دونوں مصرعوں میں ایک اد نے ترمیم سے شعر کے رخ ہی دوسرے ہو گئے وہ سلاست اور روانی پیدا ہو گئی کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی "جگر کے بعد ذرا دل کی بھی خبر لینا" اس مصرع میں "بھی" کا لفظ بھی استاد نے قابل تعریف لکھا۔

بہار ۔ حنا کا رنگ چھپے گا یہ شوخیاں کیسی ذرا نہ خون میں تم اپنے ہاتھ بھر لینا

اصلاح ۔ " " " " " کہیں نہ " " " "

مصرعہ ثانی میں "ذرا" کی جگہ "کہیں" بنا کر شعر میں فصاحت پیدا کر دی

نور ۔ یہ اصلاحیں ایک خاص طریقے سے حاصل کی گئیں۔ میرے پاس کل مسودے موجود ہیں

محشر: کھیلا تری شب ہجر کا آساں نہ تھا — چادر شب سے رخ ماہ پریشاں نکلا

اصلاح: آج پھر بزم میں اس رخ سے ہٹی ہیں زلفیں — ابر تاریک سے پھر مہر درخشاں نکلا

مصرعۂ اولیٰ میں "تری شب ہجر" اچھا نہ تھا کیونکہ شب ہجر وہ ہے کہ جو معشوق کی دوری میں عاشق بسر کرتا ہے جیسی میں کٹتی ہے اور اس کو عاشق کی شب ہجر کہتے ہیں نہ کہ معشوق کی۔ اس وجہ سے بالکل الگ کر کے پورا مصرع بدل دیا گیا اور مصرع ثانی مصرع اولیٰ سے ربط حاصل کرنے کے لیے ترمیم کیا گیا کیونکہ چادر شب سے رخ ماہ کا پریشاں نکلنا کچھ نہ تھا اب شعر صاف ہو گیا

محشر: پھاڑ کر پھینک دیا تھا جو جنوں میں میں نے — دشت وحشت میں جو دیکھا تو وہ داماں نکلا

اصلاح: سچ ہے وحشت کا سبب ترک وطن ہوتا ہے — باغ سے پھول ہر اک چاک گریباں نکلا

محشر کے مصرعۂ اولیٰ میں دو میموں کا قریب ہونا اول تو برا تھا دوسرے شعر کے معنی بہت اُلجھے ہوئے تھے اس لیے حضرت جاوید نے پورا شعر الگ کر کے کہدیا جو لاجواب ہے۔ یہ بھی ایک اساتذہ کا قاعدہ ہے کہ جب شعر لفظوں کی ترمیم سے درست نہیں ہو سکتا تو مجبوراً دوسرا شعر کہکر اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں۔

محشر: سرخ رو سینۂ بسمل سے جو پیکاں نکلا — دل پکار اٹھا مبارک ہو کہ ارماں نکلا

اصلاح: رو دیے زخم جو سینے سے وہ پیکاں نکلا — ہاتھ خالی مرے گھر سے مرا مہماں نکلا

محشر کا مطلع بہت ہلکا تھا اس لیے دوسرا مطلع لکھدیا۔ جو صیت ہے

محشر: ہوں عندلیب گلشن خیر الانام کا — اور نوحہ خوان حسین علیہ السلام کا

اصلاح: " " " " — ہر شعر لاجواب ہے میرے سلام کا

مصرعۂ اولیٰ کو مصرعۂ ثانی سے ویسا ربط نہ تھا جیسا کہ اصلاح کے بعد پیدا ہو گیا اور اب مطلع نہایت صاف ہو گیا۔

محشر: گلشن میں بے سبب نہیں افسردگی گل — ماتم ہے غم حسین علیہ السلام کا

اصلاح: سینے میں بے سبب نہیں افسردگی داغ — " " " " "

پہلے مصرع میں "افسردگی گل" کا ٹکڑا برا تھا۔ افسردہ ہونے کا محاورہ بالعموم ذی حس چیز کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسی بات کا لحاظ کر کے "افسردگی داغ" بنا دیا گیا اور بجائے "گلشن" کے "سینے" کی اصلاح

محشر — دفورِ ہجر سے بڑھتا ہی جائیگا خیال اُن کا — رہیں وہ دور جتنا تم ہی نزدیک ہیں دل سے

اصلاح — مجھا — شامِ غم " " " " " " "

مصرعۂ اولی میں بجائے "دفورِ ہجر سے" کے "مجھا — شامِ غم" بناکر شعر میں جان ڈال دی۔

محشر — جسے دیکھا جدھر دیوانہ اُسکو کر دیا فوراً — پریشان ہیں حسینانِ جہان محشر سے دل

اصلاح — تصدق یہ نگاہوں پر فدا آنکھوں پہ رہتا ہے " " " "

مصرع اولی کا مفہوم کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس نے دیکھا اور کدھر دیکھا اور دیوانہ کس کو کر دیا عاشق کو یا معشوق کو۔ اسی وجہ سے پورا مصرع بدلا گیا اب شعر بالکل صاف ہو گیا۔

محشر — جستجو میں دلِ غمگین کی گیا تھا لیکن — میرے سینے سے ترا تیر پشیمان نکلا

اصلاح — جستجو میں دلِ گم گشتہ میں آیا تھا مگر " " " " "

مصرع اولی لفظ "گم گشتہ" کا محتاج تھا کیونکہ بغیر اس کے تیر کے پریشان نکلنے کا کوئی .. نہ تھا۔ اس اصلاح سے شعر میں جو بات پیدا ہو گئی وہ محتاجِ بیان نہیں

محشر — فصلِ گل آ گئی کیا آج جہان میں آمین — اپنے گھر سے جو ہر اک چاک گریبان نکلا

اصلاح — رونق افروزِ چمن کیا ہوئی پھر فصلِ بہار " " " "

مصرعۂ اولی میں لفظ آمین) بالکل بے محل تھا بلکہ بھرتی کا لفظ تھا اسی لیے پورا مصرع بدل دیا گیا اور اب یہ شعر نہایت شاندار ہو گیا۔

محشر — ایک ادنی یہ تباہی دلِ پر درد کی تھی — جملہ بھی منھ سے جو نکلا تو پریشان نکلا

اصلاح — عاشقِ زار ہے تھا کیا کوئی شریکِ محفل — ذکر بھی بزم میں " " "

اس شعر کا رخ ہی بدل دیا گیا اور اب شان ہی اور ہو گئی —

محشر — دیکھیے وحشت میں بس اب وقتِ مدد ہے اے دل — جوشِ شوق میں میں بے سر و سامان نکلا

اصلاح — کوئی کانٹوں سے یہ کہہ دے کہ مبارک ہو تمھیں — گھر سے میں شوق میں پھر " "

پہلا مصرع بے ڈھیلا تھا جسے کیا گیا اور دوسرے مصرع میں "جوشِ شوق" برا تھا اس لیے "گھر سے میں" بنایا گیا۔ اب شعر کی بندش بے مثل ہو گئی مگر دوسرا مصرعہ کسی قدر رند مرحوم کے مصرع سے ٹکرا گیا ان کا مصرع یہ ہے — گھر سے وحشت میں جو میں بے سر و سامان نکلا۔

محشر — اسی کی یاد میں فرقت کی شب کٹی آخر — اسی کو خواب میں دیکھا کبھی جو خواب آیا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 ساری 〃 〃 〃 — تو دل کو 〃 〃

مصرع اولیٰ میں (آخر) سے "ساری" فصیح ہے اس لیے ملا اور مصرع ثانی میں "کبھی جو خواب آیا" کے بجائے "دل کو خواب آیا" خوب بنایا۔ شب تو ساری یاد میں کٹی۔ اب دل ہی باقی رہا۔

محشر — تمام رات وہ کل ساتھ غیر کے جاگے — تو میرے گھر میں سرِ شام ہی سے خواب آیا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 — جو آئے گھر میں مرے 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ میں "وہ" کی بجائے "جو" ہوتی مثلاً یوں ہوتا (وہ ساری رات جو کل ساتھ غیر کے جاگے) تو مصرعۂ ثانی کا "تو" "جو" کے مقابل میں بالکل ٹھیک ہوتا مگر چونکہ ایسا نہ تھا اس وجہ سے مصرع ثانی میں ترمیم کی گئی جس سے شعر کی بندش چست ہو گئی۔

محشر — عجب کی نیند یہ سوئے ہیں رہروانِ عدم — کہ جاگے ہی نہیں سر پہ آفتاب آیا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 خفتگاں 〃 — کہ جاگتے نہیں گو 〃 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ میں سونے کے ذکر کے ساتھ "رہروانِ عدم" سے "خفتگانِ عدم" اچھا ہے اور مصرعۂ ثانی میں "ہی نہیں" میں تعقید تھی اس لیے "نہیں گو" بنایا اب شعر بے عیب ہو گیا۔

محشر — غریب دیکھ کے آشنا سمجھ کے مجھے — ہماری لاش پہ رونے کو بس سحاب آیا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 ہمیں — 〃 〃 〃 〃 فقط 〃 〃

پہلے مصرع میں "مجھے" اور دوسرے مصرع میں "ہماری" یہ شتر گربہ تھا اس لیے بجائے "مجھے" کے "ہمیں" بنایا گیا۔ دوسرے مصرع میں "رونے کو بس" کی جگہ "رونے فقط" بنایا جس سے لفظ "بس" بھی نکل گیا جو بھرتی کا لفظ تھا۔

محشر — لحد سے اٹھ کے چلو آج حضرتِ محشر — میاں حشر سا ہے وہ بے نقاب آیا

اصلاح — 〃 〃 ابھی چلوں اٹھ کے کیوں نہ محشر — سا ہے آج وہ محشر 〃 〃 〃

مقطع نہ پہلے درست تھا نہ اصلاح کے بعد درست ہو سکا۔ "لحد سے ابھی" اس ٹکڑے میں "ابھی" برائے بیت ہے۔ اور دونوں مصرعوں میں محشر ہی کا دو لفظ کو بھلا نہیں

مرزا کاظم حسین محشر — اثر کیا۔ ہے یہ آخر کو سوز باطن نے ۔ کہ ایک آبلہ ہے دل میں لاکھ چھالوں کا

اصلاح — غضب کی آگ لگائی ہے " " " " " " "

پہلا مصرع ترمیم کیا گیا کیونکہ (آخر کو) بھرتی کا ٹکڑا تھا اور "اثر کیا ہے" یہ بھی برا تھا اس وجہ سے بدلا گیا۔ اب یہ شعر عمدہ ہو گیا۔

محشر — ادھر سے ہم تری محفل میں جانے والے تھے ۔ کہ اس طرف سے ترا حکم سدّ باب آیا

اصلاح — کیا تھا عزم کہ در کھولیں لوگ زنداں کا " " " " " "

پہلا مصرع کچھ الجھا ہوا تھا یہ پتا نہ چلتا تھا کہ تری محفل میں ہم کدھر سے جانے والے تھے اصلاح سے شعر صاف ہو گیا اور مصرعہ ثانی کا مفہوم بھی ادا ہو گیا۔

محشر — بہت سے غیر بھی آئے تھے یہ بلا نہ ہوئی ۔ مجھی پہ بزم میں ہر پھر کے کیوں عتاب آیا

اصلاح — " " " " " " " کیوں آپ کو " "

مصرع ثانی میں بجائے "ہر پھر کے" "کیوں آپ کو" بنا کر شعر میں وضاحت و لطف زبان پیدا کر دیا۔

محشر — بتاؤں کس لیے غیروں کو راز کی باتیں ۔ ہر ایک پوچھتا ہے مجھ سے کیا جواب آیا

اصلاح — لکھا جو ہے خط شوق اُن کو تو یہ عالم ہے " " " " " " "

پہلا مصرع ترمیم کیا گیا کیونکہ "المعنیٰ فی بطن الشاعر" کا مصداق تھا اور جب تک خط کا ذکر نہ کیا جاتا جواب آنے کا مفہوم ادا نہ ہوتا۔

محشر — ادھر تم اُٹھ کے گئے آج میرے پہلو سے ۔ اور اُس طرف سے کو مری جان پہ عذاب آیا

اصلاح — " " " " " ادھر بلا کا " " "

مصرعہ ثانی میں "اور اُس طرف سے کو" اچھا نہ تھا اس لیے "ادھر بلا کا" بنا کر شعر کو درست کر دیا اب باہمی دونوں مصرعوں میں ربط پیدا ہو گیا۔

محشر — میاں کنج لحد تیرے دم پہ کیا گزری ۔ ہزار بار پکارا نہ کچھ جواب آیا

اصلاح — وہ آکے قبر پہ کہتے ہیں نیند ہے کیسی " " " "

پہلا مصرع بدلا گیا کیونکہ پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے ربط نہ تھا۔ اب اصلاح سے شعر میں جان پیدا ہو گئی اور معنی بھی صاف ہو گئے۔

حقیقت سا الجھا ٹکڑا پہلے مصرع میں بے شل رکھدیا۔ اب شعر با معنے و صحیح ہو گیا

اصل: حدود ظاہری سے بڑھ گیا جب شوق نظارہ — تو ہر پردے میں مجھکو اک ہی دیا طرائی

اصلاح: " " " بڑھ گئیں جب وسعتیں دل کی " " " " " "

"بڑھ گیا جب ذوق نظارہ"، کو قلمزد فرماکے "بڑھ گئیں جب وسعتیں دل کی" بنایا جس سے دوسرے مصرع کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا۔ سبحان اللہ

اصل: اگر اس بت کی چشم شوخ ایسی بات پر آئی — تو پھر سمجھو قیامت دیتے ہوئے کھوئے بپتر آئی

اصلاح: اگر وہ چشم فتنہ ساز " " " " " " " "

"اگر اس بت کی چشم شوخ" کے بجائے پہلے مصرع میں "اگر وہ چشم فتنہ ساز" بنایا چونکہ دوسرے مصرع میں قیامت کا لفظ ہے اسی رعایت سے پہلے مصرع میں "چشم فتنہ ساز" بنایا

اصل: کہیے کہتے رات گذری ہم افسانا ہوا — صبح کو وہ پوچھتے ہیں آسکے آگے کیا ہوا

اصلاح: " " " " " " " " آور کہیے کیا ہوا

دوسرے مصرع میں اسکے آگے کیا ہوا کو غلط۔ تھا مگر بجائے اُس کے "اور کہیے کیا ہوا" بنا جس سے لطف زبان کے علاوہ معنوی خوبیاں مطلع میں بڑھ گئیں "اور کہیے" اس ٹکڑے کی کیا داد دی جائے۔ سبحان اللہ۔

اصل: کیوں ہجر میں جاہے لے قلب زار جاں سے — کیا فائدہ الجھ کر دم عمر کے میہاں سے

اصلاح: " " " " " سکار الجھ رہا ہے " " " " "

مصرعہ ثانی میں "کیا فائدہ الجھ کر" بیکار الجھا ہوا تھا۔ بجائے اس کے "بیکار الجھ رہا ہے" بنا کر شعر کو سلجھا دیا۔

اصل: پیر تر ایتر ہے جب تک تری چٹکی میں ہے — دل تک آتے آتے دل کا مدعا ہو جائیگا

اصلاح: پیر پیرا تیر ہے جب تک تری چٹکی میں ہے
دل تک آتے آتے دل کا حوصلا ہو جائیگا

بجائے "مدعا" کے "حوصلا" بنا دیا جس سے شعر میں ترقی ہو گئی

نوٹ۔ یہ اصلاحیں جناب اکبر خلف حضرت آثم مرحوم سے ملیں۔

مصرع میں ہے "دو سین آج سے ہوش ربا آتی ہے" اس کی مناسبت سے پہلے مصرع میں "ہوش پیار سے ہون" کیا خوب بنایا اس اصلاح سے یہ شعر نہایت لطیف ہو گیا۔

نواب بہادر حسین خان انجم نیشاپوری

نواب لیاقت حسین افسر لکھنوی ۔ ۸

تاروں کو ٹوٹتے ہی کیا پڑ دیکھتے ہو ۔ صد قہ اُتر رہے ہیں تم پر یہ آسمان سے

اصلاح سے ” ” کو تم غور سے نہ دیکھو ” ” ” ” ” ”

"غور سے نہ دیکھو" اس ٹکڑے نے مفہوم مصرعۂ ثانی کا ادا کر دیا

افسر باعث درد نہان تھا مجھے معلوم نہ تھا ۔ دل مرا دشمن جان تھا مجھے معلوم نہ تھا

اصلاح سے منزل ” ” ” ” ” ” ” ” ” ”

"باعث" کا لفظ پہلے مصرع میں بے محل تھا۔ بجائے اُس کے "منزل" کا ایک لفظ ایسا معنی خیز رکھدیا جس سے مطلع با معنی اور نہایت عمدہ ہو گیا۔ خوب اصلاح دی۔

افسر مین قیام تھا کہ وہین ٹھہرا جہان ٹھہرا تھا وہ ۔ کام نقش پائے جانان نے کیا زنجیر کا

اصلاح سے ” ” ” ” نقش پا ‘ یار حلقہ بن گیا ” ”

مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے تبو مصرعۂ اولی کا قوی ہو گیا "حلقہ بن گیا زنجیر کا" اس ٹکڑے کی کیا تعریف ہو۔ استادانہ اصلاح دی۔

افسر مجھ سے سنو شرح ورقِ عالم ہستی ۔ آئینہ قدر ہے ادھر اور اُدھر اور

اصلاح ۔ دو جملہ ہیں ” ” ” ” تصویر کا شیشہ ” ” ” ”

پہلے مصرع میں بجائے "مجھ سے سنو" کے "دو جملہ ہیں" کیا خوب بنایا۔ دوسرے مصرع میں بجائے "آئینہ قدر ہے" کے "تصویر کا شیشہ" بنا کر شعر کو آئینہ بنا دیا۔ کتنی نازک اصلاح دی۔

افسر حقیقت ہے در اصل عشق مجازی ۔ ہم اس مبتدا کی خبر دیکھتے ہیں

اصلاح سے حقیقت بنا ہے مجازی محبت ” ” ” ”

نوٹ یہ اصلاحین بھی جناب نشتر نے بذریعۂ ڈاک ارسال فرمائیں جناب نشتر نے حضرت نظم طباطبائی سے بھی اصلاح لی اور جناب شوق کے سامنے بھی زانوئے ادب تہ کیا۔

شعر: خیال آتا ہے جس دم نشتر مژگاں جاناں کا — تو فوارہ لہو کا چھوٹتا ہے ہر رگ دل سے

اصلاح: بڑا ہے کام کسکی کاوش مژگاں سے لے نشتر کہ " " " " "

پہلے مصرع کو ترمیم کر کے استاد نے شعر کو مقطع کر دیا۔ اب یہاں نشتر نے دونوں میں دبے

شعر: منہ چھپائے ہوئے شمشیر ادا آتی ہے — آج مقتل میں دلہن بن کے قضا آتی ہے

اصلاح: مجھکو گھونگھٹ میں نظر آتی ادا آتی ہے " " " " " "

پہلا مصرع کیوں ترمیم کیا گیا۔ اول تو شمشیر کے منہ چھپانے کا ثبوت نہ تھا اور پھر "آتی ہے"
یہ تکرار اچھا مصرع جو اُستاد نے لگا دیا اُس سے دوسرے مصرع کا ثبوت بھی ہو گیا اور نظر
کا لفظ پہلے مصرع میں قابل دید ہے۔

شعر: داور حشر بھی عاشق نہ کہیں ہو جائے — اُن کو جاتے ہوئے محشر میں حیا آتی ہے

اصلاح: بھیجدے حشر کو یا رب تو انھیں کے گھر میں " " "

شعر کا پہلا مصرع معیار شاعری سے بہت گرا ہوا تھا۔ اور سوء ادبی کا بھی ایک پہلو نکلتا تھا
حضرت شوق نے نئے انداز سے مصرع لگا دیا اب مصرع ثانی کی جس قدر چاہے داد دیجیے۔

شعر: کشتۂ زلف ہوں ہر شب کو مری تربت پر — حور اوڑھے ہوئے ماتم کی ردا آتی ہے

اصلاح: " " دفن ہوں سایہ میں کہ " " رات " " "

پہلے مصرع میں دوسرے مصرع کی مناسبت سے کسی قدر ترمیم کی گئی مگر دوسرے مصرع میں کیا
حور کے کشتۂ زلف کی رعایت سے رات بنا یا حور کو تربت سے کیا تعلق دیکھیے صرف ایک
لفظ سے شعر میں کتنی خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ رات کا ماتم کی ردا اور پھر کشتۂ زلف کی رعایت آگئی ہے

شعر: جو نہیں تاب نکل جائے وہ میخانے سے — دور میں آج مئے ہوش ربا آتی ہے

اصلاح: ہوش سارے ہوں جسے جائے وہ " " " " " " "

سبحان اللہ کیا بے نظیر مصرع لگا دیا ہے جس کی جس قدر تعریف کی جائے۔ اول تو اصل مصرع میں ایک
نقص یہ تھا کہ پڑھنے میں کراہت معلوم ہوتی تھی۔ دوسرے جو نہیں تاب لیجیے دعوے در سے
صفت حاصل نہیں وہ میخانے میں جانے ہی کیوں لگا۔ تیسرے نکل جائے میں تکرار کا
تھا جس میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی۔ اب اصلاحی مصرع کی خوبیاں ملاحظہ ہوں دوسرے

نشتر — ہلال جھک کے یہ گردن کشوں سے کہتا ہے — جو سرفراز ہیں چلتے ہیں سر جھکائے ہوئے

اصلاح — ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ رہتے ″ ″

مصرع ثانی میں بجائے "چلتے" کے "رہتے" بنایا۔ اس ایک لفظ کے تصرف نے شعر کو کتنا لطیف کر دیا

پہلے سر جھکانے کی خصوصیت صرف چلنے میں تھی اب ہر حالت میں سر جھکانا پایا جاتا ہے۔

نشتر — عجب ہوا سے فنا چل رہی ہے آج نشتر کہ — چراغ کواکب ہیں جھلملاتے ہوئے

اصلاح — ″ ″ ″ ″ ″ ″ عالم میں ″ ″ ″ ″ ″

پہلے مصرع میں بجائے "آج نشتر کے" "عالم میں" بنا کر چراغ کواکب کا جھلملانا ثابت کر دیا۔

منشی احمد علی شوق قدوائی مرحوم

عبدالحکیم نشتر جالندھری*

حنا مالیدہ پاؤں سے یہ کس نے سیر دریا کی — نگاہیں پھول چنتی پھرتی ہیں دامان ساحل سے

اصلاح — مگر پائے حنائی سے کسی نے ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

پہلے مصرع میں "حنا مالیدہ پاؤں سے" یہ ٹکڑا غیر فصیح تھا اس لیے استاد کامل نے "مگر پائے حنائی سے" بنا کر شعر کو فصیح کر دیا۔

نشتر — مدد اے جوش الفت پر لگا دے میرے قدموں کو — کہ منزل دور مجھ سے اور میں ہوں دور منزل سے

اصلاح — ″ ″ ″ ″ تو ہی ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

پہلے مصرع میں "میرے" کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ دوسرے مصرع میں اس کا مترادف "مجھ سے" اور "میں" موجود ہے اس لیے استاد نے بجائے "میرے" کے "تو ہی" بنا کر مصرع میں اور زور پیدا کر دیا۔

نشتر — بڑھا ہے ربط و ضبط اتنا جدا دم بھر نہیں ہوتا — ملا دل تیر سے پیکان سے تیرا پیکان مگر دل سے

اصلاح — یہ ربط باہمی تو دیکھ کس الفت سے لپٹا ہے ″ ″ ″ ″ ″ ″

پہلا مصرع کس حسن سے ترمیم کیا گیا کہ دوسرے مصرع سے ربط پیدا ہو گیا بلکہ پہلا دوسرے میں پیوست ہو گیا۔

* یہ اصلاحیں بذریعہ ڈاک خود جناب نشتر نے ارسال فرمائیں مؤلف شکر گزار ہے۔

شعر — دیکھو رخ تاباں کو نہ کاکل سے چھپاؤ — اندھیر تجھے کا جو ہوا ہمسر گہن میں
اصلاح — " " " " " ہے جو تشبیہ ہو آ جائے " "

دوسرے مصرع کی ترمیم سے شعر میں سلاست و روانی پیدا ہو گئی۔ اگر پہلے مصرع میں بجائے "کاکل" کے "زلفوں" ہوتا تو اور بھی اچھا تھا۔

شعر — ٹھہر ٹھہر کے ہوں دم بھر کا مہماں میں بھی — قریب ختم ہے اے شمع داستاں مری
اصلاح — " " تمہاں میں بھی دم بھر کا " " " "

اصلاحی الفاظ وہی ہیں مگر ذرا سے الٹ پھیر میں تعقید کا جو ایک عیب تھا جاتا رہا۔ شعر بھی اچھا ہے اور اصلاح بھی خوب ہے۔

شعر — ہے مستقل مرے دل و جگر میں آتش عشق — سلگ رہی ہیں سب غم سے ہڈیاں مری
اصلاح — بھڑکی جاتی ہے اندر ہی اندر " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے بیان میں گرمی اور شعر میں روانی پیدا ہو گیا۔ عجب قوت کا مصرع لگا دیا کہ جس قدر داد دی جائے کم ہے۔ ایسی ہی اصلاحیں سود مند ہوتی ہیں۔

شعر — سر جھکا کر کہہ رہا ہے یہ ہلال آسماں — سرفرازی میں بھی لازم ہے کہ گردن خم رہے
اصلاح — آسماں پر یہ اشارہ کر رہا ہے ماہ نو " " " "

ہلال آسماں کے کہنے سے ماہ نو کا اشارہ زیادہ بامزہ ہے۔

شعر — حضرت قیس، کوہ کن کے جانشین — کوہ و صحرا میں نہ کیوں آوارہ نام رہے
اصلاح — " " " " " " ہنگامہ "

دوسرے مصرع میں "آوارہ نام" یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا اس لیے ہنگامہ نام بنا کر شعر کو صحیح کر دیا

شعر — زمیں پہ پھول تو گردوں پہ انجم و مہ و مہر — یہ ہیں جسے گل رعنا کے گل کھلائے ہوئے
اصلاح — زمیں میں پھول فلک پر کواکب و مہ و مہر — " " کسی "

پہلے مصرع میں "زمیں" نہ "پھول" یہ ٹکڑا کئی عیبوں سے ملا تھا۔ اول تو دو ضرب المثل موزوں کا یکجا ہونا عیوب شاعری میں داخل ہے اور پھر پھول کے بیچ جس کی زیادہ موزوں ہے اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا جس سے شعر اور بھی ہو گیا۔

نواب حیدر یار جنگ مولانا سید علی حیدر نظم طباطبائی لکھنوی

نشتر تخلص - نام محمد عبد الحکیم

شعر - آشیاں باغ میں بلبل کو بنانا نہ ملا ایک دو تنکے ہی رکھے تھے کہ صیاد آیا

شاخ گل پہ تھا نواسنج ،، ،،

اصلاح سے ،، ،، ،، ،،
مصرع ثانی میں "ایک دو تنکے ہی رکھے تھے" اس حالت میں صیاد کا آنا ممکن تو ہے۔ مگر شاخ
گل پر تھا نواسنج" اس سے زیادہ اچھا ہے یعنی صیاد کب آیا جب اس کے کانوں میں بلبل
کی آواز پہونچی۔ استادانہ اصلاح ہے

نشتر - عشق نشتر کا وہ شہرہ تھا کہ ملنے کے لیے ٹھوکریں قبر سے کھاتا ہوا فرہاد آیا

،، ،، ،، کوہ ،، ،،

اصلاح سے دوسرے مصرع میں بجائے "قبر" کے "کوہ" بنا دیا کیونکہ فرہاد کے لیے کوہ کی نسبت ضرورت تھی

نشتر - ازل میں نور رخ یار تھا جو پوشیدہ گلوں میں ہو گیا ظاہر وہ رنگ و بو ہو کر

اصلاح سے ،، "حسن" ،، ،، ،، ،, ،,
پہلے مصرع میں بجائے "نور" کے "حسن" بنایا کیونکہ رنگ و بو دونوں لفظوں پر حسن حاوی ہے اور
نور میں صرف رنگ ہی کا رنگ تھا اس لیے یہاں حسن کی ضرورت تھی۔ صرف ایک لفظ کی ترمیم سے
شعر میں عجب حسن پیدا ہو گیا۔

نشتر - مونس ہے نہ ہمدم ہے نہ غمخوار ہے کوئی غربت سے کہیں بڑھ کے میں بیکس ہوں وطن میں

،، ،، ،، نہ دلجو ،، ،, ،,

اصلاح - مصرع اولی میں "ہے کوئی" کو قلم زد کر کے "نہ دلجو" بنا دیا جس سے شعر میں ترقی ہو گئی

نشتر - افسانۂ دل پردۂ قلقل میں کہوں گا رکھ دو مجھے زباں کاٹ کے مینا کے دہن میں

،، ،، ،، رکھ دونگا ،، ،،

اصلاح سے دوسرے مصرع میں بجائے "رکھ دو مجھے" کے "رکھ دونگا" بنایا کیونکہ پہلے مصرع میں کسی اور سے
خطاب نہیں ہے۔ شاعر خود ہی افسانۂ دل پردۂ قلقل میں کہنے کو کہہ رہا ہے اس لیے اس
محل پر "رکھ دونگا" کہنا بہت مناسب ہے

مصرعہ ثانی میں بجائے "نکلتے ہیں" "کرتے گرتے ہیں" بنا کر شعر کو فصیح کر دیا۔ منہ سے پھول جھڑنے میں یہ محاورہ بھی ہے۔ مگر اس محل پر گرتے ہیں ہی اچھا ہے کیونکہ جھڑتے ہیں میں ایک مذموم پہلو بھی نکلتا ہے۔

مصرعہ۔ آگے ہیں تعزیت کو مگر دیکھتے ہیں ہم — جھوٹے ہیں ہیں کشتۂ رنج و غم کے پھول

اصلاح۔ " " " " " " تھے یہ التماس " " " " " "

پہلے مصرع میں "دیکھتے ہیں ہم" یہ ٹکڑا مبالغہ آمیز تھا مگر "ہے یہ التماس" اس اصلاح سے شعر میں جان آگئی

مصرعہ۔ لیجاؤں کیا میں پاس دلستاں کے پھول — بار گراں ہیں ہاتھ میں نازک بدن کے پھول

اصلاح۔ " " " " " " " " " " کانوں " "

دوسرے مصرع میں بجائے "ہاتھ" کے "کانوں میں" خوب سا یا کیسی نازک اصلاح دی۔ کیونکہ ہاتھ میں پھولوں کے ہار سہے جاتے ہیں۔ خالی پھول تو کانوں ہی میں سہے جاتے ہیں۔

" " مصرعہ تمھارے سینے میں اک داغ بھی نہیں — کس نے تمام لوٹ لیے اس چمن کے پھول

اصلاح۔ " " " " " " " " سارے کس نے " " " "

دوسرے مصرع میں ایک ہلکی سی تعقید تھی جاسا دے "سارے کس نے" بنا کر اس عیب کو رفع کر دیا۔

مصرعہ۔ پوچھو مجھ سے تم اس نے وفا کی ہے کہ کیا تم ہو — ستمگر، بے مروت، خودغرض، ناآشنا تم ہو

اصلاح۔ اخلاص کیا کہوں " " " " " " " " " " "

پہلے مصرع میں "تم" کی تکرار مدمقابل تھی اس لیے "پوچھو مجھ سے تم" کے بجائے "اخلاص کیا کہوں" بنا کر مطلع کو بلند کر دیا۔

مصرعہ۔ یہی تو آپ کہو گے کیوں دیا دل کس نے مانگا تھا — ہماری ہے خطا ہیں سراسر بے خطا تم ہو

اصلاح۔ " " " " " " " " " " ہمیں مجرم تمھارے ہیں " "

مصرعۂ ثانی میں "ہماری ہے خطا ہیں" یہ ٹکڑا قلم زد کر کے "ہمیں مجرم تمھارے ہیں" بنا یا جس سے شعر میں روانی اور سلاست پیدا ہو گئی۔

۳۔ اصلاحیں مدرسۂ ڈاک موصول ہوئیں۔ ہم حافظ قاری سید عظمت علی صاحب متخلص کاں پوری کے شکر گزار ہیں۔

واقعی اصلاح اسی کا نام ہے
مطلع: دشمنی کر نہ لگی مجھ سے تمنا میری — جان اے وہ ہی نگہبان لیے لیتی ہے
اصلاح: " " " " " " " دل کی " " "
مصرعۂ ثانی میں "وہ ہی" کا ٹکڑا بے محل تھا۔ چونکہ "تمنا" کا تعلق دل سے ہوتا ہے اس لیے "دل کی" بنا کر شعر کو فصیح کر دیا۔
مطلع: جبر لیتے نہیں کیوں دل کی حالت دیکھنے والے — تڑپتے ہیں کسی کی آج صورت دیکھنے والے
اصلاح: " " " " " " " " پیاری " " "
مصرعۂ ثانی میں "آج" زائد تھا اس لیے "پیاری" بنا کر مطلع کو حشو و زوائد سے پاک کر کے بے عیب کر دیا۔ پیاری اصلاح ہے۔
مطلع: ذرا چلمن ہٹا کر سامنے آجائیں اچھا ہے — کھڑے ہیں صبح سے آج انکی صورت دیکھنے والے
اصلاح: ذرا چلمن ہٹا دیں یا بلا لیں سامنے اپنے " " " " " " "
پہلے مصرع میں "ہٹا دیں یا بلا لیں سامنے اپنے" یہ دونوں ٹکڑے اس محل پر خوب ہی بنا کر رکھے ہیں دونوں باتوں کی مشتاقان جمال کو ضرورت تھی "سامنے آجائیں اچھا ہے" یہ ٹکڑا بے مزہ تھا اصلاح سے شعر میں بے حد ترقی ہو گئی۔
مطلع: حسینو! یہ نہ پوچھو کیا نتیجہ اس سے نکلیگا — تمہارے ظلم پر کر تے ہیں حیرت دیکھنے والے
اصلاح: " " " زمانہ تم کو کہتا ہے " " " " " " "
پہلے مصرع میں "کیا نتیجہ اس سے نکلے گا" بے ربط تھا اس لیے بجائے اس کے "کیا زمانہ تم کو کہتا ہے" بنا کر شعر کو زبان کے سانچے میں ڈھال دیا۔
مطلع: رہیں ناکام کب تک تیری صورت دیکھنے والے — ادھر بھی اک نظر او دل کی حسرت دیکھنے والے
اصلاح: رہیں بے چین " " " " " " " " " "
پہلے مصرع میں "ناکام" کے بجائے "بے چین" بنا کر تڑپا دیا صرف ایک لفظ کی ترمیم سے مطلع پھڑکا دینے والا ہو گیا
مطلع: وہ قدر سخن ہوں کیوں نہ دہن کے پھول — باتیں نہیں نکلتے ہیں وقت سخن کے پھول
اصلاح: " " " " " " " " ہیں گرتے نہیں " " " "

مضطر سے درخ سے رز کہیں اشارہ سے مرا ایمان کی طرف۔ ہائے ستم ظالم مرا ایمان لیے لیتی ہے

اصلاح سے لے چلی ہے سوئے دیر اُس بت کافر کی تلاش " " " "

پہلا مصرع بالکل بدل دیا گیا کیونکہ پہلے مصرع سے دوسرے مصرع کو تعلق نہ تھا۔ اب باہمی مصرعوں میں ربط پیدا ہو گیا اور شعر مزے کا ہو گیا۔

مضطر سے یہ اشارہ ہے نگاہوں کا نہ دیکھ اور طرف   یہ مجبت تری پیمان لیے لیتی ہے

اصلاح سے " " " کہ دیکھوں نہ کسی اور طرف   ہر ادا آپ کی " " "

دونوں مصرعوں کی ترمیم سے شعر میں ایک خاص ادا پیدا ہو گئی اور مفہوم وہی رہا۔

مضطر سے تیری شوخی کے مقابل میں مری بیتابی   اب کوئی دم میں یہ میدان لیے لیتی ہے

اصلاح سے " " " " تیری ہر چلی بیقراری مری " " "

دونوں مصرعوں میں ترمیم کی گئی۔ یہ تڑپا دینے والی اصلاح ہے۔

منشی عنبر علی حکیم خاں اکبر حضرت اسیر مرحوم

وزیر علی وزیر لکھنوی

نظر نہ آؤں کسی کو بھی جو وہ زار ہوں میں   وزیر اہل نظر کی جان کا تار ہوں میں

اصلاح سے میں ہے۔ کو دیکھوں نہ آؤں نظر وہ زار ہوں میں۔ " " " "

پہلے مصرع میں "جو" کا لفظ حشو تھا لہٰذا پہلا مصرع اس حسن سے ترمیم کیا گیا کہ مطلع بلند ہو گیا۔

نواب اصغر حسین فاخر لکھنوی

میرے محترم دوست جناب ذاخر تلمیذ حضرت فاخر مرحوم بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن نواب مہدی حسین ماہر لکھنوی اُستاد حضرت فاخر دولت کدہ جناب فاخر واقع محلہ ترکھی پر تشریف فرما تھے۔ نواب صاحب موصوف ترتیب دیوان کر لیے رہے تھے۔ والسلام کہہ رہے تھے "ص" کی ردیف میں یہ مصرع فرمایا "اللہ رے جناب رسول خدا کی حرص" مصرع ذرا رہ گیا تھا۔ آپ نے اُستاد جناب ماہر سے مصرع لگانے کی فرمایش کی حضرت "ماہر" نے یہ مصرع لگایا۔

اک بیٹی دیکھیے لیے حیدر سے دو بچے   اللہ رے جناب رسول خدا کی حرص

ملے یہ اصلاحیں خود جناب مضطر نے بذریعہ ڈاک مجھ روانہ فرمائیں ہیں۔ ملے یہ اصلاح خود جناب زید سے سنی

اصلاح سے پہلے میں کچھ اگر میں جلتا   گرم پھر آہوں کی ہوا کیوں ہو

مصرع ثانی میں تعقید تھی اس لیے اک ذرا سے الٹ پھیر میں یہ عیب رفع ہوگیا

مصرعہ۔ مدت سے تیرا ہوگیا اے دل خیال کیا   گھر پڑا ہے آپ کی دولت وبال کیا

اصلاح۔ 〃 〃 تیرا ہوگیا مضطر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 دل کی 〃 〃 〃

اصل مطلع بہت الجھا ہوا تھا دونوں مصرعوں کی ترمیم سے اچھا خاصہ مطلع ہوگیا مضمون وہی رہا صرف دو چار الفاظ ترمیم کیے گئے جس سے مطلع کی شان ہی اور ہوگئی۔

مصرعہ۔ ناداں ہو جاتے ہیں دل کی لگی کو تم   اب تم بتاؤ تم سے کہوں دل کا حال کیا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 معاملہ میں 〃 〃 〃 اپنا 〃 〃

مصرعہ ثانی میں تم کی کیا ضرورت تھی جب مصرعہ اولیٰ میں تم موجود تھا اسلیے بجائے "اب تم" کے "معاملہ" لایا اور دل کی تکرار بھی دونوں مصرعوں میں اچھی نہ تھی اسلیے بجائے 'دل' کے 'اپنا' لاکر شعر کو شعر کردیا

مصرعہ۔ تم اور مجھکو یاد کرو کس طرح کہوں   تم کو عدو کے سامنے میرا خیال کیا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 یہ تو یقیں نہیں 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعہ اولیٰ میں "کس طرح کہوں" یہ ٹکڑا مہمل سا تھا اس لیے "یہ یقیں نہیں" لاکر شعر کو فصیح کردیا

مصرعہ۔ جو داغ تھے جگر کے وہ ناسور ہو گئے   ہوگا ضرر اسے زخموں کا اب اندمال کیا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ہوگا بجا ہے 〃 〃 〃 〃

اصلاح سے شعر میں صفائی پیدا ہوگئی۔

مصرعہ۔ وہ بھولے بنکے کہتے ہیں بتلاؤ تو ہمیں   کیا شے ہے وصل اور سوال وصال کیا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 پوچھتے ہیں ہم سے اس طرح 〃 〃 〃 〃 〃

اصلاح سے شعر میں فصاحت پیدا ہوگئی کہتے ہیں بتلاؤ تو۔ ٹکڑا غیر فصیح تھا اسلیے "پوچھتے ہیں ہم سے اس طرح" لایا

مصرعہ۔ تیری فرقت مری اب جان لیے لیتی ہے   مجھ کو دنیا سے یہ ارمان لیے لیتی ہے

اصلاح۔ شب 〃 〃 〃 〃 〃 〃   گھر کی دولت مری مہمان 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "تیری" کے "شب" کا لفظ لایا دوسرا مصرع کچھ نہ تھا اس لیے پورا مصرع بدل دیا گیا جس سے مطلع کی شان ہی اور ہوگئی۔

حسین سے یاں تو یہ کہہ رہے تھے پسر امام دین　　وان ظلم کر رہے تھے یہ عباس پر لعین

دانتا تھی شیر کے نزدیک نوچ گین　　بازو جدا تھے شانون سے مجروح تھی جبین

اصلاح ۔ گھیرے ہوئے تھی چار طرف سے سپاہ کین　　بازو جدا تھے خون سے رنگین تھی جبین

نرغہ تھا چار سمت سے جان امام پر　　تیرون کا مینہ برستا تھا اس تشنہ کام پر

تیسرا مصرع ترمیم کیا گیا جس سے اس بند مین لطافت و فصاحت پیدا ہوگئی چوتھے مصرع مین شانون سے ٹکڑا بے محل تھا۔ اور جبین کو مجروح کہنا بھی اچھا نہ تھا۔ اسلیے "خون سے رنگین تھی جبین" خوب بنایا۔

منشی احسان علی خان احسان شاہجہان پوری مرحوم

(یہ اصلاحین جناب نوح ناروی سے ملین)

محمد حشمت حسین "مضطر" مارہروی ۔

دل کسی پر بھی مبتلا کیون ہو　　اور اگر ہو تو پھر گلہ کیون ہو

اصلاح ۔ دل حسینون پہ " " " " " " " "

چونکہ پہلے مصرع مین "بھی" زائد تھا اس لیے "حسینون" پہ بنایا اب مطلع صاف و بے عیب ہوگیا

مضطر ۔ مجھ سے بیباک کیون نہین ہوتے　　مجھ سے خلوت مین تم جدا کیون ہو

اصلاح ۔ پاس آکر گلے سے مل جاؤ " " " " "

دونون مصرعون مین "مجھ سے" کی تکرار بدنما تھی اسلیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا اصلاح سے پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے ربط پیدا ہوگیا۔ شعر صاف ہوگیا

مضطر ۔ راز کی بات کیجے پوشیدہ　　راز کی بات برملا کیون ہو

ؔ ۔ کیجیے عہد وصل پوشیدہ " " " " "

چونکہ دونون مصرعون مین "راز کی بات" کی تکرار عیب ہو رہی تھی۔ دوسرا نقص یہ تھا کہ لفظ "کیجے" اب شعرائے حال نے متروک کر دیا ہے اسلیے مصرعہ اولی بالکل بدل دیا گیا۔ عمدہ اصلاح ہے

مضطر ۔ معاملہ میرا اور آپ کا ہے　　درمیان میرے دوسرا کیون ہو

اصلاح ۔ عشق کا ہے معاملہ پڑھ کر " " " " "

شاگرد کے پہلے مصرع مین "معاملہ" کا عین ساقط ہو رہا تھا اس لیے استاد نے پورا مصرع بدل دیا

مضطر ۔ سینہ مین کچھ اگر نہین جلتا　　گرم آہون کی پھر ہوا کیون ہو

ذوق میں مولانا کی خاص شہرت ہے۔ علاوہ اسکے آپ ایک ایسے ذخیرۂ کتب کے مالک ہیں جس کا جواب سوا ریاست رامپور یا عظیم آباد کے اور کہیں شاید ہی مل سکے

میر علی محمد عارف نبیرۂ انیس مرحوم۔

سید صادق علی عرف نواب چھنگا صاحب حسینؔ۔ سے

جب صبح شام غم کا فلک پر ہوا ظہور   مشرق سے جلوہ گر ہوا ناگاہ خط نور
تا ساحر کا ہو گیا سو سے چراغ طور   صحرا میں روشنی ہوئی اک بار دور دور
سر دھنک دکھانے لگا آب جو کی طرح

اصلاح سے سرے میں لہریں آنے لگیں آب جو کی طرح   سرخی شفق کی بھوت کے نکلی لہو کی طرح

پانچویں مصرع میں "سر دھنک دکھانے لگا" یہ ٹکڑا مہمل تھا۔ اس لیے "سرے میں لہریں آنے لگیں" بنایا اور ایسے عرفان کا جلوہ دکھایا۔

حسینؔ سے بن میں سفید پھول کھلے ہیں جو بے شمار   تا دور چاندنی سی زمیں پر ہے آشکار
پھولوں سے نور دیتے ہیں اشجار سایہ دار   ململ ہزار بار، کیونکر سے ہو نثار

اصلاح سے   "   "   "   " کیوں دل سے ہو "

جلوے کا آسماں پہ یہ ہوتا اثر کبھی
کھلتے یہ پھول یہ تو یہ ہوتی سحر کبھی

چوتھے مصرع میں "کیونکر سے" یہ ٹکڑا غلط تھا اس لیے "کیوں دل سے" بنا کر مصرع کو صحیح کر دیا

حسینؔ سے یہ کہہ رہی تھیں جواہر سلطان کربلا   ناگاہ آئے اکبر و عباس باوفا
دوڑیں مائیں لیسے کو ہونے لگیں جدا   دریا انکو گھیر رہی تھی میں غم زدا

اصلاح   " حیرت تو ہے اے میر " مدعا

سمجھی ہوں تیر شاہ کے لشکر میں آ گئے
قرباں جاؤں جوش کیا گھر میں آ گئے

چوتھا مصرع ترمیم کیا گیا کیونکہ "دریں غم زدہ" یہ ٹکڑا غیر فصیح تھا۔ اصلاح سے زباں کی حد میں آ گیا۔

مولانا سے انتہا ضبط کی ملاش کو دیکھیں تو جھوٹو سانس لیتے نہیں دم آپ کا بھر نے والے
اصلاح سے ضبط کی خو ہے انھیں ایک ہے مرنا جینا
اس اصلاح سے شعر میں ایک تڑاکہ پیدا ہو گیا جس کی تشریح نہیں ہو سکتی "ایک ہے مرنا جینا" اس ٹکڑے کی کیا تعریف ہو سکتی ہے جو اصلاح ہے وہ سبق آموز ہے باخبر و باکمال سخنور اب زمانہ نہیں پیدا کر سکتا جن کے ملکہ فطرت شناسی اور ذہن رسا زبان آوری تا حیات اردو سبق آموز لیل و نہار رہیں گے۔

مولوی سید سبحان اللہ اعظم رئیس اعظم گورکھپور

آغا سخن سید محمد عسکری ہم خیر آبادی نے مولانا کے غسل صحت کی خوشی میں یہ ایک قطعہ تاریخ پیش کیا تھا۔ وہ یہ ہے:

قطعہ تاریخ

خدا نے شفا میر آغا کو دی ۔۔۔ نہ کس طرح ہو میرے دل کو سرور
تم از رو آب حیات اے وسیم ۔۔۔ یہ لکھ دو مبارک نہانا حضور

مولانا نے سن کر فرمایا کہ بجائے "از رو آب حیات" اگر از کلک آب حیات ہو تو اور اچھا ہو یعنی تیسرا مصرع یوں بنا دیا جائے "تم از کلک آب حیات اے وسیم" چنانچہ خود جناب وسیم گلدستہ "تحفہ خوشتر" ماہ اپریل ۱۹۲۶ء میں یوں رقمطراز ہیں کہ مجھکو یہ اصلاح مولانا کی بہت پسند آئی کہ لکھ دو کے کلک کا لفظ خوب ہے اور پھر آب حیات کو کلک قرار دیا کیا اچھی بات ہے واقعی نادر اصلاح ہے سبحان اللہ!

خاکسار مؤلف نے ایک دن اپنا یہ مطلع مولانا کو سنایا:

آئینہ ہے کہ ہے قاتل کے مقابل قاتل ۔۔۔ مجھکو یہ ڈر ہے کہ لڑ جائیں نہ قاتل قاتل

سن کر بہت پسند فرمایا اور دیر تک مطلع کے محاسن اور خوبیاں فرماتے رہے پھر یہ ارشاد فرمایا کہ مصرع ثانی یوں ہوتا تو خوب تھا "مجھکو ڈر ہے کہیں لڑ جائے نہ قاتل قاتل" اصلاح لاجواب تھی تسلیم کرنی پڑی کیونکہ مصرع ثانی میں "یہ" کا لفظ زائد تھا۔ شعر فہمی میں خدا رکھے مولانا سے موصوف کو وہ ملکہ ہے جس کی نظیر ہندوستان میں شاید ہی مل سکے علمی و ادبی

مؤلف: دل کے آئینے میں اس شوخ کی صورت دیکھی — ہائے صورت تھی کہ اللہ کی قدرت دیکھی

اصلاح: دیکھنے والے نے کس " " " " — آنکھ کہتی ہے " " " "

اصلاح سے مطلع کا حسن اور بڑھ گیا۔ پہلے مصرع میں دیکھنے والے کا ٹکڑا اور دوسرے مصرع میں "آنکھ کہتی" یہ دونوں قابل دید ہیں۔

مؤلف: مضطر کی جان دم وحشت ارادے دوست — اک نگاہ غلط انداز کی قیمت دیکھی

اصلاح: مضطر کی جان پلک اٹھتے ہی چلی " " — " " " "

"دم وحشت ارادے" اور "پلک اٹھنے" میں جو فرق ہے وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں

مؤلف: اشک کم بخت کو آنکھوں میں بھر آنا تھا — اُن کی صورت بھی تو ہم نے دم رخصت دیکھی

اصلاح: " " " " — آنکھ بھر کر بھی تو صورت " " "

مصرعۂ ثانی میں "آنکھ بھر کر دیکھنے" کا کتنا پیارا محاورہ ہے جو اصلاح ہے وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

مؤلف: او جانے والے پھر کے ذرا دیکھتا تو جا — گل ہوگئی ہے شمع شبستاں اداس ہے

اصلاح: " " " مڑ کے " " " — " " " " " "

گو پہلے مصرع میں "پھر کے" غلط نہ تھا۔ دونوں طرح بول چال میں داخل ہے۔ پھر کے دیکھنا مڑ کے دیکھنا ایک ہی بات ہے مگر مڑ کے دیکھنا پھر کے دیکھنے سے زیادہ فصیح ہے۔ اس لیے تو پھر کے کو مڑ کے بنایا گیا۔

مؤلف: ہم رو رہے تھے دیکھ کے گھر کو بے چراغ — اس سے زیادہ گور غریباں اداس ہے

اصلاح: روتے تھے دیکھ دیکھ کے ہم گھر کو " " — " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں صفائی اور روانی پیدا ہوگئی۔ شعر کیا ہے عبرت و یاس کا مرقع ہے

مؤلف: دل کے ٹکڑے لیے جاتا ہوں در دولت پر — آج سنتا ہوں کہ بکتے ہیں گہر دانہ

اصلاح: " " " آیا " — " " " " " "

ایک ذرا سے لفظ کی ترمیم سے زمانہ کے لحاظ سے کتنا فرق پیدا ہوگیا۔ "لیے جاتا ہوں" اور "لیے آیا ہوں" میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ کتنی نازک اصلاح ہے۔

مؤلف — مزہ دیتے ہین جگنوشب کو کیا کیا تخیل تربت کے ۔ چراغ افروزی گور غریبان دیکھتے جاؤ
اصلاح — " " " " ٹوٹتے ہین شب کو تارے بھی " " " " " "

پہلا مصرع اپنی جگہ پر گو محتاج اصلاح نہ تھا مگر استاد کامل نے "ٹوٹتے ہین شب کو تارے بھی" یہ ٹکڑا اور بڑھا کر روشنی کا لطف دوبالا کر دیا۔ ایسی ہی اصلاحین سبق آموز ہوا کرتی ہین ۔

مؤلف — ہمارے زخم کی کیا فکر چارہ جو کرتے ۔ تمھین نے چاک کیا تھا تمھین رفو کرتے
اصلاح — جگر کے " " " " " " " " " " "

ہمارے مین صراحت نہ تھی اور جگر کے زخم سے تصریح ہو گئی ۔

مؤلف — خدا کرے واسطے اک جام مے پلا ساقی ۔ ازل کے مست ہے اُٹھے ہین سبو سبو کرتے
اصلاح — قیامت آئے نہ کیون قبر پہ سبو بر دوش " " " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر مین بلاغت پیدا ہو گئی ۔ قیامت اور سبو بر دوش حیرت ہے کہ ایسے الفاظ کیونکر مل جاتے ہین ۔

مؤلف — یہ گر گئے تھے ہماری ہی آنکھ سے جو قدر ۔ ان آنسوؤن کی وہ کیا خاک آبرو کرتے
اصلاح — گرے ہوئے تھے " " " " " " " " " "

جب مصرعہ ثانی مین "ان" کا لفظ موجود تھا جسکی ضمیر آنسوؤن سے منطبق تھی تو مصرعہ اول مین "یہ" کا لفظ زاید ہوا اس لیے استاد مرتاض حضرت ریاض نے بجائے "یہ گر گئے" کے "گرے ہوئے" بنا کر شعر کو اور فصیح کر دیا ۔

مؤلف — چشم حیرت نے تو بس صنعت قدرت دیکھی ۔ مگر آئینے نے ہیرون تری صورت دیکھی
اصلاح — تو نے تو آئینے مین " " " مگر آئینے نے پہرون تری صورت دیکھی

دیکھی لفظ کی تکرار دونون مصرعون مین بدنما معلوم ہوتی ہے ۔ مگر اس محل پر دونون مصرعون مین آئینہ کس قدر خوش نما ہین جسے بحر وفصاحت کی لہرین کہنا زیبا ہے ۔ اصلاح اسی کا نام ہے کہ پہلے مصرع مین "بس" کا لفظ حشو تھا ۔ اس اصلاح سے مطلع مین ترقی ہی نہین ہوئی بلکہ یہ عیب بھی رفع ہو گیا ۔

کی ترمیم سے شعر میں کتنی گرمی بڑھ گئی۔ استادانہ اصلاح ہے۔

مؤلف — عشق میں پردہ کر شکوے سنائی کچھ نہیں دیتا   تری آواز گم ہے پاسبان سود سلاسل میں

اصلاح — سنوں بھی کچھ تو تو لوں سکوت جاں گراں کیسا   〃 〃 〃 〃 〃 〃

استاد کامل نے پہلا مصرع ترمیم نہیں کیا بلکہ بلاغت زبان کا سکہ بٹھا دیا۔ اسی خیال کو ایسے الفاظ میں نظم کر کے شعر کو زمین سے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس قافیہ میں اب ایسا دلپذیر شعر ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے

مؤلف — لحد سے اٹھ کر کوئی کیوں آئے قیامت میں
کوئی خلوت گزیں جانے لگا کیوں ایسی محفل میں

اصلاح — لحد سے اٹھ کے کوئی کیوں بڑے فتنوں میں محشر کے
کوئی خلوت گزیں جانے لگا کیوں ایسی محفل میں

قیامت کی اصلاح ہے اصل مصرع میں لفظ "اٹھ" بھی زائد تھا۔ پھر "بڑے فتنوں میں محشر کے" کیا قیامت خیز ٹکڑا رکھ دیا ہے۔ فتنوں کے ساتھ محشر کا ساتھ اور مصرع کی برجستگی، لفظوں کی ترتیب بندش کی چستی، روانی و سلاست سب باتیں تو آ گئیں۔ دوسرے مصرع میں "ایسی محفل" کا ٹکڑا تھا حسن کا ثبوت اس سے ہوا۔

مؤلف — اثر آتا تو ہے پابستہ ہو دے کر جاناں میں   اسیروں کو ذرا تسکیں ہو جاتی ہے زنداں میں

اصلاح — کوئی تو بات ہے   〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

"کوئی تو بات ہے" اس ٹکڑے نے مطلع میں کیا کیا بات پیدا کر دی۔ اہل ذوق ذرا غور سے اس اصلاح کو دیکھیں کیونکہ بادی النظر میں پہلے مصرع میں کوئی سقم نہ تھا مگر اصلاح سے یہ مطلع بلند سے بلند تر ہو گیا۔

مؤلف — بیاں کی خاک جوں ہے گی کہ کار رنگ لاتی ہے   ذرا دامن اٹھا کر کیجئے گور غریباں میں

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 بچا کر 〃 〃

دامن اٹھانے سے دامن بچانے میں جو احتیاط کا شائبہ ہے ظاہر ہے لطف اصلاح کا یہی ہے کہ استاد کی نظر کہیں چوکے۔

مولہ: قیامت مین بھی گھوڑے پر ہوا کے تم سوار آئے ۔ کہاں تک فتنۂ محشر تمھارے ہمرکاب آیا

اصلاح: " " " تم آؤ اُسی انداز سے توبہ " " " "

مصرعۂ اولی کی ترمیم سے یہ شعر زبان کے سانچے مین ڈھل گیا "تم آؤ اُسی انداز سے توبہ" یہ ٹکڑا قیامت ہے۔

مولہ: جو پھول لائے تھے وہ لیچلے رقیب کے گھر ۔ ہجوم کیون سر تربت ہے ہمارے عنادل کا

اصلاح: " " " " لیگئے " " " " " " "

پہلے مصرع مین بجائے "لیچلے" کے "لے گئے" بنایا جس سے دوسرے مصرع کا ثبوت قوی ہوگیا اور زمانہ بھی بدل گیا۔

مولہ: پڑا ہے آئینہ مین آج کتنا پیارا عکس ۔ جو آپ کہیے تو منہ چوم لون مقابل کا

اصلاح: بچا ہوا ہے ۔ آئینہ مین پیارے عکس " " " " "

کتنا پیارا مصرع لگا دیا کہ اب یہ شعر رنگ مینائی مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ سبحان اللہ۔

مولہ: خدا کرے کوئی فتنہ اُٹھے نہ محشر مین ۔ وہ آج پوچھنے بیٹھے ہین مدعا دل کا

اصلاح: " " " " خلوت مین " " " " "

فتنہ کی رعایت سے پہلے مصرع مین "محشر" کا لفظ رکھا گیا۔ مگر بے محل سمجھا گیا۔ مدعا پوچھنے کا محل خلوت ہی مین خوب ہے۔ اہل ذوق ذرا دیکھین کہ استاد کی نظر کتنی وسیع اور کس مزے کی اصلاح دی ہے۔

مولہ: دل تپان ہے ہائے اس کافر کا عالم دیکھکر ۔ ہم کو اب مرنا پڑا دشمن کا ماتم دیکھکر

اصلاح: اور ہی عالم ہے " " " " " " "

پہلے مصرع مین "اور ہی عالم ہے" اس ٹکڑے نے مطلع کا عالم ہی نیا کر دیا۔ اس اصلاح سے یہ مطلع کس قدر بلند ہوگیا۔

مولہ: طور پر انکی نگاہ شوخ تھی بجلی نہ تھی ۔ کچھ نہ بولے ہم مزاج یار برہم دیکھکر

اصلاح: " " گرم " " " " " "

نگاہ شوخ مین برہمی کا ثبوت نہ تھا "نگاہ گرم" سے مصرعۂ ثانی کا ثبوت قوی ہوگیا۔ ایک لفظ

پہلے مصرع میں دو لفظ ترمیم کیے گئے "تمھاری" کے بجائے "کسی کی" بنایا اب یہ ایک لفظ
ساری دنیا پر حاوی ہو گیا اور "کوئی" کو "قلم دوات کے" بعد رکھ دیا جس سے شعر میں کتنی ترقی ہو گئی

مؤلف۔ چھوٹی سی رات میں یہ وصل کا ساماں دیکھا — کہ تمھیں زلف سے کچھ رُخ کے پریشاں دیکھا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 〃 کیا 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "یہ" کے "کیا" بنایا اس "کیا" نے کیا کیا معنے پیدا کر دیے اور سب سے لطیف
معنے اس "کیا" کے یہ ہیں کہ کچھ بھی نہیں وصل کا ساماں دیکھا۔ واقعی اصلاح اسی کا نام ہے

مؤلف۔ بھر گئی آنکھوں میں یاراں گذشتہ کی شبیہ — جی بھر آیا جو سوئے گورِ غریباں دیکھا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 بچھڑے ہوئے یاروں کی شبیہ 〃 〃 〃 〃 〃

سبحان اللہ کیا اصلاح دی صرف ایک "بچھڑے ہوئے" کے ٹکڑے نے شعر میں درد پیدا کر دیا

مؤلف۔ یہ حسن عشق کی نیرنگیاں ہیں آپ کیا جانیں — لیے رنگِ رخِ یوسف زلیخا کا شباب آیا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 〃 〃 کوئی کیا جانے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "آپ کیا جانیں" کے بجائے "کوئی کیا جانے" اس موقع پر تخصیص سے تعمیم میں زیادہ لطف ہے

مؤلف۔ اٹھایا تھا قلم پھر یہ سمجھ کر رکھ دیا میں نے — انھیں کیا خط لکھوں میرے کسی خط کا جواب آیا

اصلاح 〃 〃 قلم نے یہ کہکر رکھ دیا آخر 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "یہ سمجھ کر" یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا اس لیے استاد نے "یہ کہکر" بنا کر آخر میں "آخر" کا لفظ
بھی رکھ دیا۔ اس اصلاح سے صرف عیوب شعری ہی نہیں رفع ہوئے بلکہ یہ شعر اب ضرب المثل ہو گیا
اکثر دوستوں کی زبانوں پر ہے۔

مؤلف۔ مراد یہ جو کوئی رات اپنی حیرت سے گذرے — حسینوں کے ستانے کو حسینوں کا شباب آیا

اصلاح۔ 〃 〃 〃 〃 〃 جیتیں 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بہ محل "حیرت سے" کا "تھا" جس سے بنایا کیسی نازک اصلاح ہے۔

مؤلف۔ میرے غیروں ہی نے لوٹے ہیں جامِ مستِ ساقی کے — کسی کی بزم میں منہ تک کہاں جامِ شراب آیا

اصلاح۔ رہی غیروں کی جانب آج گردشِ چشمِ ساقی کی 〃 〃 〃 〃 〃 〃

جامِ شراب کی مناسبت سے گردشِ چشمِ ساقی کی ضرورت تھی اس لیے مصرعۂ اولیٰ ترمیم کیا گیا۔

"جھلک" کے بجائے "رنگ بنایا" اس رنگ و بو کے اجتماع سے شعر کیا سے کیا ہو گیا۔

شعر ۔ ساقی کے آنکھیں خون فشاں ہیں رنگ ہے شرار ہیں لہو کی

اصلاح ۔ ساقی کے بغیر لالہ ۔ ۔ " " " " "

اس اصلاح نے شعر میں کس قدر سلاست و روانی پیدا کردی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ لطف
بھی دوبالا ہو گیا ہے۔ جان اللہ۔

شعر ۔ رکھا نہیں ہے شیشے میں ساقی شراب کو چمکا دیا ہے اور نے آفتاب کو

اصلاح ۔ ساقی لگا کے یار نے منہ سے " " " " "

پہلے مصرع میں جو ترمیم ہوئی اس سے مطلع میں کس قدر فصاحت و بلاغت پیدا ہو گئی اس کے
علاوہ "چمکا دیا ہے اور نے آفتاب کو" اس مصرع سے کس قدر گہرا تعلق ہو گیا۔ کیا پاکیزہ اصلاح ہے

شعر ۔ ذروں کی سیر سے دل کی جو دیکھی چمک دمک تارے دکھائی دینے لگے آفتاب کو

نسخہ ۔ رخ سے الٹ دیا جو کسی نے نقاب کو " " " "

حضرت نے یہ ترمیم بنا کر لکھا ہے کہ جو نسخہ پسند ہو یعنی اصل مصرع بھی صحیح ہے۔ لیکن اصلاحی مصرع
کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔ شعر سے مطلع ہو جانے میں اور بھی بہت سی
خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ یہ شان استادی کی اصلاح ہے

شعر ۔ چل بھی اے تیغ یار جلدی سے مرکے منہ میرا دیکھتی کیا ہے

اصلاح ۔ " " " " تیزی سے " " " " " "

پہلے مصرع میں صرف "جلدی" کے بجائے "تیزی" بنایا گیا۔ اس "تیزی" نے تیغ کی مناسبت سے
بیان پر کلام میں کس قیامت کی بلاغت پیدا کردی۔ ذرا غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ موقع اور محل
کے اعتبار سے اس میں کس قدر جامعیت ہے۔ یہی باتیں ایسی ہیں جن سے استادی کی شان
آئینہ ہوتی ہے۔

شعر ۔ سانس ملتی ہے دیکھ کر اُن کو بات بگڑی ہوئی بنی گیا ہے

اصلاح ۔ آ گئی جان " " " " " "

"سانس ملتی ہے" کے بجائے "آ گئی جان" کا ٹکڑا کس قدر برمحل و جان دار ہے جس نے شعر

شعر ۔ گمان ہے قیس کو اسکا کہ میرے ماندِ دل سے   تڑپ کر ایک دن لیلیٰ نکل آئیگی محمل سے

اصلاح ۔ یقیں ہے " " " " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "گمان" کے "یقیں" کا لفظ بنایا گیا جس نے معنوی خوبیوں کو دوبالا کر دیا

شعر ۔ اُٹھایا عشقِ کامل نے دوئی کا بیچ سے پردہ   صدا مجنوں ہی مجنوں کی چلی آتی ہے محمل سے

اصلاح ۔ " " " " " انا مجنوں کی آتی ہے صدا لیلےٰ کے " "

اس اصلاح نے شعر میں چار چاند لگا دیے اور وحدانیت کو ثابت کر کے دکھا دیا۔

شعر ۔ زبانِ حال سے کہتا ہے ہر نقشِ قدم مٹ کر   ہم اسی رہگذر سے پریشاں ہوتے جاتے ہیں

اصلاح ۔ " " " " " کہ ہم تو اسی ہستی سے " " " "

"کہ ہم تو اسی ہستی سے" جو لطف زبان شعر میں پیدا ہو گیا وہ ظاہر ہے حقیقت تو یہ ہے یہ
اصلاح اور زبان ہے جو صحیح معنوں میں اردوئے معلّیٰ کہی جا سکتی ہے۔

شعر ۔ آنکھیں کیا کھلیں بہارِ لبِ جاناں دیکھکر   بات بھاری ہو گئی خوابِ زلیخا دیکھکر

اصلاح ۔ آنکھ کیا لگی " " " " " "

"آنکھیں کیا کھلیں" اس کی جگہ "آنکھ کیا لگتی" بنا کر شعر کو زمین سے آسمان پر پہنچا دیا اور بات
بھاری ہونے کا مفہوم اب جا کے ادا ہوا ہے اس اصلاح سے وہ نقص جو شعر میں تھا دور ہو گیا
یہ لفظی تصرف ایسا ہے جو ہر شخص کا کام نہیں ہے اور اسکی خوبی کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جو
اردو زبان کے نکات اور رموز سے واقفیت تامہ رکھتے ہیں۔

شعر ۔ آشیاں سے لے چلا صیاد جب سوئے قفس   رکھ لیا پھولوں کو آنکھوں میں گلستاں دیکھکر

اصلاح ۔ میں چلا جب جانبِ صیاد کو ہو کر اسیر " " " "

اصل شعر میں تعمیم تھی۔ یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ آشیاں سے صیاد کس کو لے چلا اصلاح نے اس
نقص کو رفع کر دیا اور پھر دوسرے مصرع سے پہلے مصرع کو جو ربط پیدا ہو گیا وہ استاد کی شانِ استادی
کا علم بلند کر رہا ہے سبحان اللہ

شعر ۔ جس پھول کو آنکھ اٹھا کے دیکھا   ساغر کی جھلک بھی تو سبو کی

اصلاح ۔ " " " " ساغر کا تھا رنگ " " "

شعر سے جسے تم چاہا کرتے تھے ہمیشہ او پری دل سے   اسی کی قبر یہ ہے یہ وہی حسرت بھرا دل ہے
اصلاح سے ″ ″ ″ ″ ″ خاک یہ ″ ″ ″ ″

"قبر" کو خاک بنا کر شعر میں لطافت پیدا کر دی ہے۔

از مولوی عبد الغفور شہرت استھانوی بہاری مددگار ناظم ندوۃ العلما تلمیذ حضرت جلیل مدظلہ

ترے کوچے سے نہیں ہو کر جو بے نام و نشان نکلا   چلو اچھا ہوا دل سے غبار آسمان نکلا
اصلاح سے تمہارے در ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

"در" کی خصوصیت نے مطلع کو کس قدر رنگین کر دیا اور دوسرے مصرع کا تعلق پہلے مصرع سے کس قدر گہرا ہو گیا۔

سبحان اللہ کیا اصلاح ہے

شعر سے مری صورت کا آئینہ ہوئی قاتل کی صورت بھی   شب فرقت میں نالے بن کر جو درد نہان نکلا
اصلاح ″ ″ ″ ″ ″ جو آنکھوں سے مرادم صورت اشک روان نکلا

اس شعر میں پہلا مصرع دوسرے مصرع سے دست و گریبان نہ تھا مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے دونوں مصرعوں میں کس قدر ربط پیدا ہو گیا اور معنوی خوبیاں کتنی بڑھ گئیں اس اصلاح سے شعر میں وہ اثر پیدا ہو گیا کہ سننے والے بھی سن کر کلیجا تھام لیں۔ سبحان اللہ کیا اصلاح ہے

شعر سے یہ تیری روشنی تھی جس سے سورج کی کرن پھوٹی   ترا جلوہ تھا جو صورت نمائے بوستان نکلا
اصلاح سے ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ رنگ بہار ″ ″ ″

مصرعۂ ثانی میں بجائے "صورت نمائے بوستان" "رنگ بہار بوستان" بنا کر شعر میں کیا لطافت و شادابی پیدا کر دی حقیقت تو یہ ہے کہ اک ذرا سی ترمیم میں شعر کا رنگ و روپ نکھر آیا اور یہی شان استادی ہے۔

شعر سے اٹھا ہے حشر میں ملتے ہوئے آنکھوں کو اک عالم   کہ جس کا نام مرنا تھا وہ اک خواب گران نکلا
اصلاح سے ″ ″ ″ ″ ″ جسے سمجھے تھے ہم مرنا ″ ″ ″ ″

مفہوم وہی رہا مگر چند الفاظ کے تغیر و تبدل سے شعر میں کس قدر سلاست و نفاست پیدا ہو گئی جس کا اندازہ انھیں حضرات کو ہو سکتا ہے جو ذوق سلیم رکھتے ہیں۔

(مرسلہ حضرت [illegible] بنگلوری)

دیکھیے اس نکتے کا عملی استعمال ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں ؎

کہہ سکتے ہیں کہ گھر ہے ترے دل کا آزار یہاں — رہ گئی ہے تو میروں کا بھی جیرا ہو گا

معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ہی موزوں کر لیے وضع کیے گئے تھے

قیس: طور کی جو نئی تھی تو تجلی کا گنا ڈھانے کے بعد — یار یہ ہم پر کھلا اک جام چھلکانے کے بعد

اس دور میں حضرت قیس کا یہ مطلع بہت بلند ہے۔ مقطع بھی ملاحظہ ہو۔

میکشو اس دور میں ہے یہ مسیحا قیس بس — میکدے میں جا کے اُٹھی لگی اُٹھ جانے کے بعد

قیس: نگاہ یار کی دوستی کر رہی ہے چارہ گر — ہیں معلوم وحشت میں متاع دل کہاں رکھ دی

اصلاح: تمہاری مدد کرنے کو آیا تھا گھر سے میں لیکن — " " " "

پہلے مصرع میں نگاہ یار، چارہ ساز دونوں کا تعلق معشوق ہی سے ہے اس لیے مصرعۂ ثانی اسی مصرع کا محتاج تھا جو استاد نے لگا دیا

قیس: مسیحا بھی وہی ہے اور وہی عالم کا قاتل ہے — ہمیں مرنا بھی آساں ہے ہمیں مرنا بھی مشکل ہے

اصلاح: " " " " — ہمیں جینا بھی مشکل ہے " " "

جب مسیحا اور قاتل کی دونوں صفتیں معشوق میں موجود ہیں تو اس کا اقتضا یہی ہے کہ جینا اور مرنا دونوں مشکل ہے۔ اس اصلاح سے مطلع میں جان پڑ گئی

قیس: ازل سے پڑتی ہیں اس پر نگاہیں حسن والوں کی — مرا دل بھی عجب کیا دل ہے دلدار کہیے یہ دل ہے

اصلاح: " " " " — مرا دل بھی جو دلدار کہیے تو شے ہے مگر دل ہے

مصرعۂ ثانی میں تین مقام پر "دل" کی تکرار کانوں کو ناگوار تھی اس لیے مصرعۂ ثانی میں ترمیم کر کے اس نقص کو استاد نے دور کر دیا۔

قیس: جہاں آ کر خدائی کا کوئی قائل نہیں ہوتا — مرا کعبہ ہے یہ آستان ہے تیری محفل ہے

اصلاح: پہنچ کر جس جگہ اڑتے ہیں سب کے ہوش دیوانے — " " " "

پہلے مصرع میں لفظ "وہ" کی سخت ضرورت تھی اس لیے استاد کامل نے پہلا مصرع ترمیم کر کے مصرعۂ ثانی کا مفہوم ادا کر دیا۔

(رسالہ حضرت قیس بنگلوری)

آنکھیں بند کر لیں اور اپنے جوشیلے جذبات کو فنا کر دیں اور اپنے لئے سے اُن اسمار اور الفاظ
کو نکال دیں جو انسان کو قدرت نے دیے ہیں اور قیامت تک اُسکے ساتھ باقی رہیں گے۔"

نفیس سے ذرا رہ جا۔ یہ پردہ اُٹھا پردہ نشینوں کا ہزاروں نظریں ٹکراتی ہیں جا کر اتنی چلمن سے

اصلاح سے خدا کے ہاتھ اب پردہ ہے ان 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

لفظ ذرا یہاں بے محل صرف کیا گیا تھا۔ اس لیے اُستاد نے پہلے مصرع میں ترمیم فرمائی اور
یہ نوٹ بھی لکھدیا (ذرا بیکار ہے) "خدا کے ہاتھ اب پردہ ہے ان پردہ نشینوں کا" اس مصرع
کا کیا کہنا۔ اب دونوں مصرعوں میں باہم ربط پیدا ہو گیا۔

نفیس سے یہ ارض میکدہ ہے یا کہ محشر کچھ نہیں کھلتا ہزاروں مست اُٹھ اُٹھ کر چلے آتے ہیں مدفن سے

اصلاح سے یہ محشر ہے کہ ارض میکدہ ہے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ذرا دیکھیے الفاظ وہی ہیں مگر ذرا سی تقدیم و تاخیر میں مفہوم مصرعہ ثانی کا ادا ہو گیا ارض
میکدہ میں مدفن سے مردے نہیں نکلتے بلکہ محشر سے۔

نفیس سے ارے ساقی کہیں سے ڈھونڈھ کر اک بیچکش لانا نفیس اُتریگا کیونکر بوجھ یہ مینا کی گردن سے

اصلاح سے کہیں سے ڈھونڈھ کر بہر خدا 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ساقی سے خطاب کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس لیے پہلا مصرعہ ترمیم کیا گیا

نفیس سے ان غریبوں کا ہو گا کوئی بھی پرسان حال بیڑیاں روئیں گی باہم تیرے دیوانے کے بعد

اصلاح سے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 برسوں 〃 〃 〃

بجائے باہم کے "برسوں" بنا دیا۔ باہم مصرعہ ثانی میں بیکار تھا اس لیے "برسوں" بنایا۔

نفیس سے اس بڑے داتا کے گھر جانے کو جاتا ہوں مگر شرم سی آتی ہے ساقی تیرے میخانے کے بعد

اصلاح سے شوق میں کوثر کے جاتا تو ہوں جنت کو مگر 〃 〃 〃 〃 〃 〃

"بڑے داتا" کا یہ محل نہ تھا نہ مصرعہ ثانی سے مصرعہ اولیٰ کو لگاؤ تھا۔ اُستاد کامل نے مصرعہ ثانی
کی رعایت سے وہ بلند مصرع لگا دیا کہ شعر لاجواب ہو گیا چونکہ دوسرے مصرع میں ساقی اور میخانے
کا ذکر ہے اس لیے پہلے مصرع میں کوثر و جنت کیا برابر کی بات ہے۔ برادرم نفیس کے بڑے داتا
کے الفاظ پر مجھے لسان الملک حضرت ریاض مدظلہ کا "بڑے داتا والا شعر جو زبانوں پہ ہے یاد آگیا

نفیس: بے حیا بن کر جو آئے گی حیا ۔ اُن کی محفل سے نکالی جائے گی

اصلاح: " " " " آج خلوت " " " "

"محفل" سے "خلوت" میں زیادہ لطف ہے

نفیس: آتے ہیں پہلے پہل پینے تو یہ ۔ نور کے ساغر میں ڈھالی جائے گی

اصلاح: پینے پینے کے لیے میرے " " " " " " "

اس اصلاح سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی مے کا لفظ پہلے مصرع میں محذوف تھا۔ اصلاح میں رکھدیا گیا۔

نفیس: رہتی ہے مے حرم میں برسوں ۔ پھر بھی اک اجنبی سی رہتی ہے

اصلاح: دل میں رہتی ہے تیری شکل مگر " " " " "

پہلے مصرع میں حرم میں مے رہنے کا ثبوت نہ تھا مے میخانہ میں بالعموم رہا کرتی ہے۔ حرم ایسے متبرک مقام پر شراب کا کیا کام۔ اسی مضمون کو لسان الملک حضرت ریاض نے کس خوبی سے ادا کیا ہے فرماتے ہیں۔

ہم جیسے گئے پینے کو ملتی ہے وہاں بھی ۔ بیرون حرم رہتی ہے اک مے کی دکان بھی

دیکھیے "حرم" کا ادب کس حسن سے قایم رکھا اور اپنی رندانہ وضع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ "ہم جیسے گئے" اس ٹکڑے سے ثابت ہے کہ صرف ہمارے لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شراب کی دکان رکھوادی گئی۔ یا ہم خود اس اہتمام کے ساتھ حرم کی زیارت کو آتے ہیں۔ مگر حرم میں نہیں کہا بلکہ "بیرون حرم" فرمایا ہے جس سے حرم کی عظمت میں کوئی فرق نہ آیا مگر برادرم نفیس نے حرم میں مے رہنے کا ذکر کیا ہے۔ اسی نقص کے دور کرنے کو استاد کامل نے یہ مصرع کہدیا "دل میں رہتی ہے تیری شکل مگر"۔ اب اس مصرع کو دوسرے مصرع سے کس قدر ربط پیدا ہو گیا سبحان اللہ کیا نازک اصلاح ہی

نفیس: یہ ہوا زلف کی محبت میں ۔ در پہ سولی کھڑی سی رہتی ہے

اصلاح: " " " " " " " " سر پہ " " " "

"در پہ سولی کھڑی سی رہتی ہے" یہ مصرع کچھ نہ تھا۔ در پہ سولی کھڑی رہنے سے کوئی فایدہ نہ تھا پہلے مصرع کی رعایت سے استاد نے بجاے "در" کے "سر" بنایا۔ اور خوب بنایا زلف کا سودا سر ہی میں ہوا کرتا ہے اور پھر ایک محاورہ بھی نظم ہو گیا۔ دیکھیے صرف ایک لفظ کی ترمیم سے شعر میں

یہ مصرع اسی مصرع کا محتاج تھا۔ سبحان اللہ کیا اصلاح ہے۔

بیت: رحم آتا ہے انہیں تو وہ رحم کرتے ہیں — میری صورت دیکھ کر اور میری حالت دیکھ کر

اصلاح: 〃 〃 〃 تو حسد سے کرتے ہیں ستم — 〃 〃 〃 〃 〃

بیت کا پہلا مصرع برائے بیت تھا اس لیے استاد نے مصرع ترمیم فرما کر شعر میں جان پیدا کر دی۔
اس اصلاح سے شعر میں لطافت بھی پیدا ہو گئی۔

بیت: تیرے بیمار کی آنکھوں میں لگا رکھی ہیں — دم بخود خاموش رہتا ہوں صورت دیکھ کر

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 — دم بخود رہ جاتے ہیں سب اُس کی 〃 〃

تخصیص سے تعمیم میں زیادہ لطف ہے اس لیے مصرعۂ ثانی میں ترمیم کی گئی۔

بیت: چشم میگوں کے اشارے نے ہمیں بیخود کیا — ہو گئے سرشار ہم ساقی کی صورت دیکھ کر

اصلاح: ہم تو پہلے ہی سے متوالے تھے چشم مست کے — 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں "پھر" کا مفہوم "ہم تو پہلے ہی سے" ادا ہوا ہے تک "پھر" کے لیے ہم تو پہلے ہی سے متوالے تھے" یہ ٹکڑا ہوا تو صحیح مفہوم نہیں ادا ہو سکتا تھا۔

بیت: کون سادہ جوہر جولی ہیں ہم میں بیتیں — ہم بھی قائل ہو گئے حسن طبیعت دیکھ کر

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 〃 — ہم تو 〃 〃 〃 〃

"ہم بھی" میں گو کوئی نقص نہ تھا۔ مگر "ہم تو" سے مصرعۂ ثانی زبان کے سانچے میں ڈھل گیا روانی و سلاست بڑھ گئی۔

بیت: گو کہ دزدیدہ لیا ہے دل مرا اک شوخ نے — میں اُسے پہچان لوں گا اُس کی صورت دیکھ کر

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 〃 — سب اُسے پہچان لیں گے 〃 〃 〃

یہاں بھی تخصیص سے تعمیم میں زیادہ لطف ہے اگر قائل نے صرف تنہا پہچانا تو کیا۔ مزہ تو جب ہے کہ جو اُس کی صورت دیکھے وہ پہچان لے کہ اسی ظالم نے دل لیا ہے۔

بیت: کہتے ہیں درمان سے شوخی کو یہ روک — اسی آنکھوں میں چھپالی جائیگی

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 یہ تو 〃 〃 〃 〃

اس شعر میں کوئی خاص بات نہیں۔ "کا" کے بجائے "اسی" تک "یہ تو" بنا کر شعر کو درست کر دیا۔

آفاق — ساقی نہ ایک دن ہوئی مے سے زبان تر ہم آ کے میکدے سے تر چشم تر گئے

اصلاح — 〃 〃 〃 بھی ہوا مے سے حلق تر 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "زبان تر" کے بجائے "حلق تر" بنایا کیونکہ محاورہ یہی ہے یہ محل "زبان کے تر" ہونے کا نہیں تھا۔ *

محمد یوسف نفیس بنگلوری

اے طاق حرم میں کس نے اے پیر مغان رکھدی ارے جلدی اُٹھا لے مے کی بوتل یہ کہاں رکھدی

اصلاح — یہ شے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

"اے" میں رکاکت تھی۔ اس لیے "یہ شے" بنا کر مطلع کو کس قدر معنی خیز کر دیا۔ "یہ شے" سے یہ بھی مفہوم ادا ہو گیا کہ معاذ اللہ طاق حرم اور شراب کی بوتل۔ ایسے متبرک مقام پر اور یہ شے۔ "ارے جلدی اُٹھا" اب اس کا بھی مفہوم ادا ہو گیا۔ استادانہ اصلاح ہے۔

نفیس — دل عاشق کو حد سے زیادہ ناتوان پایا چھری غمزے نے رکھدی اور ابرو نے کمان رکھدی

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 پھینکی 〃 〃

ایک ہی مصرع میں دو جگہ "رکھدی" اچھا نہ تھا اس لیے استاد نے بجائے "رکھدی" کے "پھینکی" بنا کر اس سقم کو دور کر دیا۔ اس اصلاح سے مصرعۂ ثانی کس قدر فصیح ہو گیا۔

نفیس — ترا احسان کیوں لوں نامہ بر میں خود پہونچتا ہوں نتیجہ کیا لفافے میں اگر اپنی زبان رکھدی

اصلاح — جو کہنے کی تھیں باتیں اُنکو میں نامے میں کیا لکھتا لفافے میں بجائے خط شوق 〃 〃

نفیس کے اس شعر میں جو مفہوم اُن کے ذہن میں تھا پورے طور سے ادا نہ ہو سکا اس لیے استاد نے کس خوبصورتی سے اپنے الفاظ میں اسی مفہوم کو ادا کر دیا۔

نفیس — خس و خاشاک کی ہستی ہی کیا اے برق خرمن زن اُٹھا لے چار تنکے اور بنا کے آشیان رکھدی

اصلاح — چمن میں گھر بناتے دیر کیا اے باغبان ہم کو 〃 〃 〃 〃

اس اصلاح سے شعر میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔ نفیس برق فلک سے مخاطب ہیں۔ اور استاذی حضرت جلیل باغبان سے مخاطب ہیں جو آشیانوں کا دشمن ہے۔ مطلب یہ کہ تو کہاں تک ہمارا آشیان اُجاڑیگا۔ ہمیں چمن میں گھر بناتے کیا دیر۔ اُٹھا لے چار تنکے اور بنا کے آشیان رکھدی

* یہ اصلاحیں خود جناب آفاق نے اپنے دیوان سہرۂ آفاق کے ساتھ مرحمت فرمائیں۔

شعر کو اور فصیح کر دیا۔

منشی غلام حسین "آفاق" مارہروی سے

گل میں تو بلبل میں الله ، ،   شان تری ہے جلوا تیرا

اصلاح سے " " " " "   ہے یہ ایک کرشمہ تیرا

مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں ایک نزاکت پیدا ہو گئی جس کا ایک کرشمہ یہ ہو اس کی شان اور جلوہ کیا ہوگا۔

آفاق سے کس کا کس کا نام بتاؤں   سب کو تو ہے سودا تیرا

اصلاح سے کس کس کا میں " " " " " "

پہلے مصرع میں "کسکا کسکا" ناگوار تھا اس لیے "کس کس کا" بنایا اور ایک لفظ "میں" اور بڑھا کر دوسرے مصرع کا توت قوی کر دیا۔

آفاق سے تو ہے تو ہے تم کس سے   لب تک آئے شکوا تیرا

اصلاح سے " " کیا " " " " " " "

پہلے مصرع میں "کیا" نے کیا کیا معنے پیدا کر دیے "یہ" میں یہ بات کہاں تھی۔

آفاق سے ہو جو ہر موئے تن میرا زباں لے صانع عالم   ہو جب بھی بیاں وصف ایک ذرہ تیری صنعت کا

اصلاح سے اگر ہر موئے تن میرا زباں ہو صانع عالم " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "ہو جو" کے "اگر" اور بجائے "لے" کے "ہو" بنا کر شعر کو صحیح کر دیا۔

آفاق سے کسکو قیامت کا تڑپا رہا ہے   وہ صبح شب وصل جانا کسی کا

اصلاح سے قیامت مری جان پر ڈھا رہا ہے " " " " " "

پہلے مصرع میں "قیامت کا تڑپا رہا ہے" غیر فصیح تھا اس لیے پورا مصرعہ ترمیم کر کے شعر کو فصیح کر دیا۔

آفاق سے ہائے وہ پیار کی بات انکی وہ بھولی صورت   بھولتی ہی نہیں آفاق بھلائیں کیونکر

اصلاح سے " " " آنکھ " " " " " " " " "

پہلے مصرع میں "بات" "کچھ" بھی "آنکھ" سحر ساری بس گئی۔ ماشاء اللہ چشم بددور۔ اصلاح نہیں اعجاز ہے۔

نواب فصاحت جنگ جلیل المتخلص بہ جلیل جانشین امیر مینائی

مولف ۔ سر تربت پہ وہ جو آئے تو عالم نیا ہوا ۔۔۔ کھل اٹھے پھول سبزۂ تربت ہرا ہوا

نسخہ ۔ " " " " " " " ۔۔۔ پھولوں میں جان پڑ گئی سبزہ ہرا ہوا

مطلع یوں بھی صحیح تھا اس لیے استاد نے نسخہ لکھ کے دوسرا مصرع لکھ دیا چونکہ دونوں مصرعوں میں تربت کی تکرار تھی اس لیے دیوان میں استاد ہی کے مصرع کو لکھ کر ترجیح دی گئی۔

مولف ۔ رنگ چمن نہ پوچھیے ساقی کے ہجر میں ۔۔۔ ہر جام گل ہے خون سے میرے بھرا ہوا

اصلاح ۔ " " " " " " " " ۔۔۔ " " " خون جگر سے " "

چونکہ مصرعۂ ثانی میں خون کی صراحت نہ تھی خون تو جسم کے ہر حصہ میں ہوتا ہے اس لیے استاد نے "خون جگر" بنا کر شعر کو رنگین کر دیا کیونکہ ساقی کے ہجر میں جگر ہی کا خون ہونا اچھا تھا۔

مولف ۔ تم نے دیا تھا داغ جو اے مہربان مجھے ۔۔۔ وہ آج تک ہے میرے جگر سے لگا ہوا

اصلاح ۔ " " " " " " کبھی ۔۔۔ " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "مجھے" کے "کبھی" بنایا جس سے شعر میں ترقی ہو گئی۔

مولف ۔ حشر میں وہ بھی آ گئے سیماب و برق کے ۔۔۔ جو اضطراب تھا مرے دل سے بچا ہوا

اصلاح ۔ " " آ گیا وہی " " " ۔۔۔ " " " " " "

پہلے مصرع میں "بھی" کا ثبوت قوی نہ تھا اس لیے "وہی" بنا کر شعر کو نازک اور لطیف بنا دیا

مولف ۔ شکوہ کریں گے خنجر قاتل کا بخیہ گر ۔۔۔ رہنے دے زخم دل کا ابھی منہ کھلا ہوا

اصلاح ۔ کرتا ہے شکر " " " ۔۔۔ " " " " "

استاد بے عدیل نے پہلے مصرع میں بجائے "شکوہ" کے "شکر" بنایا کیونکہ شکوہ سے تو شان عاشقی کے خلاف تھا۔ محبوب کے ہر ظلم و ستم پر شکر ہی کرنا مشرب عاشقی کی شان ہے

استادانہ اصلاح ہے۔

مولف ۔ آئے نکالنے وہ مرے دل کی حسرتیں ۔۔۔ آئے اجاڑنے وہ مرا گھر بسا ہوا

اصلاح ۔ " " " " " " ۔۔۔ " " کو " " "

دونوں مصرعوں میں "وہ" کی تکرار زائد تھی اس لیے مصرعۂ ثانی میں "کو" بنا کر

فصیح الملک نواب مرزا خاں داغ۔ دہلوی

نواب ناظر علی خاں (ہجر) شاہجہاں پوری

لے حسن یار تیری درازی خطا نہیں ۔ ہم حسن اتفاق سے دیوانہ ہو گیا

اصلاح: ہاں ہاں ہمارے حسن کی کرنی " " " " " "

حضرت داغ نے ایک دوہی ترمیم میں اس شعر کو زبان کے سانچے میں ڈھال دیا۔ "ہاں ہاں" کے کرشمے نے اس شعر کو کیا سے کیا کر دیا۔ معنی کا لطف، مصرع کی برجستگی، سلاست کی چستی، معشوق کا جواب الجواب، ان سب خوبیوں کے علاوہ داغ مرحوم کے کلام سے اتنا ملتا جلتا ہے کہ اگر "مہتاب داغ" میں لکھ دیا جائے تو یہ امتیاز نہیں ہو سکتا کہ یہ ہجر کا شعر ہے۔ سبحان اللہ کیا بے نظیر اصلاح دی۔

ہم بے خود ہوئے ہیں پی کے وہ ساغر کو آئینہ ۔ منہ اپنا دیکھتے ہیں وہ جام شراب میں

اصلاح: رنگ شراب حسن کا آئینہ بن گیا ۔ منہ اپنا " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر واقعی حسن کا آئینہ بن گیا۔ دوسرا مصرع اسی مصرع کا محتاج تھا۔ استاد نے کتنا نازک مصرع لگا دیا ہے۔ پہلے مصرع میں 'ساغر' اور دوسرے مصرع میں 'جام' اچھا نہ تھا اور دونوں مصرعوں میں "وہ" کی تکرار مخل فصاحت تھی۔ اصلاح سے یہ عیوب دور ہو گئے۔ اور شعر میں ایک خاص رنگ پیدا ہو گیا۔ اسے میگساران میخانہ ادب ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ اللہ کیا مصرع ہے مصرع "رنگ شراب حسن کا آئینہ بن گیا" واقعی اصلاح اسی کا نام ہے۔ مے

مے یہ اصلاحیں جو جناب ہجر مرحوم نے مشاعرہ اسد ملیہ میں مجھے مرحمت فرمائی تھیں۔ افسوس کہ صد افسوس وہ داغ مرحوم ابھی موجود تھے۔ اللہ نے اکثر حضرات کو قطعہ لکھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت بیخود دہلوی کا جواب ایک وہ بہت طویل ہے (دسمبر ۱۹۲۹) تاریخ کی مجھے داد دی تھی۔ وہ قطعہ تاریخ اس رسالہ میں کی تفریح طبع کے لیے درج کیے دیتا ہوں ملاحظہ ہو۔

قطعہ تاریخ وفات

تسلیم کے فراق کا صدمہ کسے نہیں + رنج ہے کون آج کہ جس کا نہ جگر ہوا

چادر چڑھائی پھولوں کی روکر کسی نے + معشوق کے ساتھ ابر سیہ چشم تر ہوا

سے چپ ہو کے ملک تسلیم ہمسر تھی + متھا جو دل کو تھام کے ٹکڑے جگر ہوا

اللہ وہ شکوہ سخن کہیں آج لٹ گئی + کیسی ہے ساحری مزار داغ ہوا

تاریخ انتقال کی مصدر نے کہی + ہے ہے زباں کا خاتمہ تسلیم پر ہوا ۱۳۴۹ھ

پہلا مصرع ترمیم فرما کر یہ نوٹ لکھدیا۔ "نقشہ دکھانا محاورہ ہے۔ بتانا محاورہ نہین ہے"۔

آزاد سے کسی کا ہاے وہ کہنا مرا بیے وہ لہو جو چھیڑ چھاڑ کرے اور اکیلا پاکے مجھ

اصلاح ۹ " " " " " پیو لہو میرا " " " کرو تم " " "

دونون مصرعون کی ترمیم سے شعر مین سلاست روانی کے علاوہ لطف زبان پیدا ہو گیا۔

آزاد سے وہ کہتے ہین خدا اُس پہ تو گرا بجلی بری نگاہ سے جو سمت میرے تاکے مجھ

اصلاح سے " " " " اُسکا ہو بھلا نہ کہین " " بیٹھا ہوا جو " "

مصرعۂ ثانی مین "جو سمت میرے" یہ ٹکڑا زبان اور محاورے کے خلاف تھا اس لیے بجاے اس کے "بیٹھا ہوا" بنایا۔ اور پہلے مصرع مین "اس پہ تو گرا بجلی" اس ٹکڑے مین بھی رکاکت تھی۔ اس لیے اس کو بھی قلم زد کر کے "ہو بھلا نہ کہین" بنایا اور شعر کو زبان کے سانچے مین ڈھال دیا۔

خط حضرت تسلیم کا بنام آزاد پنجوری عنایت فرماے بندہ زاد لطفکم (۱۴ جون ۱۸۹۳ء)

تسلیم آپ کا عنایت نامہ آیا جو ایما ہے دونون غزلون کو بہ تعمیل ارشاد دیکھا۔ ہر چند اس بار کے مین اب مین معذور ہون۔ انکار نہ کر سکا۔ وہ عذر میرا یہ ہے کہ اب میرا دماغ صحیح نہین رہا اور عوارض نے دیوانہ بنایا۔ شعر و شاعری کے قابل نہین۔ اس وجہ سے خدمت سے بھی علٰحدہ کر دیا گیا اور پنشن مقرر ہو گئی۔ بمجبوری یہان پڑا ہون۔

اس طرح مین اکثر استادون کی غزلین ہین مثل جناب منشی امیر احمد صاحب ونیز مغفور نواب مرزا صاحب۔ اس وقت میرے پاس کوئی دیوان موجود نہین۔ اگر آپ کے پاس ہو تو دیکھ لیجیے گا کہین وارد نہ ہو گیا ہو۔ اور تاریخ مثنوی بعد اسکے حاضر کرون گا۔ تسلیم

• یہ اصلاحین بھی وصل بلگرامی سے ملین۔ ان اصلاحات کے ساتھ ہم حضرت تسلیم مرحوم کا ایک خط بھی درج کرتے ہین جس سے اُن کی پیرانہ سالی اور دوامی عوارض کا پتہ چلتا ہے۔

• حضرت تسلیم مرحوم کا انتقال ۱۹۱۱ء مین ہوا۔ بلبل تسلیم حضرت صبر رامپوری کی فرمایش سے خاکسار مولف نے ایک قطعہ تاریخ وفات کہا تھا جسے "حیات تسلیم" مین جناب حسرت موہانی ارشد تلامذۂ حضرت تسلیم نے ایک نوٹ کے ساتھ شایع فرمایا تھا۔ چونکہ وہ نوٹ میری تعریف مین ہے اسلیے اپنے قلم سے اسکا لکھنا مناسب نہین سمجھا۔ حضرت صبر رامپوری کے علاوہ خان بہادر مرزا ناصر علی ایڈیٹر صلاے عام دہلی نے بھی اس

ساکر مطلع کو سلجھا دیا۔

آزاد سے دوڑاتے ہیں نگاہیں مرے آملوں کے سمت | برچھیاں ہلاتے ہیں ڈھالوں کے سامنے
اصلاح سے جاتے ہیں بے حظر تیرے مژگاں کے روبرو | سینہ سپر ہم آج ہیں بھالوں " "

آزاد کے دونوں مصرعے قید شاعری سے آزاد تھے اس لیے استاد نے الگ کرکے دوسرا شعر کہہ دیا۔

آزاد سے محلت سے چھٹ کے بیٹھی قیامت - ہے آرزیں | آتی ہیں بے چونیوں والوں کے سامنے
اصلاح سے گلشن میں وہ بہار وہ رنگ میں کہاں | اڑتی ہے خاک خشک نہالوں کے سامنے

استاد تسلیم نے دوسرا شعر اس شعر کر بے لکھکر مزید ار نوٹ لکھدیا ددیامت کو جوانی سے کیا علاقہ ہے ش

آزاد سے شیشۂ دل کے حسین مسیر لیں دکھا کے مجھے | اُلٹ کے رکھدے دوجام پے یلا کے مجھے
اصلاح سے وہ آنکھیں قہر بھری کیا کے گئے " " | پیالے زہر کے چلے ہوئے " "

آزاد کے مصرع ثانی میں تعقید تھی اس لیے دوسرے مصرع کی ساست سے پہلا مصرع بھی ترمیم کیا گیا۔ اصلاح سے مطلع روشن ہوگیا۔ آنکھوں کی رعایت سے مصرع ثانی میں پیالے پینے کا ٹکڑا بھی خوب بٹھایا

آزاد سے چلے گئے ہم کاکل وہ کیا دکھا کے مجھے | اسیر کر دیا دام بلا میں لا کے مجھے
اصلاح سے چلے گئے ہم زلف رسا دکھا کے مجھے | اسیر کر گئے دام بلا میں لا کے مجھے

پہلے مصرع میں "وہ کیا" حشو تھا اس لیے بجائے اُس کے "ہم زلف رسا" بنا کر مصرع کو سلجھا دیا چونکہ پہلے مصرع میں "چلے گئے" کا ٹکڑا ہے اس لیے دوسرے مصرع میں "کر گئے" بنا دیا جس سے مطلع میں صفائی پیدا ہوگئی۔

آزاد سے رہیں یہ کھیل کے نقشہ مرا مٹاتے ہیں | یہ اُن کا کھیل ہوا خاک میں ملا کے مجھے
اصلاح سے " " " " یہ کھیل کھیلتے ہیں " "

چونکہ پہلے مصرع میں زمانہ حال تھا اس لیے دوسرے مصرع میں "یہ کھیل کھیلتے ہیں" بنا کر دونوں مصرعے برابر کے کر دیے۔

آزاد سے سایا گردش لیل و نہار کا نقشہ | اُنھوں نے آنکھوں کی گردش دکھا دکھا کے مجھے
اصلاح سے برنگ ساغر سرمست دور دہر میں پیا " " " " "

احسان - ۸ ٹوٹے پڑے ہین شیشے و ساغر ادھر اُدھر مینا زمین چلے ہین وہ ستانہ چال کیا

اصلاح سے " " " " " " " وہ چل گئے " " "

دوسرے مصرع مین بجائے "چلے ہین وہ" کے "وہ چل گئے" بنایا۔ ایک لفظ کی ترمیم سے زمانہ کا کتنا فرق پڑ گیا۔ اصلاح کے دیکھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ محل "چلے ہین وہ" کا نہ تھا استادانہ اصلاح ہے۔ سبحان اللہ

احسان - ۹ تم ہم بغل تو ہو متوجہ نہین مگر آئے ہو لیکے ساتھ کسی کا خیال کیا

اصلاح سے " " " " " " " ساتھ لے کے عدو کا " "

دوسرے مصرع مین جناب احسان نے پردے پردے مین کہا تھا مگر حضرت جلال نے صاف لفظون مین ظاہر کر دیا۔ خاکسار مؤلف کی رائے ناقص مین تخصیص سے تعمیم مین زیادہ لطف ہے۔ ۹

منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی

قاضی محمد نعیم الحق آزاد شیخ پوری

آزاد - ۱ خود ہین خضر گیسو والون کے سامنے لہرا گئے پیچ بھی کالون کے سامنے

یہ تو بہ تحریر فرما کر مطلع کو قلم زد فرمایا "خضر و مسیح کو گیسو اور کالے سے کیا مناسبت"

آزاد - جس دم سے تو چلا ہے غزالون کے سامنے بھولے وہ چوکڑی تری چالون کے سامنے

اصلاح سے چلتا ہے جس گھڑی تو " " " کھاتے ہین ٹھوکرین " "

آزاد کا پہلا مصرع کچھ نہ تھا دوسرے مصرع کی روش گو اچھی تھی۔ مگر استاد نے پہلے مصرع کی مناسبت سے دوسرے مصرع مین بھی ترمیم کر دی جس سے مطلع مین صفائی پیدا ہو گئی۔ جیسا مطلع تھا ویسی ہی اصلاح بھی ہوئی۔

آزاد - ۲ گل کا ہے رنگ اُڑا ہوا گالون کے سامنے موج نسیم پیچ ہے بالون کے سامنے

اصلاح سے " " " " " " سنبل ہے پیچ و تاب مین " "

مصرع ثانی مین "موج نسیم پیچ ہے" یہ ٹکڑا اُلجھا ہوا تھا۔ اس لیے اُستاد نے "سنبل ہے پیچ و تاب مین"

۹ یہ اصلاحین سید احمد حسین قرار شاہجہان پوری مرحوم نے مجھے دی تھین اور بھی وعدہ فرمایا تھا مگر افسوس کہ انھین کا وعدہ وفا ہو گیا۔ خدا بخشے اور کیا کہون۔

"ہاے کیا چیز" بنا کر تین صاد آپ نے زر سے بنا کر یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ اگر میں بھی فکر کرتا تو
یہی کہتا۔ دیکھیے ایک ہاے نے کیا قیامت ڈھائی کہ اب اس زمین میں ایسا حسرت انگیز
و عبرت خیز درد میں ڈوبا ہوا مطلع ہونا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

حفیظ۔ دن کو اک نور برستا ہے مری تربت پر — شب کو اک چادر مہتاب تنی ہوتی ہے
اصلاح۔ " " " " " " " " — رات کو " " " " "

مصرعۂ ثانی میں بجاے "شب کو اک" کے "رات کو" بنایا۔ کیونکہ اک، مصرع ثانی میں زائد تھا۔
اور پہلے مصرع میں دن کی مناسبت سے رات ہی کا لفظ خوب ہوا۔

حفیظ۔ پی لو ڈھونڈو کہ ساقی کی رہے بات حفیظ — ورنہ انکار سے خاطر شکنی ہوتی ہے
اصلاح۔ " " " " " " " — صاف " " " " "

دوسرے مصرع میں بجاے "ورنہ" کے "صاف" بنا کر شعر میں اور صفائی پیدا کر دی۔

حفیظ۔ داور حشر سے آنکھ اٹھا دے طلب ہے کوئی — یہ ندامت ہے کہ انگشت بلب ہے کوئی
اصلاح۔ " " " " " " " — سر جھکائے ہوئے " " " "

مصرعۂ ثانی میں "یہ ندامت ہے کہ" کے بجاے "سر جھکائے ہوئے" بنایا اصلاح کیا دی
شرمندگی و ندامت کی تصویر کھینچ دی ہے۔ ابہام سے مطلع کو مزین کر دیا۔

حفیظ۔ آسمان میں بھی تو نالوں سے ہلا آتا ہوں — یہ جو خاموش ہوں اس کا بھی سبب ہے کوئی
اصلاح۔ " آج بھی " " " " " — میں جو " " " " "

استاد نے پہلے مصرع میں "آج" کا اضافہ کیا رکھ دیا بلاغت زبان کا رنگ بٹھا دیا۔ اور دوسرے
مصرع میں بجاے "یہ" کے "میں" بنا دیا۔ اصلاح سے شعر میں معنوی خوبیاں کس درجہ ترقی کر گئیں

حفیظ۔ رو نہ آئے ہو کہ ہنسنے کو مری میت پر — بزم ماتم ہے کہ یہ بزم طرب ہے کوئی
اصلاح۔ " " " " مرے پھولوں میں — " " " " "

پہلے مصرع میں بجاے "مری میت پر" کے "مرے پھولوں میں" بنایا۔ ہنسنے کی رعایت
سے "پھولوں" کا لفظ خوب ہے۔ اب یہی ٹکڑا یعنی "مرے پھولوں میں" شعر کی جان
ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ۔

"ہے کیا چیز" بنا کر تین صاد آپ نے ذیل سے بنا کر یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ اگر میں بھی فکر کرتا تو یہی کہتا۔ دیکھیے ایک ہاتھ سے کیا قیامت ڈھائی کہ اب اس زمین میں ایسا حسرت انگیز وعبرت خیز درد میں ڈوبا ہوا مطلع ہونا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

حفیظ — دن کو اک نور برستا ہے مری تربت پر ۔ شب کو اک چادر مہتاب تنی ہوتی ہے

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 رات کو 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں بجائے "شب کو اک" کے "رات کو" بنایا۔ کیونکہ "اک" مصرع ثانی میں زائد تھا۔ اور پہلے مصرع میں دن کی مناسبت سے رات ہی کا لفظ خوب ہوا۔

حفیظ — پی لو دو گھونٹ کہ ساقی کی رہے بات حفیظ ۔ ورنہ انکار سے خاطر شکنی ہوتی ہے

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صاف 〃 〃 〃 〃

دوسرے مصرع میں بجائے "ورنہ" کے "صاف" بنا کر شعر میں اور صفائی پیدا کر دی۔

حفیظ — داورِ حشر سے اٹھا دو طلب ہے کوئی ۔ یہ ندامت ہے کہ انگشت بلب ہے کوئی

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 〃 سر جھکائے ہوئے 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں "یہ ندامت ہے کہ" کے بجائے "سر جھکائے ہوئے" بنایا اصلاح کیا دی شرمندگی و ندامت کی تصویر کھینچ دی ہے۔ صنعت ایہام سے مطلع کو مزین کر دیا۔

حفیظ — آسمان میں بھی تو نالوں سے ہلا سکتا ہوں ۔ یہ جو خاموش ہوں اس کا بھی سبب ہے کوئی

اصلاح — 〃 آج بھی 〃 〃 〃 〃 〃 میں جو 〃 〃 〃 〃

استاد نے پہلے مصرع میں "آج" کا اضافہ کیا رکھ دیا بلاغت زبان کا سکہ بٹھا دیا۔ اور دوسرے مصرع میں بجائے "یہ" کے "میں" بنا دیا۔ اصلاح سے شعر میں معنوی خوبیاں کس درجہ ترقی کر گئیں

حفیظ — رونے آئے ہو کہ ہنسنے کو مری میت پر ۔ بزم ماتم ہے کہ یہ بزم طرب ہے کوئی

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 مرے پھولوں میں 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "مری میت پر" کے "مرے پھولوں میں" بنایا ہے ہنسی کی رعایت سے "پھولوں" کا لفظ خوب ہے۔ اب یہی ٹکڑا یعنی "مرے پھولوں میں" شعر کی جان ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ۔

ضو ۔ کیسے اچھی ہو غزل ٹھیک ہے ارشاد میر لیے ۔ مضمون سے زیادہ یہ زمین بیٹھ گئی
اصلاح ۔ کیونکر " " " " " " " " " "

پہلے مصرع میں "کیسے" بجائے "کیونکر" ناجائز ہے۔ اس لیے یہ لفظ ترمیم کیا گیا۔

ضو ۔ تاب لائی نہ اجل بھی مرے سوز دل کی   ایسا جگر آ سے آیا کہ وہیں بیٹھ گئی
اصلاح ۔ " " پھر گئیں آنکھیں جو مری " " " " " " "

پہلے مصرع میں سوز دل کو جگر سے کوئی مناسبت نہ تھی اس لیے استاد کامل نے یہ ٹکڑا رکھ دیا "پھر گئیں آنکھیں جو مری" جس سے دوسرے مصرع سے پہلے مصرع کو ایک خاص ربط پیدا اور شعر میں روانی اور سلاست بڑھ گئی۔

ضو ۔ اے ضو نہیں ہاتھوں کی حنا لے گئی دل کو   اک شوخ پری تھی کہ اڑا لے گئی دل کو
اصلاح ۔ ہاں ہاں ۔ " " " " " " " " " "

پہلے مصرع میں "اے ضو" کے بجائے "ہاں ہاں" بنا کر لفظ "نہیں" کی مناسبت پیدا کر دی اس تکرار نے مطلع کو دل آویز کر دیا۔ بندش چست ہو گئی، شعر عمدہ ہو گیا۔

ضو ۔ چتون نے لیا ہے کہ ادا لے گئی دل کو   یہ وہم غلط ہے شرم و حیا لے گئی دل کو
اصلاح ۔ " " " " " " یہ سب ہے غلط ۔ " " "

پہلے مصرع میں چتون و ادا کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے دوسرے مصرع میں "یہ وہم" کے بجائے "یہ سب ہے" بنا کر پہلے مصرع کا صحیح مفہوم ادا کر دیا۔ کیونکہ پہلے مصرع میں چتون و ادا دونوں اس الزام سے بری کرنا مد نظر تھا۔ اور دوسرے مصرع میں شرم و حیا کو مورد الزام ٹھیرانا تھا اصلاح سے یہ معنی پیدا ہو گئے۔

ضو ۔ اے حضرت ضو شکر گزاری کا ہے موقع   دنیا سے چھٹے یاد خدا لے گئی دل کو
اصلاح ۔ " " دل " " " " " چھٹا " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "ضو" کے دل کو خطاب کیا گیا کیونکہ قافیہ مصرعۂ ثانی میں دل ہی کا ہے اور دوسرے مصرع میں بجائے "چھٹے" کے "چھٹا" بنایا۔ کیونکہ "دل" کے لئے اسی لفظ کی ضرورت تھی۔

پہلا مصرع بالکل ترمیم کیا گیا دوسرے مصرع میں بھی تصرف کیا گیا جس سے شعر شعر ہو گیا مصرعِ اولیٰ میں "ایسی" کا لفظ ہٹانے سے شعر کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا اگر "ایسی" کا لفظ رہا جاتا تو موت کا الیں پر آکر شعر نامکمل تھا۔

صور ـ ہلکی ہلکی بوئے گل لا انسیم　　بارِ خاطر ہو ۔ کہو کس کے لیے

اصلاح ـ ۔ ۔ ۔ ۔　　تیرے نازک طبع ۔ ۔ ۔

مصرعۂ ثانی صور کا الجھا ہوا تھا۔ "بارِ خاطر" کا ٹکڑا اساد کی طبع نازک پر گراں تھا اس لیے "تیرے نازک طبع" بنا کر شعر میں ایک خاص نزاکت پیدا کر دی۔

اسی قافیے میں حسرت کا بھی ایک شعر دیوان میں یہ ہے ملاحظہ ہو۔

اسیر ـ لطف ان کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی　　بھیجتا ہیں ایک کس کے لیے

صور ـ وحشت رد کا کچھ نہیں کھلتا ہے حال　　ہے اچھلتی جام میں کس کے لیے

اصلاح ـ ۔ ۔ 〃 ۔ ۔　　جام میں ہے جس ہے ۔ ۔ ۔

دوسرے مصرع میں "ہے اچھلتی جام میں" کے بجائے "جام میں ہے جس ہے" بنا کر شعر کو فصیح کر دیا۔ ہے اچھلتی کا ٹکڑا غیر فصیح تھا۔

صور ـ بھولی نظروں بھی نہیں وہ دیکھتے　　مبتلائے غم ہے دل جس کے لیے

اصلاح ـ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں وہ دیکھتے　　〃 ۔ ۔ ۔ ۔

پہلے مصرع میں "بھولی نظروں" یہ ٹکڑا بے محل تھا اس لیے "آنکھ اٹھا کر" بنا دیا۔ اب شعر میں صفائی پیدا ہو گئی۔

صور ـ گردِ غم کی یہ مرے دل پہ نہیں بیٹھ گئی　　اکدمیں اڑ کے سرِ عرش بریں بیٹھ گئی

اصلاح ـ گردِ غم اڑ کے ۔ ۔ 〃 ۔ ۔　　اٹھ کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پہلے مصرع میں بجائے "گردِ غم کی یہ" کے "گردِ غم اڑ کے" بنایا کیونکہ گرد کے لیے اڑنے ہی کی ضرورت تھی۔ دوسرے مصرع میں بجائے "اک دمیں اڑ کے" "اک دمیں اٹھ کے" بنایا کیونکہ گرد اڑ نہیں سکتی بلکہ اٹھ سکتی ہے۔

بنایا۔ سوزش کے لیے غم کا لفظ بڑھا کر شعر میں گرمی پیدا کر دی۔ اصلاح سے شعر صاف ہو گیا۔

ضو۔ میں کس طرح سے تیرے کوچے میں آؤں — کہ آگا تر سے نقشِ پا باندھتے ہیں

اصلاح۔ کوئی کس طرح " " " " آئے — " " " "

پہلے مصرع میں "سے" زائد تھا اس لیے "کوئی کس طرح تیرے کوچے میں آئے" یہ مصرع لکھ دیا گیا۔ اب شعر صحیح ہو گیا۔

ضو۔ کوئی برق سمجھے ہے توسن کو اُن کے — مگر ہم تو اُس کو ہوا باندھتے ہیں

اصلاح۔ " سیل " " " " — " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "برق" کے "سیل" بنایا۔ کیونکہ برق ہوا سے سریع السیر ہے۔ کتنی نازک اصلاح ہے۔

ضو۔ جناب ذوق کیا اُٹھے جہان سے — سخن کے باغ کا مرجھا گیا گل

اصلاح۔ " " " " — کہ مرجھایا سخن کے باغ کا گل

مصرعہ ثانی میں تعقید تھی اس لیے مصرع میں ذرا سی اُلٹ پھیر کر دی گئی اور قافیہ بھی وہی رہا۔

ضو۔ رات وقتِ وصل اُن سے چھیڑ کچھ ایسی ہوئی — کہ نگہ اُٹھتی ہے اُنکی آج شرمائی ہوئی

اصلاح۔ " " " " " — جو نگہ اُٹھتی ہے اُن کی ہے وہ " "

مصرع ثانی میں بجائے "کہ" کے "جو" بنایا اور بجائے "آج" کے "ہے وہ" بنا کر شعر میں صفائی پیدا کر دی۔ "کہ" بیانیہ جو اس تقطیع میں "کے" پڑھنا پڑتا تھا۔ اس سقم کو بھی دور کر دیا۔

ضو۔ کوئی آفت آئیگی یہ تو کہے دیتا ہے رنگ — ہے اُداسی ہر در و دیوار پر چھائی ہوئی

اصلاح۔ کون اس گھر سے سدھارا۔ ہے مثالِ شمعِ صبح — اک اُداسی ہے " " " "

پہلا مصرع ضو کا بالکل بے محل تھا اس لیے پورا مصرع بدلا گیا جس سے معشوق کی رخصت کا سین اور پھر شمعِ صبح سے اُسکی تشبیہ۔ یہ کتنی شاعرانہ نزاکتیں پیدا کر دی گئیں۔ دوسرے مصرع میں بھی تغیر کیا گیا یعنی "ہے" کے بجائے "اک" اور "ہر" کے بجائے "ہے" بنا کر شعر کو حسرت و یاس کا اک مرقع بنا دیا۔

ضو۔ میری حالت رحم کے قابل ہو وقتِ نزع تھی — پھر گئی کچھ سوچ کر جو موت بھی آئی ہوئی

اصلاح۔ رحم کے قابل مری حالت ابھی ایسی وقتِ نزع — " " بالیں سے میرے " " "

مسودہ — کس طرح سے دوستوں کی رلفیں تو دوش ہو گئیں ۔۔۔ رلفیں اڑ اڑ کر رخِ روشن پہ چلیں ہو گئیں
اصلاح — پردے پردے میں وہ رلفیں میری " ۔۔۔ اڑ کے اُن کے قاصد " " "

اس اصلاح سے مطلع میں جو معنوی خوبیاں پیدا ہو گئیں وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں مسودہ کے دونوں مصرعوں میں رلف کی تکرار اور پہلے مصرع میں "دوستوں" کا مفہوم لفظ دوست کی اصلاح ہو گئی اور لطف یہ کہ مفہوم وہی رہا۔ بلکہ ایک نازک معنے یہ پیدا ہو گئے کہ رلفیں جب اڑ کر رخِ روشن پر چلیں ہو گئیں تو ہم نظارۂ رخِ روشن سے بھی محروم رہے۔

مسودہ — یاد میں اس بت کے روئے اس قدر ہم پھوٹ پھوٹ ۔۔۔ تلیاں آنکھوں کی دھو دھا کر سپید ہو گئیں
اصلاح — " " " روئیں " " آنکھیں مری " ۔۔۔ دونوں بہا دھو کر " "

چونکہ دوسرے مصرع میں تلیوں کا ذکر تھا اس لیے استاد عدیم النظیر نے پہلے مصرع میں آنکھیں دکھائیں۔ اور مصرعۂ ثانی میں "دھو دھا کر" عوام کی زبان تھی۔ اُسے "بہا دھو کر" بنا کے شعر کو ستھرا و صاف کر دیا۔

مسودہ — روتے روتے کوئی دم میں دیکھنا ڈوبیں گے ہم ۔۔۔ اشک کی موجیں ہماری سر تا گردن ہو گئیں
اصلاح — " " عشق میں آخر کو جی ڈوبا مرا " " " " "

پہلے مصرع میں جس خوش اسلوبی سے استاد نے "جی ڈوبا" کا محاورہ نظم کر دیا اس سے شعر گوہر بار ہو گیا اور عشق کا لفظ بھی بڑھایا جس سے شعر میں روانی اور ترقی پیدا ہو گئی بلکہ استادانہ اصلاح کی کہ ردیف بھی ہاتھ سے نہ گئی۔

مسودہ — قتل بھی ہمکو کیا اور لوٹ بھی دل کو لیا ۔۔۔ چتونیں قاتل سیں اور آنکھیں ہرن ہو گئیں
اصلاح — " " " مجھکو " " " " " "

پہلے مصرع میں ہمارے "دل کے بجائے" بنایا جس سے پہلے مصرع کے دونوں ٹکڑے برابر کے ہو گئے اصل مصرع میں ایک جگہ "مجھکو" ایک جگہ "دل کو" بنا تھا

مسودہ — سودۂ دل کا را ہو وے کہ مرنے پر بھی ہو ۔۔۔ ہڈیاں جل جل کے سرمہ دیدہ مدفن ہو گئیں
اصلاح — کس غضب کی دل میں سوزش تھی کہ " " " " "

پہلے مصرع میں "ہو را ہو وے" یہ ٹکڑا غیر فصیح تھا اس لیے اُستاد نے "کس غ" " کی دل میں سوزش تھی"

ہے۔ نے ہماری دلہن کی طرح والی غزل دیکھ لی تھی۔ آج امی جان کو میں نے وہ غزل سنائی تو انھوں نے اصلاح دیدی اور مجھے شرمندہ ہونا پڑا اور سارا حال بیان کیا (مخزن بابۃ اگست ۹ء واقعی عجیب... نازک اصلاح دی قاعدہ ہے کہ جب کسی معشوق کی زبان سے ہاں نکلتی ہے تو وہ فطرتاً شرمائے ہوئے لہجے میں ہوا کرتی ہے یہ گھبرانے کا محل نہ تھا (در بار حضرت ...)

استاد عدیم النظیر حضرت امیر مینائی رح

لسان الملک حضرت ریاض سے خطاب ہے۔ نادان دراز سن تو کرے ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

اصلاح ، ، ، ، ، ، ، کم سن ، ، ، ، ، ، ...

یہ مطلع حضرت ریاض کا زبانوں پر ہے اور جب کوئی ایسا موقع آتا ہے تو اکثر بے ساختہ یہ مطلع زبان پر آجاتا ہے۔ اور لطف دیجاتا ہے۔ گویا دی النظر میں اصلاح کی پہلے مصرع میں ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ "نادان" و "کم سن" متحد المعنی ہیں۔ مگر چونکہ مصرعٔ اولی میں "دراز سن" کا ٹکڑا ہے اس لیے اُستاد عدیم النظیر نے بجائے "نادان" کے "کم سن" کا ٹکڑا بنا کر مطلع میں اور حسن پیدا کر دیا۔ اب "کم سن" اور "دراز سن" دونوں ٹکڑوں کو ذرا اہل نظر غور سے ملاحظہ فرما کر کمال استادی کی داد دیں۔ یہ اصلاح نہیں اعجاز ہے۔ اب بھی بعض حضرات کو میں نے اس مطلع کو "نادان" کے ساتھ پڑھتے سنا ہے۔ بہر کیف صحیح دونوں صورتیں ہیں ہے۔

ریاض۔ توبہ برلب ۔ نہ سہی ہاتھ میں بوتل ہی سہی محفل وعظ میں کچھ بادہ گسار آئے تو

اصلاح سے توبہ لب پر ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ،

"توبہ برلب" کی جگہ "توبہ لب پر" بنا دیا۔ اردو میں فارسی ترکیب کا لانا اساتذہ اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ "توبہ برلب" میں کسی قدر غرابت تھی اور "توبہ لب پر" سے فصاحت پیدا ہو گئی استادانہ اصلاح ہے

منشی نعیم الحق ضو شیخپوری :- ہ

بجلیاں کانوں کی رخ پر افگن ہوگئیں روبرو گالوں کے یا دو شمعیں روشن ہوگئیں

اصلاح سے ، ، ، ، ، ، دُہری شمعیں روبرو گالوں کے ، ، ،

جناب ضو کا مصرعٔ ثانی لیٹا ہوا تھا۔ اُستاد نے اصلاح سے چمکا دیا۔ اب مطلع میں روانی اور سلاست پیدا ہو گئی۔

ایک ردی کا عدیر لکھ لیں
سید عباس حسن فصاحت خلف امیر امامت مرحوم سے
سے آئے ہیں پھیر کر کے فرشتے عذار کے میں خود تنگ ہوں کہ مری گور تنگ ہے
اصلاح سے آور آئے
بجائے "آئے ہیں" کے "اور آئے" بنا کر شعر میں اور لطافت پیدا کر دی مصرعہ ثانی کا ثبوت اور قوی ہو گیا۔
فصاحت سے علاسروں کا کیا ہے ذکر سے انتہی رہی ۔ وراثت علی کی آورسی کی بادشاہی سے
اصلاح سے مصطفےٰ
اورسی کو قلم زد کر کے "مصطفےٰ" بنایا۔ اسے صل علی کیا بارک اصلاح دی۔ لفظ "سی" میں تعمیم تھی ہر پیمبر کو ہی کے حبا ... سے یاد کر سکتے ہیں۔ اور لفظ "مصطفےٰ" سے تخصیص ہو گئی اور یہاں اسی کی ضرورت تھی کہ نام پاک حضور سرورکائنات آگیا اصلاح اسی کا نام ہے۔

نواب اختر محل

نواب اختر محل شاعرہ تو نہ تھیں مگر شعر کا مذاق سلیم رکھتی تھیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مرزا سلیمان جاہ انجم (جن کا دیوان نول کشور پریس میں طبع ہو چکا ہے) جو نواب حیدر یار جنگ مولوی سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کی نسبت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ وقت اصلاح میں صرف اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ کوئی داغ غلطی نہ رہے۔ نواب اختر محل کے سلام کے لیے گئے بیگم نے فرمائش کی کہ کوئی تازہ غزل کہی ہو تو گاؤ شہزادے کے پاس اُس وقت ہاں کی طرح۔ بہار کی طرح کے قافیہ و ردیف والی غزل موجود تھی جو انھوں نے تازہ کہی تھی اُس کو جیب سے نکال کر وہ گانے لگے جب اس شعر پر پہونچے

دم مرا نکلا ترے وعدے کے ساتھ تیری گھبرائی ہوئی ہان کی طرح

تو بیگم نے سن کر کہا کہ کیا اُس نے گھبرا کر کہا تھا کہ "ہاں" پھر فرمایا یوں پڑھیے۔

ع تیری شرمائی ہوئی ہاں کی طرح +

مولانا نظم فرماتے تھے کہ اس کے بعد جب شاہزادے مجھ سے ملے تو کہنے لگے کہ حضرت

اکبر۔ وہاں کسی کام کا باقی نہیں رہتا انسان — سچ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے

اصلاح۔ پھر " " " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "وہاں" کے "پھر" بنایا جس سے شعر زبان کے سانچے میں ڈھل گیا اور معنوی خوبیاں بڑھ گئیں۔

اکبر۔ ہوں فریفتہ نگہ ناز کا اے اہل اکبر — مرتے دم تک نہ کھلا یہ کہ جفا ہوتی ہے

اصلاح۔ " " " " " " مرتے مرتے " " " "

حضرت اکبر خود فرماتے تھے کہ میں نے اپنے خیال میں "مرتے دم تک" یہ ٹکڑا بہت سمجھ کر رکھا تھا مگر استاد وحید العصر نے بجائے اسکے "مرتے مرتے" جو بنایا تو بے ساختہ جی چاہا کہ دست مبارک کو بوسہ دوں۔ واقعی عجیب نادر اصلاح دی جس کی جتنی تعریف کیجائے کم ہے۔ آپ ذرا "مرتے مرتے" کے معنے غور فرمائیے اور حضرت وحید سے کامل الفن اُستاد کی روح کو فاتحہ سے ثواب پہونچائیے۔

اکبر۔ انھیں سے ہوئی مجھ کو الفت کچھ ایسی — نہ تھی ورنہ میری طبیعت کچھ ایسی

اصلاح۔ تمھیں " " " " " " " " " "

مصرع اول میں بجائے "انھیں" کے "تمھیں" کا معنے خیز لفظ رکھدینا ایسے ہی باکمال استاد کا کام تھا۔ ظاہری معنے تو جو ہیں وہ ظاہر ہیں مگر میں نے بعد غور و خوض کے بعد جو معنے اس کے سمجھے ہیں وہ عرض کیے دیتا ہوں۔ دوسرے مصرع میں قایل کہتا ہے "نہ تھی ورنہ میری طبیعت کچھ ایسی" اس موقع پر لفظ (میری) کو ذرا زور دیکر پڑھیے تو آپکو معنے ہوجائے گا۔ مطلب یہ کہ میری طبیعت ایسی نہ تھی بلکہ تمہاری طرف سے ابتدا ہوئی۔ عشق اول در دل معشوق پیدا می شود کا مصداق سمجھ لیجیے یعنی تمہیں نے مجھے محبت کا سبق دیا ورنہ میری طبیعت کچھ ایسی نہ تھی کہ کسی سے الفت ہوتی ابتدا ہی محبت کی اُدھر ہی سے ہوئی۔"

میر حسن لطافت مرحوم خلف اکبر امانت لکھنوی

یہ اصلاحیں خود جناب فصاحت نے خواجہ عشرت لکھنوی کی دکان پر مجھے پڑھکر سنائیں اور بہت سی اصلاحیں مجھے اپنے محترم دوست محمد علیم خاں نقاد حکیم الہ آبادی سے ملیں جو حضرت اکبر کے خاص دوستوں میں ہیں اور مرحوم ہی سے مشورہ سخن بھی فرماتے تھے۔ ان اصلاحوں کا ذکر خود اکبر مرحوم نے ان سے فرمایا تھا جو اُن کے تحویل حافظہ میں محفوظ تھیں

ہیں اس اثنا میں حضرت امیر مرحوم نے نعش تاریخ کے اصرار طبع سے خلاف عادت قدیم اکثر مصرعے بدلے تھے جواب حافظے میں محفوظ نہیں اللہ جانے حضرت ریاض کو ضرور یاد ہوں گے اس وقت صرف ایک شعر پیش ہے

رضواں سے وہ ملی جو ش لیو ہوں بانے میں ہے پس کر   جس قدر ہے لگتے شکر کوثر محمد
اصلاح ” ” ” ” ” صرف کیجئے رسول ” ” ”

ان مصرعے لگے ہیں اول تو اس کے مصرع میں تعقید کا عیب تھا اس اصلاح سے یہ عیب بھی رفع ہوا اور شعر میں سلاست و روانی پیدا ہو گئی۔

دیکھیں سر کو جھکائے کبھی سر کو کھڑے   ہم نے شیشہ کی دل سے مرا لو ہے
اصلاح شیشہ جاتا ہے ” ” ” ” ہاتھ ہم ” ” ” ”

دیکھئے ہے سے دیکھئے کا یہ راستہ ہم نے پاکر شعر میں سلاست و معانی پیدا کر دی۔ اس زمانے میں یہ کئیں ہمارے تھیں۔ اور لکھنؤ میں مستعمل تھا اور اب محاورہ حال میں متروک ہے۔ مد مسعود (ادبیات)

میر مونس مرحوم نے ایک مرثیہ میں یہ روایت نظم فرمائی کہ جب سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے سفر کا قصد فرمایا اور کل اقربا اور انصار ہمراہ رکاب ہوئے مگر حضرت صغرا کو بیماری کی وجہ سے ہمراہ لیجانا مناسب نہ سمجھا اور وہ ساتھ چلنے کے لیے اصرار فرما رہی ہیں۔ حضرت انہیں سمجھا رہے ہیں۔ اس موقع پر یہ مصرع تحریر فرمایا

کہیں بیمار سفر میں ساتھ جاتے ہیں

اس مصرع پر میر انیس نے یوں اصلاح دی

ایسے بیمار ” ” ” ”

دیکھئے کہیں اور ایسے میں جو نازک فرق ہو گیا وہ ظاہر ہے "ایسے" سے بیماری کی نازک حالت کا پتا چلتا ہے

(از حضرت عزیز لکھنوی)

میر وحید الہ آبادی

خان بہادر لسان العصر اکبر الہ آبادی۔

اگر سیدھی کج آرائش گیسو دو تا ہوتی ہے   تو مری جان گرفتار بلا ہوتی ہے
اصلاح ” ” ” ” ” تیر ” ” ” ”

مصرع ثانی میں بجائے "جان" کے "تیر" بنا دیا اس ایک لفظ کی ترمیم سے مطلع کے معنی کیا سے کیا ہو گئے سبحان اللہ۔

سودا دبی کا خیال ہوا ہو گا میں نے کہا جی ہاں - یہ سن کر اپنے مطلع کو قلم زد کر دیا - اگر مطلع بالا
دیکس رشک مسیحا الخ) نذر میں ہوتا تو چنداں ہرج نہ تھا - مگر آتش مرحوم کا یہ مطلع تو نواب
معتمد الدولہ کے نذر مکان سے وابستہ ہے - آتش نے یہ مطلع فی البدیہہ کہا تھا - اس پر یہ اصلاح
کہاں تک قابل تسلیم ہو سکتی ہے -

رند - اگر ئی کا ہے گمان شک ہے ملاگیری کا رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہو کر
جب یہ شعر رند نے مشاعرے میں پڑھا تو شیخ ناسخ نے فرمایا کہ "نواب صاحب پھر ارشاد ہو - کیا خوب
فرمایا ہے - اگر ئی کا ہے گمان شک ہے ملاگیری کا" نواب رند نے فرمایا کہ شیخ صاحب سو دفعہ
پڑھوائیے گا تو یہی پڑھوں گا - اگر ئی کا ہے گمان الخ کیونکہ زبان یہی ہے اور بول چال میں اسی طرح ہے
میر مونس - ذکر انصار امام حسین علیہم السلام

یاور تھے درد و غم میں یہ تھے لڑائی میں عمر ان کی سب گذر گئی تیغ آزمائی میں
صلاح میر انیس " " " " " ساری جوانی کٹ گئی " " " "
عمر ان کی سب گذر گئی" اس ٹکڑے کو کاٹ کر "ساری جوانی کٹ گئی" بنایا - تیغ آزمائی کی مناسبت
سے جوانی اور پھر کٹ گئی کیا خوب اصلاح دی - سبحان اللہ -

میر مونس - جلوہ نما تھے بیچ میں اس فوج کے حسین چاروں طرف تھا جلوہ خورشید مشرقین
صلاح میر انیس - دل کی طرح تھے قلب میں " " " " " " "
دل کی طرح تھے" "قلب میں" اس معنی خیز ٹکڑے کی کیا تعریف ہو - اس اصلاح سے شعر میں جو ترقی
ہوئی وہ تعریف سے مستغنی ہے -

بہادر حسین آرام لکھنوی - تیرچیوں میں کماندار لیے بیٹھے ہیں + اور محمد کے نواسے کی خطا کچھ بھی نہیں
صلاح میر نفیس " " " " " + اور جگر گوشہ زہرا " " " "
اور محمد کے نواسے" کی بجائے اور "جگر گوشہ زہرا" بنایا - پہلے مصرع کی مناسبت سے دوسرے
مصرع میں جو الفاظ بنائے گئے وہ قابل داد ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ میر انیس کی اصلاح ہے -

حضرت زاہد تحریر فرماتے ہیں کہ رضوان علی خان رضوان مراد آبادی نے بڑی تعلی و تبختر کے ساتھ
ایک تقفیہ شائع کی تھی اور دعویٰ کیا تھا کہ اساتذہ حال اس کے مثل لکھنے پر قادر نہیں اور عاجز

راہ کے تغزل مالوطہ میں محفوظ تھیں جو آج شائع کی گئیں اس میں اب تک دو باتیں ہیں
شائقینِ ادب کو حضرت شاہد کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے ایسی یادگار اصلاحیں
مرحمت فرمائیں کہ جس سے ہمارے اربابِ ادب اب تک بالکل ناواقف تھے ہم حضرت راہ
کی مرسلہ اصلاحیں اسی سرخی کے تحت میں شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

شعر ناسخ: ڈرے دو دیشہ تو اپنا ململ کا ناتواں ہوں کہیں بھی ہو ہلکا
اصلاح خواجہ آتش: ڈال سایہ تو اپنے آنچل کا

ناتواں کے لیے آنچل کے سایے سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ خواجہ
صاحب کی اس نازک خیالی کی کن الفاظ میں داد دی جائے۔

مسی ملو جلی اسیرہ دور رہوں کہ ہو جشم ہو رہی ہوں کمال تنگ ہو آزردہ مزار مجھے
اصلاح آتش: " " " " سخت فراخ " " "

سبحان اللہ "کمال تنگ" کو "سخت فراخ" بنایا۔ مگر پہلے مصرع میں "دور" کا لفظ ہے اب جا کے
"دور" کا مفہوم ادا ہوا۔ شعر یہ کہ میں دور رہوں کہ چوٹی کی آنکھ بھی میرے لیے سخت فراخ ہے

خواجہ آتش: یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہے زمیں جس کی چہارم آسمان ہے
اصلاح شیخ ناسخ: جس " " " مسیحا جس کے در کا پاسباں ہے

اس اصلاح پر میں اپنی ناصرانہ لکھنا عبث جانتا ہوں مگر اساتذہ کی زبان سے سرورِ کہوں گا کہ
آتش کا مطلع بے عیب ہے اور ناسخ کے مطلع میں دونوں مصرعوں میں "مسیحا" کی تکرار کانوں کو
ناگوار ہے اور ایک واجب التعظیم پیر کو پاسبانی کا عہدہ عطا کیا گیا ہے جو سراسر سوادبی ہے
جس زمانے میں میں بھوپال میں تھا حضرت شوق قدوائی بھی بھوپال ہی میں تشریف فرما تھے
اکثر ذکر کرتے مشورہ کرتے اس طرح میں غزل کہہ رہے تھے میں روزانہ حاضری دیا کرتا تھا اور جب
کوئی غزل کہتا تھا حضرت شوق کو دکھا لیا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں حاضر ہوا تو حضرت شوق
نے اپنا نیا مطلع سنایا:

چپا کے پان جو بیٹھے سے گفتگو کرتے ضرور ایک پیر کا نام لہو کرتے

میں سن کر صورت تصویر خاموش رہا۔ مجھے خاموش دیکھ کر خود ہی فرمایا کہ اس مطلع میں تم کو

تین دیوانوں میں سرمایۂ ناز ہے۔

تسلیم ؎ سچا ہے اگر عدو۔ دل میں وہی کافر رکھدے ہیں مسجد میں قسم کھا کے اُٹھا لے

اصلاح ؎ " " بت " " " " " "

پہلے مصرع میں "وہی" کی ضرورت کیا تھی ہے۔ "بت" کا لفظ بے تکلف آسکتا ہے کافر کی رعایت اور مسجد کی مناسبت۔ سے "بت" کا لفظ خوب بنایا گیا۔ ۰ ۰

عطیۂ حضرت زاہد

چند اصلاحیں اساتذۂ قدیم کی ہمارے مخدوم و محترم سید زاہد حسین صاحب زاہد رئیس سہارنپوری تلمیذ حضرت امیر مینائی نے ہماری استدعا پر ہمیں مرحمت فرمائیں۔ حصۂ اول میں بھی آپ نے وہ اصلاحیں روانہ فرمائی تھیں جن پر منشی صاحب قبلہ کے قلم کے لکھے ہوئے نوٹ تھے اور خاص آپ ہی کے کلام بلاغت نظام پر تھیں۔ اور جب مشاطۂ سخن کا پہلا حصہ آپ کی خدمت میں پہونچا تو اس کی رسید میں جو گرامی نامہ حضرت زاہد کا آیا اُس میں یہ ارقام فرمایا تھا کہ "اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب اپنی قسم کی پہلی کتاب اور بے حد مفید ہے خدا کرے ملک اس کی قدر کرے اور آپ کی محنت کی پوری داد ملے۔ چند اصلاحیں میرے خیال میں بھی اساتذہ کی ہیں انشاءاللہ طبع آیندہ کے وقت بشرط یاد دہانی لکھونگا"، اسی آخری فقرے کی بنا پر ہم نے یاد دہانی کرائی تو چند اصلاحیں مرحمت ہوئیں۔ آپ نے باوجود ناسازی مزاج یہ زحمت فرمائی کہ اپنے خاص قلم سے لکھکر اپنے گرامی نامہ کے ساتھ یہ اصلاحیں "مشاطۂ سخن" حصۂ دوم کے لیے مرحمت فرمائیں جو قدر دانی اور ادب نوازی کی انتہا ہو گئی۔ انھیں مرسلہ اصلاحوں میں میر انیس مرحوم کی بھی دو اصلاحیں ہیں اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ جو اصلاحیں ہمارے محترم دوست نے بھیجی ہیں اُن میں اکثر اصلاحیں ناسخ کے کلام پر آتش کی اور آتش کے کلام پر ناسخ کی ہیں اور اسیر کے کلام پر آتش کی۔ خیر یہاں تک تو مضایقہ نہیں کہ آتش مصحفی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ بعد مصحفی کے ممکن ہے کہ اپنا کچھ کلام اسیر نے آتش کو دکھایا ہو مگر آتش و ناسخ کے معاملہ میں جہاں تک خیال کیا جاتا ہے قرین قیاس یہی ہے کہ اپنے مقام پر بیٹھکر یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے کلام پر اصلاحیں دیا کرتے ہونگے جو نہ زیادہ مشہور ہوئیں نہ تذکروں میں درج کی گئیں۔ خاص خاص بزرگ اس راز سے واقف تھے انھیں بزرگوں سے سنکر حضرت

؎ یہ اصلاحیں حضرت عشرت لکھنوی نے مرحمت فرمائیں اُن کا ذکر حضرت تسلیم نے عشرت سے فرمایا۔ آپ نے نوٹ کر لیا۔

کا سوت قوی ہوگیا

تسلیم — روتے روتے میں اگر سو بھی گیا فرقت میں • خواب میں دیدۂ پُر آب نے دریا دیکھا

اصلاح — " " " " " " ہجر کی شب " "

مصرعۂ ثانی میں خواب کا ذکر ہے اس لئے مصرعۂ اولیٰ میں استاد نے بجائے "فرقت میں" کے "ہجر کی شب" بنایا خواب کے لیے شب کی ضرورت تھی میرے ایک دوست نے اس شعر کو سن کر فرمایا کہ ہجر کی شب کا سونا ناپیاس ہے میں نے عرض کیا کہ تقاضائے فطرت ہے مسکرا کر خاموش ہوگئے اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے اس برجستہ فقرے کی داد دی۔

تسلیم — سانپ جو زلف کا کمر بار یک گیا   ماند شاخ سنبل پیچاں لپک گیا

اصلاح — " " " " " " نازک سنبل " "

دوسرے مصرع میں استاد نے "نازک" کا لفظ بنا کر شعر میں برکت پیدا کر دی

تسلیم — نالی ہے نرم رسم محبت میں دل لگی   چھیڑا صبا نے آکے تو غنچہ چٹک گیا

اصلاح — " " " " " " " " پیار سے " " "

دوسرے مصرع میں "آکے تو" زاید تھا اس لیے بجائے اس ٹکڑے کے استاد کامل نے "پیار سے" بنا کر پہلے مصرع میں جو "محبت" کا لفظ تھا اس کو ثابت کر دیا۔ عمدہ اصلاح ہے۔

تسلیم — پہلو میں اب کہاں دل گم گشتہ کا پتا   مدت ہوئی کہ دیدۂ تر سے ٹپک گیا

اصلاح — " " " " " خون گشتہ " " " " "

پہلے مصرع میں "گم گشتہ" کو بدل دل کے "خون گشتہ" بنایا۔ واقعہ ہے کہ جب تک خون گشتہ نہ ہوتا دیدۂ تر سے ٹپکنا ناممکن تھا۔ استادانہ اصلاح دی۔

تسلیم — پھول حسنک نا فسردہ سرو شمع چپ سالئی اس + روئے ہم حال گور غریباں دیکھ کر

اصلاح — " " " " " " " جی بھر آیا " "

مصرعۂ ثانی میں "روئے ہم" کے بجائے "جی بھر آیا" بنا کر شعر میں درد و اثر پیدا کر دیا جیسا اصل شعر تھا ویسی ہی بے نظیر اصلاح بھی دی۔ اس شعر میں حسرت و یاس ہونے کی جو تصویر کھینچی گئی ہے اس سے دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ حضرت تسلیم کا یہ شعر ان کے

اور فتح مونث ہے پس جب شاعر اچھے شگون کے خیال سے یہ کہتا ہے کہ عورت کوئی سامنے آئے تو فتح کا جو مونث ہے سامنے آنا کیسے مناسب ہوگا۔ اس کے سوا لفظ اقبال کے لفظی معنے پر غور کرو۔ اقبال کے خود معنے آگے آنے کے ہیں، لفظ فتح میں یہ بات کہاں

(حیات دبیر جلد اول صفحہ ۵۴)

برادر مکرم جناب نفیس سنگلوری تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا احمد صاحب ظہیر جن کے انتقال کو ابھی بیس برس ہوئے ہیں مجھ سے ناقل تھے کہ ایک دن میر صفدر علی صفدر مرحوم میری موجودگی میں اپنا مرثیہ سناتے جاتے تھے اور مرزا مرحوم سن سن کر جا بجا اصلاح دیتے جاتے تھے کہ انھوں نے ایک مقام پر تلوار کی تعریف میں یہ بیت پڑھی

سد سکندری کو مرتعش لرزہ آتی تھی دیوار قہقہہ بھی کھڑی تھرتھراتی تھی

فرمایا اس کو یوں بناؤ

سد سکندری پہ جو بھڑکی گھلا دیا دیوار قہقہہ پہ جو کڑکی رلا دیا

(حیات دبیر جلد اول صفحہ ۶۳)

مرزا اصغر علی خان نسیم دہلوی

منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی :

ہائے اب تک نہ رخ ساغر و مینا دیکھا آج کیا جانیے منہ اٹھتے ہی کس کا دیکھا

اصلاح۔ " " " " " صبح کو " "

دوسرے مصرع میں بجائے "منہ اٹھتے ہی" کے "منہ صبح کو" بنایا۔ خاص محاورہ یہی تھا جو اس محل پر اصلاح میں صرف کیا گیا۔ صرف ایک لفظ کی ترمیم سے شعر میں کس قدر لطف زبان پیدا ہو گیا اور ایک مذموم پہلو جو شعر میں پہلے تھا جاتا رہا

تسلیم۔ کون سنتا ہے میں کس سے کہوں دل کی باتیں بیٹھ در گوش تری بزم میں مینا دیکھا

اصلاح۔ کون سنتا ہے میں کس سے کہوں دل کی ساقی " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "باتیں" کے "ساقی" بنایا۔ ظاہر ہے کہ دوسرے مصرع میں مینا کا ذکر تھا اسی مناسبت سے پہلے مصرع میں ساقی سے خطاب ہے اصلاح سے شعر صاف ہو گیا اور "تری بزم"

اور واقعی سبق آموز ہیں۔

میر مونس کا یہ مطلع آج زبانوں پر ہے مگر اصل میں مونس نے یوں کہا تھا ؎

یہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے — یوں ہی یا مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

میر انیس نے فرمایا کہ بھائی دوسرے مصرع کو یوں بنا دو ع

گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

سبحان اللہ۔ اس اصلاح کی تعریف میں زبان و قلم دونوں قاصر ہیں۔ پہلے مصرع میں دو ٹکڑے ہیں، "نہ تڑپنے کی اجازت ہے" دوسرا "نہ فریاد کی ہے" ان دونوں ٹکڑوں کا ثبوت قوی "گھٹ کے مر جاؤں" اس ٹکڑے سے پیدا ہو گیا۔ ورنہ "یوں ہی مر جاؤں" تو یوں ہی تھا اسی اصلاح کا یہ اثر ہوا کہ یہ مطلع مشہور عالم ہو گیا۔

یہ اصلاح وارد ع واجد حسین صاحب "واقف" تلمیذ حضرت "اسیر" مرحوم نے عنایت فرمائی ان کو جناب بابو صاحب خلف عارف مرحوم سبزوار سے حاصل ہوئی۔

مرزا سلامت علی۔ دبیر۔ لکھنوی

میر واجد حسین مجھ سے ناقل تھے کہ ایک مرثیہ کسی شاگرد کا کہا ہوا مجھے مرزا صاحب نے دیا کہ اسکو صاف کر دو حضرت عباس کے حال کا مرثیہ تھا اس موقع پر کہ جب حضرت عباس خیمے سے برآمد ہوئے ہیں مرزا صاحب نے اصلاحاً یہ ٹیپ لکھی تھی۔

آپ آتے ہیں جو رستہ نہ کوئی سامنے آئے — اقبال سے کہدو کہ عنان تھامے آئے

مجھے جو شرارت سوجھی تو میں نے دوسرا مصرعہ یوں لکھ دیا ع ہاں فتح سے کہدو کہ عنان تھامے آئے میں گردن جھکائے لکھ رہا تھا کہ مرزا صاحب آہستہ آہستہ آکر پیچھے کھڑے ہو گئے مجھے خبر نہ ہوئی اس ٹیپ کو پڑھکر ہنسے اور فرمایا "واہ میر واجد حسین صاحب" آپ نے تو مجھے بھی اصلاح دیدی یہ سنکر میں نے گردن اٹھائی، دیکھا مرزا صاحب کھڑے ہوئے ہیں، میں چپ، فرمایا کیا اقبال سے آپ فتح کو اس موقع پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے عرض کی جی نہیں اس وقت میرے خیال میں یوں ہی آگیا، میں اس کو مٹائے دیتا ہوں، گیلا اپنی میں ڈوبا ہوا سامنے رکھا تھا، میں نے اٹھایا، فرمایا ذرا ٹھیر دیکھ تو لو لفظ فتح میں کیا برائی اور اقبال میں کیا خوبی ہے میں نے کہا ارشاد فرمایا اقبال اردو میں مگر

جس مین سے مولانا قتیل پھریری کا مضمون مع اپنے مختصر نوٹ کے حسن ادب مین مین نے
شائع کرا دیا۔ مین انسان ہون کوئی عالم لاہوت کا باشندہ نہین۔ اگر مین نے دھوکا کھایا تو اس کا
اعتراف کرتے ہوئے معذرت خواہ بھی ہون۔

مین اپنے نکتہ رس دوست جعفر حامی کا شکرگزار ہون کہ موصوف نے مشاطۂ سخن کا ریویو
کرتے ہوئے اس اصلاح کا بھی ذکر فرمایا اور نہایت تحقیق کے ساتھ رسالۂ زمانہ ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء مین
اس واقعہ کی اصل روایت یون تحریر فرمائی۔

میر انیس مرحوم نے ایک مجلس مین اپنا یہ مرثیہ پڑھا تھا ؎

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح + اسکے اختتام پر وقت شام یون دکھایا ہے۔

تایون سے اُڑ کے سوئے فلک جا رہی تھی گرد سبزے پہ لوٹ پوٹ تھا مینائے لاجورد

دوسرے روز میر مونس مرحوم ایک مرثیہ لکھ کر لائے اور میر انیس کی خدمت مین پیش کیا انھون
نے صبح کی سبزی اس بند مین دکھائی ؎

زردی شفق مین اور وہ مینائے لاجورد مخمل سی نرم گیاہ مین گل کے برگ زرد
رکھتی تھی پھونک کے قدم اپنا ہوا سے سر یہ خوف تھا کہ دامن گل پر پڑے نہ گرد

میر انیس نے دیکھا اور گرم ہو کر فرمایا کہ یہ کیا دفعتہً آسمان سے زمین پر نیچے گر پڑے۔ ذرا خوب
غور کرو کہ یہ ہوا کے چوری سے آنے کا محل نہین رہا۔ پھر کل بند کے مصرعون کو یون بنایا ؎

وہ پھولنا شفق کا وہ مینائے لاجورد مخمل سی وہ گیاہ وہ گل سبز رخ زرد
رکھتی تھی دیکھ کے قدم اپنا ہوا سے سرد یہ خوف تھا کہ دامن گل پر پڑے نہ گرد

مونس نے عذر کیا کہ ہوا کے آنکھین کہان جو دیکھ سکے۔ انیس نے فرمایا مگر کان تو ہین، مطلب
یہ کہ پھونکنا کسی بات کا کان کے اندر کہا جاتا ہے اور پامالی گل تر کے خوف سے ہوا کو قدم قدم پہ
دیکھنا ضرور تھا۔

ایسے باخبر و باکمال سخنور اب مشکل سے پیدا ہون گے جن کا ملکۂ فطرت شناسی اور لطافت زبان آوری
اب تک یادگار و سبق آموز لیل و نہار ہین۔

میر صاحب نے اس بند مین جن جن مقامات پر اپنا قلم لگا دیا ہے وہ دیکھنے اور سمجھنے کی چیزین ہین

قلق سے الٰہی سحر ہو کہیں آج رنگ لایا ہے ٹپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا
اصلاح سے الٰہی خیر ہو کچھ آج رنگ سے ڈھنگ ہے " " " "
پہلے مصرع میں بجائے "رنگ لایا ہے" کے "رنگ سے ڈھنگ ہے" لا کر مصرع میں لطف زباں پیدا کر دیا

قلق سے نگہ پھر سے دیکھو جو در اتم مجھکو پھر جگہ آنکھوں میں دینے لگیں مردم مجھکو
اصلاح سے " " " " آنکھ کا تارا سمجھنے لگیں مردم مجھکو
دوسرے مصرع میں "پھر جگہ آنکھوں میں دینے لگیں" کے بجائے "آنکھ کا تارا سمجھنے لگیں" لایا
جس سے شعر میں روانی کے علاوہ مناسبت الفاظ کس قدر پیدا ہو گئی۔

قلق سے مسکرانا ترا یاد آتا ہے جب اے جوش رو خوں رلواتا ہے غنچوں کا تبسم مجھکو
اصلاح سے " " " " گل تر " " " " " " "
پہلے مصرع میں "جوش رو" کے بجائے "گل تر" لا کے شعر کو رعایت لفظی سے مالا مال کر دیا۔ یہ
اُس دور کا خاص مذاق تھا۔ جو اب عیب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے

میر ببر علی انیس

مسائل سخن حصہ اول صفحہ ۲۷ میں خاکسار مؤلف نے جناب حسن صاحب بہادر کو حکیم مولوی سلطان حسین سے سن کر یہ لکھا تھا کہ نواب مومن مرحوم نے ایک مرثیہ جس کا مطلع یہ تھا سے بھولا عشق سے خرج یہ جب آلہ راسخ بڑی محنت سے کہا اور میر صاحب مرحوم کو یہ کہکر سنایا کہ اگر ایک اصلاح بھی آپ اس مرثیہ پر دیدیں تو میں مرثیہ آپ کے نذر کر دوں۔ میر انیس مرحوم نے فرمایا کہ میں مرثیہ لے لونگا۔ مومن نے کہا جی ہاں۔ اس شرط کے بعد کہا اچھا پڑھیے۔ مومن نے پڑھنا شروع کیا جب یہ بند پڑھا سے

وہ بھولنا شعل کا وہ بیٹے کا جو رد — محل سی وہ گیا وہ گل سو سرخ زرد
رکھی ہی دیکھکر قدم اپنا ہوائے سرد — یہ حرف تھا کہ دامن گل پر پڑے نہ گرد

اس بند کے تیسرے مصرع کو میر انیس مرحوم نے یوں سنایا "رکھی تھی پھونک کر قدم اپنا ہوائے سرد"
اور مرثیہ مطابق شرط کے مومن مرحوم کو دینا پڑا۔
اس واقعہ کی تردید زبانی اکثر احباب نے کی اور کئی مضامین اسکی تردید میں میرے پاس آئے

"دیا" بنایا جس سے مصرعۂ اولیٰ کا مفہوم ادا ہو گیا۔

راجہ — سن کر سر نوک مژہ یار کی شادی   یاں اشک کا شہرا رخ ہمدار پہ لٹکا

اصلاح — واں غیر سے شادی ہوئی اس شوخ کی آوا ے   〃 〃 〃 〃

پہلا مصرع بے معنی تھا اس لیے ترمیم کیا گیا۔

خواجہ وزیر - وزیر

خواجہ اسد علی آقتار الدولہ "قلق"

قلق — صاف لکھ بھیجا جواب اس نے مری تحریر کا   حال روشن ہو گیا سارا خط تقدیر کا

اصلاح — 〃 〃 〃 〃 لو لفافہ کھل گیا 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی میں "تحریر" کی رعایت سے خواجہ صاحب نے "لو لفافہ کھل گیا" بنایا اور خوب بنایا۔ اس اصلاح سے شعر میں لطافت پیدا ہو گئی اور ایک محاورہ بھی نظم ہو گیا۔

قلق — صاف دل ہو کن مدعی پہونچا سکے گا کیا ضرر   کارگر کیا نیش ہو گا عقرب تصویر کا

اصلاح — بے لیاقت 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "صاف دل ہوں" کے "بے لیاقت" بنایا جس سے ضمناً مدعی کی تضحیک بھی ہوئی اور شعر بھی صاف ہو گیا۔

قلق — جب ہو اگرم سخن تو بزم کو مہکا دیا   عطر کھینچا یار کے لب نے گل تقریر کا

اصلاح — جب ہو اگرم کلام مختصر مہکا دیا   〃 — 〃 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ میں بجائے "سخن تو بزم" کے "کلام مختصر" بنا کر دونوں مصرعوں کا صحیح مفہوم ادا کر دیا۔ کلام مختصر کا ایسا معنی خیز ٹکڑا رکھ دیا کہ عطر کھینچنے کا ثبوت قوی ہو گیا۔ کتنی نازک اصلاح دی۔

قلق — ادھر بھی دیکھ لو جاناں رہے گلہ دل کا   بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

اصلاح — ادا سے دیکھ تو جاناں رہے گلہ دل کا   〃 〃 〃 〃 〃 〃

صرف ایک لفظ "ادا" نے شعر میں کیا خوب ادا پیدا کر دی۔ ایسی اصلاح کہتے ہیں جس نے اس مطلع کو مقبول خاص و عام کر دیا۔ دیکھیے ایک ذرا سے لفظ نے مطلع میں لاکھوں بناؤ پیدا کر دیے۔

پہلا مصرع میں "گنبدِ اخضر" کچھ نہ تھا۔ اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا جس سے مطلع کے معنی ہی کچھ اور ہو گئے۔

راجہ۔ لے کے عصا بھی آہ کا اُٹھ سکتے ہم نہیں　　کیا جانے قیس کیسا تھا لاغر بھیرا کیا

اصلاح۔ لیکر عصا۔ آہ بھی ہم تو نہ اُٹھ سکے　　" " " "

پہلا مصرع کی ترمیم سے دوسرے مصرع کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا اور جو گنجلک مصرعہ اولے میں تھی اُس کی اصلاح ہو گئی۔

راجہ۔ یہ سختیاں کا ہے جو فرہاد جہاں میں　　سر پھوڑ نے کو کیا اُسے پتھر نہیں ملتا

اصلاح۔ کن سختیوں سے کاٹتا ہے کوہ کن اوقا　　" " " "

پہلا مصرع زبان اور محاورے کے خلاف تھا اس لیے ترمیم کیا گیا۔ اصلاح سے پہلا مصرع دوسرے مصرع سے مطابق ہو گیا۔

راجہ۔ باندھے ہے دم دیا جو یس مرگ اس قدر　　دیوانہ بھاگ جائیگا تیرا کفن سے کیا

اصلاح۔ کیوں ہاتھ پاؤں باندھتا ہے بعد مرگ تو　　" " " "

اس اصلاح سے شعر میں صفائی اور بیان میں روانی پیدا ہو گئی۔

راجہ۔ پانی میں عکس رخ کو تر دیکھ بولی خلق　　خورشید گر پڑا ہے یہ چرخ کہن سے کیا

اصلاح۔ " " " جو پڑا تیرا " " " " " " " "

مصرعۂ اولی میں "عکس رخ کو تر دیکھ" کے بجائے "عکس رخ جو پڑا تیرا" بنایا۔ کیونکہ عکس رخ کے لیے "پڑا" کا لفظ ضروری تھا۔ اس اصلاح سے شعر مثل آئینہ کے صاف ہو گیا

راجہ۔ راجہ مجھ وہ دیکھ جو بھاگے ہے نجد چھوڑ　　مجنوں بھی تنگ ہے مرے دیوانہ پن سے کیا

اصلاح۔ " " دیکھ کے بھاگا جو نجد سے　　" " " "

پہلا مصرع غیر فصیح تھا۔ اس ترمیم سے شعر شعر ہو گیا۔

راجہ۔ تمک کے شانہ میں دل مضطر نہ جائیگا　　تیرا بھی بل یہ زلف معنبر نہ جائیگا

اصلاح۔ " " کہ قبر میں　　" " " " " " "

پہلا مصرع زبان و محاورے کے خلاف تھا اس لیے ترمیم کیا گیا۔

پہلے مصرع مین "گنبدِ اخضر" کچھ نہ تھا۔ اس لیے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا۔ جس سے مطلع کے معنی ہی کچھ اور ہو گئے۔

راجہ: ے کر عصا بھی آہ کا اُٹھ سکتے ہم نہین کیا جانے قیس کیسا تھا لاغر بچھڑا گیا
اصلاح: لیکر عصا آہ کبھی ہم تو نہ اُٹھ سکے " " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے دوسرے مصرع کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا اور جو گنجلک مصرعہ اول میں تھی اُس کی اصلاح ہو گئی۔

راجہ: یہ سختیان کاٹے ہے جو فرہاد جہان مین سر پھوڑ نے کو کیا اُسے پتھر نہین ملتا
اصلاح: کن سختیون سے کاٹتا ہے کوہ کن اوقات " " " " " "

پہلا مصرع زبان اور محاورے کے خلاف تھا اس لیے ترمیم کیا گیا۔ اصلاح سے پہلا مصرع دوسرے مصرع سے منطبق ہو گیا۔

راجہ: باندھے ہے دست و پا جو پس مرگ اس قدر دیوانہ بھاگ جائیگا تیرا کفن سے کیا
اصلاح: کیون ہاتھ پاؤں باندھتا ہے بعد مرگ تو " " " " " "

اس اصلاح سے شعر مین صفائی اور بیان مین روانی پیدا ہو گئی۔

راجہ: پانی مین عکس رخ کو ترے دیکھ بولی خلق خورشید گر پڑا ہے یہ چرخ کہن سے کیا
اصلاح: " " " " جو پڑا تیرا " " " " " " " "

مصرعۂ اولی مین "عکس رخ کو ترے دیکھ" کے بجائے "عکس رخ جو پڑا تیرا" بنایا۔ کیونکہ عکس رخ کے لیے "پڑا" کا لفظ ضروری تھا۔ اس اصلاح سے شعر مثل آئینہ کے صاف ہو گیا

راجہ: راجہ مجھے وہ دیکھ جو بھاگے ہے نجد چھوڑ مجنون بھی تنگ ہے مرے دیوانہ پن سے کیا
اصلاح: " " " دیکھ کے بھاگا جو نجد سے " " " " " "

پہلا مصرع غیر فصیح تھا۔ اس ترمیم سے شعر شعر ہو گیا۔

راجہ: جب تک کہ شانہ بن دل مضطر نہ جائیگا تیرا بھی بل یہ زلف عنبر نہ جائیگا
اصلاح: " " کہ قبر مین " " " " " "
پہلا مصرع زبان و محاورے کے خلاف تھا اس لیے ترمیم کیا گیا۔

راجہ :- آنسو نہیں آنکھوں میں مری بار پھر آیا — یہ نوح کا طوفان دگر بار پھر آیا

اصلاح :- یہ " " " " " " " ہے یار پھر آیا

مصرعہ ثانی میں "دگر بار پھر آیا" کو قلمزد کر کے یہ نوٹ تحریر فرمایا (دگر بار محاورہ گلستان آمد یار دگر گفتن باید) مگر اصلاح سے دونوں مصرعوں میں "یار" کا قافیہ مطلع میں ایک ہی معنی میں آپڑا ہے اسے سوائے سہو نظر اور کیا کہا جائے۔

راجہ :- تو آج زمیں ہو رہی ہے ہمہ تن چشم — کل کس کے یہاں توسن رہوار پھر آیا

اصلاح :- " " ہو رہی ہے کیوں " " " " کادیہ رہوار پھر آیا

مصرع ثانی میں توسن و رہوار - دونوں لفظوں کے ایک ہی معنے تھے اس لیے بجائے اسکے "کادیہ" خوب بنایا اس اصلاح سے ردیف چمک اٹھی۔

راجہ :- گو پاؤں میں چھالے تھے مگر راجہ کو تو نے — صحرا میں جنوں بر سر ہر خار پھر آیا

اصلاح :- " " " " " افسوس کہ صحرا میں سر خار پھر آیا

مصرعہ ثانی کی ترکیب نادرست تھی "بر سر ہر خار" یہ ٹکڑا کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا اس لیے بجائے "جنوں" کے معشوق ہی کے خطاب پر اکتفا کی گئی - کیونکہ مصرعہ ثانی میں اتنی گنجایش نہ تھی کہ جنوں کا لفظ بھی لایا جاتا۔

راجہ :- خوف محشر کا ہوا غم کہ یاد آ تو گیا — قتل کا خاطر قاتل سے ارادا تو گیا

اصلاح :- خوف محشر اُسے صد شکر کہ " " " " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "خوف محشر کا ہوا غم" کے "خوف محشر اُسے صد شکر" بنا کر شعر کو زبان کے سانچے میں ڈھال دیا۔

راجہ :- بوسہ تو دل لے ابرو کا تو سر سے باز آ — گر خوف ہے ... ابرو دلبر سے باز آ

اصلاح :- ابرو کا بوسہ لے تو دلا سر سے باز آ " " " "

مصرعہ اولی میں "تو" کی تکرار بدنما تھی اس اصلاح سے مطلع صاف ہو گیا۔

راجہ :- قاتل یہ بیگناہوں کو خوں ریز کیا ہے قتل — کچھ تو خیال خطرۂ محشر سے باز آ

اصلاح :- سفاک " " " " " " " " " " "

جو دونوں مصرعوں میں فرق تھا جاتا رہا۔

راقم سے مل۔سل کھائی کر دل نے بڑا کت میری ۔ چھد شکیں کا بڑے ہے جو کر یہ سایا

اصلاح سے " " کھا کے " " " " " " " " جو بڑ جائے " " " "

پہلے مصرع میں "کھائی" کو "کھا کے" سایا دوسرے مصرع میں "بڑے ہے" کو تلفر ذکر کے "جو بڑ جائے" لکھ دیا جس سے شعر صحیح و درست ہو گیا۔

راقم سے ایسا لاغر ہوں کہ اس مارے دم جاتا ہوں ۔ کسی طایر کا جو پڑ جائے ہے سر سایا

اصلاح سے " " " " " " " " " " ٹرجانا " " " "

مصرع ثانی میں بجائے "پڑ جائے" "پڑ جانا" سایا۔ لہٰذا لکھو پڑ جانے ہیں تو لے

راقم سے قمری دل یہ مرا طوق کی ہسلی کو ہیں ۔ کس دہر میں اب سرو سا آزاد ہوا

اصلاح سے ہسی جب طوق کی سلی تو مرا قمری دل " " " " " "

الفاظ وہی ہیں مگر مصرع اولی کی ترمیم سے جو زبان کا نقص تھا جاتا رہا۔ طوق کی ہسلی کو ہیں اس ٹکڑے میں زبان کا نقص تھا۔

راقم سے ایسے کو جن میں سے دی خاک ری اس نے دلا ۔ خاکساری کا صلہ یہ تجھے امداد ہوا

اصلاح سے اس نے کو جن میں ہر رہنے دی تری خاک دلا " " " " "

پہلے مصرع کو محاورہ و زبان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ "دی خاک ری اس نے دلا" یہ ٹکڑا مہمل اور بے معنی تھا۔ استاد نے اسی مفہوم کو اس خوبی سے ادا کر دیا کہ شعر بامعنی ہو گیا۔

راقم سے میں ہوا قیس ہوا بلکہ وہ فرہاد ہوا ۔ سب کا دل آہ ترے ہاتھ سے برباد ہوا

اصلاح سے " " " " " وامق و " " " " " " "

مصرع اولی میں "بلکہ وہ" زاید تھا اس لیے "وامق و" بجائے اس کے بنا کر مطلع کو مطلع الانوار بنا دیا

راقم سے چھیڑا جس کی سے رگ جان کو مرے نے نشتر ۔ اس کی طرز کا دنیا میں تو فصاد ہوا

اصلاح سے " " " " " " " کس نئی " " " " "

مصرعۂ ثانی میں بجائے "اس" کے "کس" بنا کر مصرع میں زور اور ترقی پیدا کر دی رگ جان کو آہستہ سے مد کرنا چاہیے اس رگ کو موت تو لیے ہیں۔

راجہ ۔ دامن سے کیون کرے ہے تو اے بیخبر ہوا جان ہوگئی مری نہ تیغ دو سر ہوا
اصلاح ۔ دامن سے بس نہ کر تو اب اے بیخبر ہوا " "

پہلا مصرع غیر فصیح تھا اس لیے بدلا گیا۔ مگر "ہوا کرنا" سے ہوا دینا اچھا ہے اب اس دور مین قطعاً متروک ہے۔

راجہ ۔ بلبل بچاری غش مین پڑی ہے چمن کے بیچ اے گل تو آج اپنے ہی دامن سے کر ہوا
اصلاح ۔ غش آ گیا ہے بلبل شیدا کو باغ مین " " " "

پہلے مصرع مین "چمن کے بیچ" یہ ٹکڑا برا تھا اس لیے پہلا مصرع بدلا گیا جو نہایت فصیح ہے مگر مصرع ثانی مین ہو دامن سے کر ہوا" یہ ٹکڑا بھی محتاج اصلاح تھا۔

راجہ ۔ اے تصور مہروش کے کیون نہون ممنون ترا یہ سیہ دل مطلع الانوار تو نے ہی کیا
اصلاح ۔ اے خیال مہروش کیونکر " " " " مطلع الانوار " "

پہلے مصرع مین لفظ "کے" بے ضرورت تھا اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا۔

راجہ ۔ ناتوانی ہوئی اس حد یہ کہ گردن سے مری بارہا پھولون کا اک ہار اُٹھایا نہ اُٹھا
اصلاح ۔ یہ گلوگیر ہوا ضعف کہ گردن نے مری " " " "

مصرعۂ اولی مین زبان کا نقص تھا۔ اس لیے ترمیم کیا گیا گلوگیر گردن کی رعایت سے خوب ہے۔

راجہ ۔ در پہ قاتل کے مین ایسی ہی زمین پکڑی تھی کھینچ کر گھر سے وہ تلوار اُٹھ آیا نہ اُٹھا
اصلاح ۔ ایسی پکڑی تھی زمین مین نے در قاتل کی " " " "

مصرعۂ اولی مین "مین ایسی ہی زمین پکڑی تھی" یہ ٹکڑا غلط تھا اس لیے مصرع بدل دیا گیا۔

راجہ ۔ مجھ وہ کون سی شے قبر مین قرار نہ تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے سحر تک مرا مزار نہ تھا
اصلاح ۔ وہ کون شے تھی لحد مین جو بیقرار نہ تھا " " " "

پہلے مصرع مین تعقید لفظی کا عیب تھا اس لیے اسی مفہوم کو استاد نے ادا کر کے یہ عیب دور کر دیا

راجہ ۔ شعلہ کرتا ہی رہا شمع کے سر پہ سایا کر تو اے نخل مژہ دیدہ تر پر سایہ
اصلاح ۔ شعلہ کرتا ہے اگر " " " " " "

پہلے مصرع مین "کرتا ہی رہا" کے بجائے "کرتا ہے اگر" بنا کر مطلع کو درست فرمایا جس سے زمانہ کا

اس اصلاح کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے۔ ماورا آہو سے گیسو کو جو مناسبت ہے ظاہر ہے۔ کیسا نازک مصرع لگا دیا ہے۔ مصرع دوم میں دل تھا اس لیے پہلے مصرع میں 'کعبہ' لائے۔ ع دل گذرگاہ جلیل اکبر است + کعبہ بنگاہ خلیل آزر است +

راجہ: دل دیکھ میرا سینہ پر داغ اور اشک — آتش کا باغ یعنی لب جو ہوا تھا
اصلاح: دیکھو ہمارے سینہ سوزاں کے داغ کو — باغ خلیل 〃 〃 〃 〃

دونوں مصرعوں میں اس حسن سے تصرف کیا گیا کہ شعر میں زور پیدا ہو گیا۔

راجہ: پلہ میں تیرے حسن تمامہ کا یار سے — اے دیدہ تو بھی مثل ترازو ہوا تھا
اصلاح: پلہ میں تیرے تھا ہے اس رشک مہ کا حسن + 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں جھول تھی۔ صحیح مفہوم ادا نہ ہوتا تھا۔ اس لیے حضرت قمر نے اپنے الفاظ میں اسی مفہوم کو کس خوبی سے ادا کر دیا۔ اصلاح سے دونوں مصرعے ہم پلہ ہو گئے۔

راجہ: تحریر سے نہ چشم فسوں گر میں دیکھ کر — کس زور ہم پہ آپ کا جادو ہوا تھا
اصلاح: کس چشم سحر ساز نے مجھ کو کیا محو — 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے شعر میں لطافت پیدا ہو گئی۔ اب رہا یہ اعتراض کہ پہلے مصرع میں 'مجھ کو' اور دوسرے مصرع میں 'ہم' یہ شتر گربہ ہے مگر یہ اصلاح ۱۲۵۲ھ کی ہے جس کو ۹۳ سال کا زمانہ ہوا۔ اُس دور کے شعرا اس شاعرانہ عیب کو عیب نہیں جانتے تھے جس کی صدہا مثالیں اساتذۂ قدیم کے کلام میں مل سکتی ہیں۔

راجہ: کہہ کے مجھ سے مے کا پیا ہے گناہ — دل کو بیاں تیرے زاہد نے کیا
اصلاح: 〃 〃 〃 〃 — دل کباب اے تو نے 〃 〃

مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شعر میں اور صفائی پیدا ہو گئی۔

راجہ: ابروئے بت جان کر طاق حرم — بتکدے کو سجدہ ساجد نے کیا
اصلاح: 〃 〃 〃 〃 — 〃 〃 زاہد نے کیا

"ساجد" سے "زاہد" کا لفظ اس محل پر زیادہ مناسب تھا۔ اس لیے مصرع ثانی میں ترمیم کیا گیا۔ "طاق حرم" کے بعد 'کو' محذوف ہے۔ مصرع ثانی میں 'کو' ثابت رکھا گیا۔

راجہ - دل سمجھے تو یہی خط کا جواب — گھر مرے جیتا کبوتر آگیا

اصلاح - " " " " — میرے گھر " " "

مصرعۂ ثانی مین تعقید تھی اس لیے بجائے "گھر مرے" کے (میرے گھر) بنا دیا۔

راجہ - اب چھری گردن پہ جو چلتی نہین — کچھ تو تجھ کو خوفِ محشر آگیا

اصلاح - " " " " " — کیا تجھے کچھ " " "

مصرعۂ ثانی مین بجائے "کچھ تو تجھکو" کے "کیا تجھے کچھ" بناکر شعر مین اور صفائی پیدا کردی۔

راجہ - زلف لپٹی لیلیٰ کی گردن مین دیکھ — قیس سے طوق گران اُٹھنے لگا

اصلاح - " " " " جب " — " " " " "

پہلے مصرع مین "دیکھ" کا لفظ بے محل تھا۔ اسلیے بجائے اُس کے "جب" بناکر مصرع ثانی سے ربط پیدا کردیا۔ شعر مین روانی پیدا ہوگئی۔

راجہ - سن سن مرے نالون کو لگی خلق یہ کہنے — ہر روز پھُنکے صور کبھی یہ نہ ہوا تھا

اصلاح - سن سن کے مرے نالون کو کہتا ہے اک عالم — " " " " "

پہلے مصرع مین "سن سن مرے نالون کو" زبان اور محاورے کے خلاف تھا اس لیے استاد نے "سن سن کے مرے نالون کو" بنایا اور آخر مین "اک عالم" بڑھایا جس سے شعر مدہ و بامحاورہ ہوگیا۔

راجہ - قسمت اُسکی جو کہے بوسے بھلی ہے ہمکو کیا — لب تمھارا گو کہ مصری کی ڈلی ہے ہمکو کیا

اصلاح - بوسے لینے والون کی قسمت " " " — " " " "

پہلے مصرع مین تعقید کا عیب تھا اس لیے ترمیم فرماکر اس عیب کو دور کردیا۔

راجہ - غصے سے بل پڑا یہان ابرو کے درمیان — تیغ دو دم مین اور بھی اک خم نیا ہوا

اصلاح - " " " نہین " " — " " " " " "

مصرعۂ اولیٰ مین بجائے "یہان" کے "نہین" بناکر شعر مین صفائی پیدا کردی۔

راجہ - وحشت سے جب تلک کہ یہ آہو ہوا نہ تھا — وحشی دل اپنا قیدیِ گیسو ہوا نہ تھا

اصلاح - کعبے مین خلق ناو کے آہو ہوا نہ تھا — " " " " "

خلاف ہے سور دیکھے" یہ ٹکڑا معنی میں کسی قدر حرانی پیدا کرتا تھا اس لیے بجائے اس کے "مگر چرخ پیرے" بنا کر شعر کو معنی دلپسند کر دیا۔ اس شعر میں ایک نازک معنی بھی ہیں کہ آسمان پر شفق بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام نمودار ہوئی۔

راجہ: کیا تو بیٹھا ہوا دھمکاتا ہے تلوار اٹھا قتل منظور ہے تو حد سے ستمگار اٹھا آ

اصلاح: " " " " " قتل منظور ہے میرا تو " "

دوسرا مصرع بے ربط و مہمل تھا اس لیے "حد سے ستمگار اٹھا آ" کو قلم زد کر کے بجائے اس کے یہ مصرع لکھدیا "قتل منظور ہے میرا تو ستمگار اٹھا" اب مصرع ثانی کو مصرع اولے سے ربط پیدا ہو گیا اور معنی بھی صاف ہو گئے۔

راجہ: تاکوئی جانے ستہ حسن کا کشتہ ہے یہ میری میت کو گلی سے دلدار اٹھا

اصلاح: " " " " ہے یہ " " " " "

مصرعہ اولی میں تعقید کا عیب تھا اسلیے بجائے (ہے یہ) کے (یہ ہے) بنا کر اس عیب کو رفع کر دیا

راجہ: لقد دل لیکے تو دیسے کہا کا دو سہ اب خدا کے لیے ناحق کی یہ تکرار اٹھا

اصلاح: " " " تو دے بوسہ ہمیں او کافر " " " "

پہلا مصرع الجھا ہوا تھا اس لیے ترمیم کیا گیا۔ اب سدس بھی چست ہو گئی اور معنی بھی صاف ہو گئے

راجہ: یاد دہاں نے تمھاری جان پر رکھدیا سودۂ الماس زخم جو کیا کاں پر رکھدیا

اصلاح: حسرت لب و دہاں نے یاد آئے گڑ دل خستہ کو " " " " "

پہلا مصرع بے معنی تھا اور مصرعۂ ثانی سے ذرا بھی ربط نہ تھا اس لیے اُستاد نے دوسرا مصرع لگا کر شعر کو بامعنے کر دیا اور مصرعۂ ثانی سے متعلق بھی کر دیا۔

راجہ: غرق کر دیوے نہ کیونکر موج اشک آسمان سر کی زار زار آگیا

اصلاح: غرق کر دے کیوں نہ مجھکو سیل اشک پانی اب سر کی زار زار آگیا

دونوں مصرعوں میں ترمیم کر کے شعر کو شستہ و صاف کر دیا۔ پہلے مصرع میں "کر دیوے" زائد تھا اسے "کر دے" بنایا۔ دوسرے میں "آسمان" کو قلم زد کر کے "پانی اب" بنا کر شعر کو لکھ دیا کیونکہ اردو کا لفظ جب اردو شعر میں آئے تو فارسی لفظ کیوں رکھا جائے۔

مطلع مہمل تھا جس کو اصلاح دیکر نہایت بلند کردیا۔ مصرع ثانی کی کیا تعریف ہو استادانہ مصرع لگادیا

راجہ — کچھ آئینہ یہ تمہارا خیال اب نہ رہا — نکلتے خط کے وہ حسن وجمال اب نہ رہا
اصلاح — " " " " نمود خط ہوا " " " "

مصرعہ ثانی مین "نکلتے خط کے وہ" کے بجائے "نمود خط ہوا" بنایا جس سے زبان کا نقص دور اور مطلب صاف ہو گیا۔

راجہ — کہین ہے ہاتھ کہین پا کہین پڑی گردن — ترے مریض مین کچھ یار حال اب نہ رہا
اصلاح — " " " پاؤن ہے کہین گردن " " " " "

مصرع اولی مین "کہین پا کہین پڑی گردن" کے بجائے "کہین پاؤن۔ ہے کہین گردن" بنایا کیونکہ لفظ "پا" اس محل پر غیر فصیح تھا۔ اس اصلاح سے یہ نقص دور ہو گیا۔

راجہ — وے قفل اس نے در سے جو دربان اٹھالیا — سر پہ پہار سے نالون نے زندان اٹھالیا
اصلاح — قفل اس نے دیکھ " " " " " " " " " "

"وے قفل اس نے" اس ٹکڑے مین تعقید کا عیب تھا۔ اس لیے بجائے اسکے "قفل اس نے دیکھ" بناکر اس سقم کو دور کردیا۔

راجہ — آیا خیال کیا مرے قاتل کو کیا سبب — گردن پہ رکھ کے خنجر براں اٹھالیا
اصلاح — آیا خیال حشر تو قاتل نے وقت قتل " " " " "

اصلاح مین استاد نے "خیال حشر" کا ٹکڑا قیامت کا رکھدیا اور پھر "وقت قتل" سے شعر کے معنے اور صاف ہو گئے اور مصرعۂ ثانی سے ربط زیادہ بڑھ گیا۔

راجہ — اس رشک سے مین چاک گریبان کرون نہ کیون — چلنے مین تیرا غیر نے دامان اٹھالیا
اصلاح — کیونکر نہ بیٹھ جاؤن کلیجا پکڑ کے مین " " " " "

دامان کی مناسبت سے پہلے مصرع مین چاک گریبان کرنے کو کہا گیا تھا۔ مگر "کرون نہ کیون" یہ ٹکڑا ذرا ثقیل تھا۔ اس لیے استاد نے ایک سارا مصرع لگاکر شعر کو فصیح کردیا۔

راجہ — راجہ شفق نہین ہے فلک نے لہو دیکھ — روئے زمین سے خون شہیدان اٹھالیا
اصلاح — " " " " مگر چرخ پیر نے " " " " "

راحد: گھرائے ہے کیوں لت جگر دیدۂ تر میں — کیا مردم آبی ہی ہمیشہ میں رہتا
اصلاح: ٹھہرا۔ کبھی " " " کیوں " " "

"گھرائے ہے کیوں" کے بجائے پہلے مصرع میں (ٹھہرا۔ کبھی) بنایا اور دوسرے مصرع میں بجائے (کیا) کے (کیوں) بنایا جس سے شعر میں لطافت و فصاحت پیدا ہو گئی۔

راحد: ڈھونڈتوں میں تجھے صبا دھا کسی — میں آہوئے تصویر ہوں میں پس میں رہتا
اصلاح: کیوں ڈھونڈھا ہے دشت میں " " " " " " "

پہلا مصرع زبان اور محاورے کے خلاف تھا اس لیے مصرع ترمیم کر کے شعر کو زبان کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اصلاح سے شعر میں روانی و سلاست پیدا ہو گئی۔ سادہ اصلاح ہے۔

راحد: ہل چل یہ سدا رہتی ہے اس بزم میں راحد — جو شمع کا بھی پاؤں لگن میں رہتا
اصلاح: " " یہ رہا کرتی " " " " " " "

پہلے مصرع میں بجائے (سدا رہتی ہے) "رہا کرتی ہے" بنا کر مفہوم مصرع ثانی کا ادا کر دیا۔ لفظ "سدا" معنی ہمیشہ اس دور میں بالکل متروک ہے مگر اس اصلاح سے پتا چلتا ہے کہ شعرائے قدیم بھی کم لکھتے تھے۔

راحد: دل تو کرے ہے ست وزاری کسی کی کیا — گزری ہے آج دیکھ بہاری کسی کی کیا
اصلاح: کرتا ہے دل تو " " " " جو ہے وہ سینگا " " "

پہلے مصرع میں "دل تو کرے ہے" رکھا تھا اس لیے "کرتا ہے دل تو" بنا کر اس نقص کو دور کر دیا۔ دوسرے مصرع میں "گزری ہے آج دیکھ" کی جگہ "جو ہے وہ سے گا" بنا کر مطلع کو دل آویز کر دیا۔

راحد: اے راحد آج تیرا فلک پر جو ہے دماغ — دیکھی ہے رات ہوئے اُتاری کسی کی کیا
اصلاح: " " " " " " " توسے گرد سواری " " "

راحد صاحب نے بنارس کے خاص محاورے میں "اُتاری" کا لفظ استعمال کیا تھا مگر استاد نے "گرد سواری" بنا کر مطلع کو بہت بلند کر دیا۔

راحد: کر بام سے یہ کون اسارا اُتر گیا — اور رونک اپنے سر میں جو آرا اُتر گیا
اصلاح: کوٹھے سے پیار کر کے " " — چڑھتے ہی چڑھتے نشہ ہمارا اُتر گیا

راجہ سے یہ جا کہ ذرا اُن کا کوئی دل نہین لیتا
سر کاٹ مرا کس لیے قاتل نہین لیتا
اصلاح سے جان لینے کو جھوٹون بھی مرا دل نہین لیتا
سر کاٹنے کا نام بھی 〃 〃 〃

دونون مصرعے دولخت تھے اس لیے ہر دو مصرعے ترمیم کیے گئے جس سے مطلع اچھا خاصا ہوگیا اور
مفہوم بھی وہی رہا۔ لفظِ جان بلا اعلانِ نون اس دور مین مخلِ فصاحت ہے

راجہ سے ناراز کو جا نے نہ کوئی اس لیے صاحب
وہ نذر ہماری سر محفل نہین لیتا
اصلاح سے ظاہر ہو ناراز نہان 〃 〃 〃
〃 〃 〃 〃 〃

"ناراز کو جانے نہ کوئی" یہ ٹکڑا محاورے اور زبان کے خلاف تھا اس لیے بجائے اسکے
"ظاہر ہو ناراز نہان" بنایا۔ "صاحب" کا لفظ زمانۂ قدیم مین مستعمل تھا۔ اب متروک ہے

راجہ سے بس مر گیا یا جیتا ہے تو دیکھ تو قاتل
خنجر کے تلے دم ترا بسمل نہین لیتا
صلاح سے کیا 〃 〃 〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃 〃 〃 〃

"بس" مصرعۂ اولی مین بے محل تھا اس لیے بجائے اسکے (کیا) بنایا جس سے شعر صحیح اور بامعنی ہو گیا

جہ سے شہ ڈھونڈنے نکلا ہے جو تو ماہ لقا کو
کیون ہاتھ مین مشعل مہ کامل نہین لیتا
صلاح۔ نکلا ہے اگر ڈھونڈنے اسکو یہ سیہ بخت
〃 〃 〃 〃 〃 〃

ملا مصرع بے تکا تھا اس لیے پورا مصرع ترمیم کیا گیا۔ مہ کامل کی رعایت سے "سیہ بخت" کا ٹکڑا
بڑھایا گیا۔ یہ اس دور کا خاص مذاق تھا۔

راجہ سے دل سنگدلون کو دیا راجہ یہ کیا کیا
دھر آپ سے چھاتی پہ کوئی سل نہین لیتا
اصلاح سے 〃 〃 〃 〃 〃
چھاتی کے لیے مول کوئی 〃 〃 〃

مصرعۂ ثانی مین "دھر آپ سے" یہ ٹکڑا برا تھا اس لیے بجائے اس کے "چھاتی کے لیے مول"
بنا کر شعر کو فصیح کر دیا۔

راجہ سے چل جعد میں زلفون کی شکن مین نہین رہتا
دل چین دکھاؤن جو ختن مین نہین رہتا
اصلاح سے بل کرتا ہے 〃 〃 〃 〃 〃
اپنا دل دیوانہ ختن مین نہین رہتا

مطلع مین دونون مصرعے بے ربط ہی نہین بلکہ بے معنے تھے اس لیے دونون مصرعے
ترمیم کیے گئے۔ اصلاح سے مطلع اچھا خاصا ہو گیا۔

کتب خانے میں بھی ایک دیوان مہاراجہ بلوان سنگھ بہادر کا ہے جس پر دادا جان مغفور کی کچھ اصلاحیں بھی ہیں۔ اور میری استدعا پر دیوان مذکور دینے کا وعدہ بھی فرما لیا۔ میں کئی بار در دولت پر حاضر بھی ہوا مگر مرزا صاحب کو تلاش کرنے سے وہ قلمی نسخہ نہ مل سکا۔ مگر جب مرزا صاحب ملتے تھے میں برابر تقاضا کرتا تھا اس میں دو سال کامل کا زمانہ گذر گیا۔ بالآخر وہ دیوان کتب خانہ میں تلاش سے مل ہی گیا۔ اور آج ۱۰ نومبر ۱۹۲۷ء کو مرزا صاحب موصوف نے مجھے مرحمت فرمایا اس میں چند اصلاحیں حضرت مہر کی ناظرین شائقین سخن کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتا ہوں اور مرزا صاحب موصوف کی اس ادب نوازی کا دل سے شکر گزار ہوں۔ مولف

راجہ: یک ذرہ وصف ہو نہ سکے تیری ذات کا / ہر مو اگر زباں ہے کائنات کا

اصلاح: ہر مو زباں ہو جو ہو کل کائنات کا / تو بھی نہ وصف ہو سر مو تیری ذات کا

اسی مفہوم کو مطلع میں استاد نے کس حسن سے ادا کر دیا اور مصرعۂ ثانی میں جو نقص تھا اُسے بھی دور کر دیا۔ کیونکہ "ہر مو اگر زباں ہے کائنات کا" یہ مصرع زبان اور محاورے کے خلاف تھا

راجہ: کُن میرے منہ سے نکلا تو بن گیا طلسم / میری زباں نے کام کیا لاکھ بات کا

اصلاح: " " " " / کیا خاک دے جواب کوئی تیری بات کا

مصرعۂ ثانی کچھ نہ تھا اس لیے استاد نے ترمیم فرما کر شعر کو بامعنی کر دیا۔

راجہ: لا تقنطوا کو دیکھ کے کیوں ناامید ہوں / ہے اعتماد دل سے مجھے تیری بات کا

اصلاح: لا تقنطوا سے ہو گئی امید مغفرت / " " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے مصرعۂ ثانی کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا۔

راجہ: سیاہی ہے نور دل کی تو دی آفتاب کو / مہتاب آسمان پہ آیا ہے رات کا

اصلاح: پرتو سے تیرے مہر کو ہر روز ہے فروغ / مہتاب کو چراغ " " "

دونوں مصرعے قابل اصلاح تھے اس لیے دونوں مصرعے ترمیم کیے گئے جس سے شعر درست ہو گیا مصرع اولیٰ کی ترمیم سے شعر میں بلاغت پیدا ہو گئی۔ اور مصرعۂ ثانی میں مہتاب کو پاسبانی سے کیا نسبت تھی اور پھر "مہتاب" کے بعد "کو" کی ضرورت تھی۔ اس لیے استاد کامل نے لفظ (کو) بھی بڑھایا اور "چراغ" سے مہتاب کی مناسبت پیدا کر دی۔ اور راجہ صاحب کے مفہوم کو بھی ادا کر دیا۔

مصرع ثانی میں بجائے "میں" کے "دل" بنایا حالانکہ "میں" بھی غلط نہیں۔ مگر "دل ہار گیا" خاص اسی محل کا صرف ہے۔

خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم۔ ذوق

فصیح الملک نواب مرزا خان داغ دہلوی

شوخی سے ٹھہرتی نہیں قاتل کی نظر آج ۔۔۔ یہ برقِ ادا دیکھیے گرتی ہے کدھر آج

اصلاح سے " " " " ۔۔۔ یہ برقِ بلا " " " "

مصرع ثانی میں استاد کامل نے بجائے (برقِ ادا) کے (برقِ بلا) بنایا۔ یوں تو برقِ ادا ہی کیا کم تھی۔ مگر گرنے کے لیے برقِ بلا ہی خوب ہے چونکہ بلائیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں اس لیے شوخیِ نظر کو برقِ بلا سے استعارہ کیا۔

لکھنؤ میں مخدومی پروفیسر مرزا محمد ہادی صاحب رسوا۔ بی اے کی زبانی یہ حکایت سنی کہ دہلی میں ایک عزادار نے عشرۂ ماہ محرم میں سبیل رکھی، اس پر یہ مصرع لکھا تھا مصرع

تبرکا سبیل لو یہ نذر حضرت ہے ۔ اتفاقاً جناب ذوق بھی ادھر سے گذرے، وہ صاحب جناب ذوق کے بھی ملنے والے تھے۔ ان سے کہا، یہ مصرع میں نے کہا ہے کچھ عیب شاعری ہے تو فرما دیجیے گا، جناب ذوق نے کہا عیب تو کچھ بھی نہیں، مگر میری رائے مانو تو مصرع یوں لکھو۔ ع تبرکاً سبیل لو یہ نذر حضرت ہے ۔ پھر خود ہی یہ بھی کہا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ ذوق سنی ہے، اس لئے تبرا سا معلوم ہوتا ہے، نہیں یہ بات نہیں ہے، یہ نذر و نیاز کی چیز ہے، یہاں تبرک کا ہی اظہار ہونا چاہیے، سچ ہے ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے دارد۔ (حیات۔ زیر حاشیہ ذیلی ص ۴۹۹)

مرزا حاتم علی مہر تلمیذ شیخ ناسخ مرحوم

مہاراجہ بلوان سنگھ بہادر المتخلص بہ راجہ والی بنارس کا قلمی دیوان جو ۲۲۔ شوال ۱۲۵۴ھ میں لکھکر تیار ہوا جس کو اسد علی خان ملازم مہاراجہ صاحب بہادر نے اپنے قلم سے لکھا تھا جس پر جابجا حضرت مہر کی اصلاحیں انہیں کے قلم کی ہیں۔ محترمی و مکرمی مرزا آقا حسین صاحب قزلباش ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نبیرۂ حضرت مہر مرحوم کے کتب خانہ میں تھا جب خاکسار مولف نے مشاطۂ سخن (حصۂ دوم) کی ترتیب و تالیف کا ذکر مرزا صاحب موصوف سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے

ادا کر دیا۔ اس اصلاح سے شعر میں جو حرکت پیدا ہو گئی ہے وہ اہل نظر سے چھپی نہیں۔

واقف سے یہ کم سنی تو دیکھو چھد گیا دل ... جب کہ اُس کمان ابرو نے تاکا
اصلاح سے نظر کا سر دل نے بڑھ کے روکا ... " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں ترمیم ہی نہیں ہوئی بلکہ معنے آفرینی کا ایک پرلطف حصہ بڑھ گیا "دل نے بڑھ کے روکا" اس ٹکڑے نے شعر میں ایک بانکپن پیدا کر دیا۔

واقف سے وہ شہسوار دیکھا جو اپنے کوچے میں جا ... کر اعتبار بھی پھر سورواں دواں ہوگا
اصلاح سے اپنے دل میں جو دیکھا جگہ دو آئینہ رُو ... " " "

جناب واقف نے عبارت کی رعایت سے شہسوار کہا تھا مگر استاد نے آئینہ رو سا کر شعر میں معانی پیدا کر دی۔

واقف سے تمہارا چاند سا مکھڑا جو دیکھ لوں گا کبھی ... تو پارہ پارہ مدن صورت کتاں ہوگا
اصلاح سے " " " نظر جو آئے گا ... تو ٹکڑے جامۂ تن " " "

پہلے مصرع میں بجائے "جو دیکھ لوں گا کبھی" کے "نظر جو آئے گا" بنایا اور دوسرے مصرع میں "تو پارہ پارہ مدن" کو قلم زد کر کے "تو ٹکڑے جامۂ تن" لکھ دیا۔ "تو پارہ پارہ مدن" برا تھا کیونکہ صورت کتاں ٹکڑے ٹکڑے جامۂ تن ہی ہوتا ہے۔ مدن نہیں ہوتا۔

واقف سے جان دی ہم نے جو اے جان تمہارے غم میں ... تم نے بھولے سے بھی ہم کو نہ کبھی یاد کیا
اصلاح سے اسی حسرت میں بیاں مر گئے مرتے مرتے ... " " "

جناب واقف کا پہلا مصرع دوسرے مصرع سے مطلق۔ تھا اس لیے استاد نے دوسرا مصرع لگا کر شعر کو پرلطف کر دیا۔ "مرتے مرتے" یہ ٹکڑا اس شعر کی جان ہے۔

واقف سے یہی دعوے ہے مسیحائی کا لے رشک مسیح ... مر گئے ہم۔ مگر عشق کا آزار گیا
اصلاح سے اے مسیحا یہی دعوائے مسیحائی ہے ... " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں معانی کی روانی پیدا ہو گئی۔ اصلاح میں اعجاز ہے۔

واقف سے جیسے جی دو دیکھا یار تو اب وصل کا میں ... اُن کے ہر روز کے انکار سے جی بھر گیا
اصلاح سے " " " " " " " " دل "

واقف ــ کیا اُس ماہ وش نے جبکہ سامان عید ملنے کا + سے انور گل مل کر بنا لکھا گریبان کا
اصلاح ــ نئی پوشاک جب اُس ماہ وش نے عید کو بدلی + " " " " "
پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں صفائی اور روانی پیدا ہو گئی۔ گریبان کے لکھنے کی مناسبت سے نئی پوشاک کی ضرورت تھی۔ دوسرے مصرع میں تعقید تھی اُسے بھی رفع کیا۔
واقف ــ یہاں تک اُس پری نے قید مجھ دیوانے کو رکھا + کہ آخر سڑ کے خود ہی گر گیا دروازہ زندان کا
اصلاح ــ ہوا وجہ رہائی بعد مدت اشک کا پانی + کہ آخر سڑ کے خود ہی گر گیا دروازہ زندان کا
پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر شعر ہو گیا اور شیوہ۔ مصرع ثانی کا قوی ہو گیا
واقف ــ وہ الجھن ہوش فرقت کہ ہر تار نفس ٹوٹے + بگڑ جانا ہماری موت ہے زلف پریشان کا
اصلاح ــ اُدھر ٹوٹا کوئی بال اس طرف تار نفس ٹوٹا + " " " " "
پہلا مصرع خوب بنایا گیا۔ مگر دوسرے مصرع میں پھر بھی ایک ہلکی سی تعقید رہ گئی۔ اسے سہو نظر کے سوا اور کیا کہا جائے۔
واقف ــ ہوا سے فصل گل آئی ہے آیا مجھکو ستانے کو وہاں کی خود بخود دیتا ہے کیوں دروازہ زندان کا
اصلاح ــ " " " " " شاید سیر لینے کو کھلا جاتا ہے ہر دم آپ ہی " " "
سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح دی ہے "شاید سیر لینے کو" اس ٹکڑے نے شعر کو کس قدر بلند کر دیا۔ اور پھر دوسرے مصرع میں "کھلا جاتا ہے ہر دم" کیا خوب بنایا۔ ہوا فصل گل کی مناسبت سے "دم" کا لفظ بھی بہت خوب ہے۔
واقف ــ خود ہے پنجۂ وحشت کی دراندازی او مصور نہ بنا نا مری تصویر میں ہاتھ
اصلاح ــ زور وحشت سے گریبان نہ کہیں چاک کرے " " " " " "
پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں زور پیدا ہو گیا۔ بندش چست ہو گئی۔ چاک گریبان کے لیے زور وحشت ہی کی ضرورت تھی۔
واقف ــ میں نے بلند نام ترا سے لقا کیا عنقا کیا کر کو دہن کو ہما کیا
اصلاح ــ " " " " " سالک کو تیرے سایۂ بال ہما کیا
جناب واقف کا دوسرا مصرع کچھ نہ تھا۔ استاد نے مصرعۂ ثانی کو ترمیم کر کے مصرع اولیٰ کے صحیح مفہوم

دوست نے بس شوق سے اس کلام کی اشاعت کی اجازت دیدی ہم بھی استاد امیر مرحوم کی ایک ایک اصلاح کو تبرک سمجھ کر ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس اصلاح میں استاد نے شاگرد کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں ادا کر کے اپنی استادی کا ثبوت دیا ہے۔

واقف ۔ بھرے ہیں رات دن لیتے ہیں سرِ لب پہ دم ۔ وا ملئم ہو گیا سایہ کہ مہرو ماہ کا
اصلاح ۔ حسرتوں میں رات دن بھرتے ہیں دم لیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پہلے مصرع کی ترمیم سے دوسرے مصرع کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا اور باہم دونوں مصرعوں میں ربط پیدا ہو گیا

واقف ۔ حضر بہکائے جو آئیں راہ الفت میں تو کیا ۔ کوئی رہبر ساتھ دیتا ہے کسی گمراہ کا
اصلاح ۔ دوسری راہ محبت کی بہت دشوار ہے ۔ خضر رکھتے ہیں وہاں سے نام ہر گمراہ کا

شاگرد کا شعر بہت الجھا ہوا تھا اسی مفہوم کو استاد نے اپنے الفاظ میں کس حسن سے ادا کر دیا۔

واقف ۔ کون ۔ دل رکھوں سے عشق کر ختم جاناں میں گئے ۔ راہ روکی موت نے ظلمت میں ہو ناچاہ کا
اصلاح ۔ دل گرا چاہ، ذقن میں آئی جب تیرے زلف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اصل مصرع حضرت واقف کا کچھ نہ تھا۔ اصلاحی مصرع سے شعر بامعنی و لطیف ہو گیا۔ اب مصرع ثانی کو مصرع اولے سے ربط پیدا ہو گیا۔

واقف ۔ سراسر وصف مورون ہے جو میرے ماہ کنعاں کا ۔ کھول کیونکر پس ہر شعر ہر سر دیواں کا
اصلاح ۔ رقم شعروں میں مضمون ہے جو ہر ماہ کنعاں کا ۔ بیاض دیدۂ یعقوب ہے صفحہ دیواں کا

جناب واقف کی یہ واقعی کارنامہ، شاعری کی بسم اللہ تھی۔ دونوں مصرعے بے ربط تھے استاد نے ان خامیوں میں اور نو آموز شاگرد کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیسا حسین مطلع کہہ دیا کہ جس کی تعریف میں زبان و قلم دونوں قاصر ہیں۔ ایسے ہی مواقعات پر اساتذہ کو مجبور ہو کر کہنا پڑتا ہے جب شعر میں گنجائش اصلاح نہیں دیکھتے

واقف ۔ کبھی گر شوق وحشت میں ہو ادھر گلستاں کا ۔ سالنا ہوں کہ گلدستہ میں جا ریبیلاں کا
اصلاح ۔ سلامت جوں چھالوں کا بیاباں بھی گلستاں ہے ۔ ۔ ۔ ۔

پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر میں رنگینی پیدا ہو گئی۔ اور باہم دونوں مصرعوں میں ربط پیدا ہو گیا۔

مصرع ثانی مین بجاے "قطرے" کے "چشمہ" بنایا جس سے شعر مین روانی اور ترقی ہی نہین ہوئی بلکہ صنعت مراعاۃ النظیر بھی پیدا ہو گئی۔ مین تو یہ کہون گا کہ استاد کامل نے قطرے کو دریا کر دیا ۔

واقف۔ ہین جہان مین جو مرد اُنھین واقف	کو شہرت نام و ننگ رہتی ہے

اصلاح ۔ مرد جو ہین اُنھین کو اے واقف	"	"	"	"

الفاظ وہی ہین مگر ذرا سے الٹ پھیر مین بندش مین چستی اور بیان مین لطافت پیدا ہو گئی۔ "جہان مین" حشو زائد تھا۔ اسے اُڑا کے (اُنھین کو) بنا کر تخصیص انحصاری پیدا کر دی۔

واقف۔ آ گئی موت بے اجل اس کی	جس کو دیکھا ذرا نظر بھر کے

اصلاح ۔ "	"	"	تو نے دیکھا جسے	"	"	"

مصرع ثانی کی ترمیم سے شعر مین جان پڑ گئی۔ اور لفظ (تو نے) سے صفائی پیدا ہو گئی۔ (ذرا) قابل حذف تھا۔ نظر بھر کر دیکھنے سے مناسبت نہین ہے (ذرا) خفیف کے لیے مستعمل ہے۔

واقف۔ کیا رنگ ہے پیرہن سیم تن کا	کندن کی طرح چمک رہا ہے

اصلاح ۔ "	"	"	چمپئی تمھارا	"	"	"	دمک رہا ہے

پہلے مصرع مین (سیم تن) کے بجاے (چمپئی) بنایا اور دوسرے مصرع مین (چمک) کو قلمزد کر کے (دمک) کا لفظ رکھ دیا جس سے شعر مین عجیب رنگ پیدا ہو گیا۔ کندن کی مناسبت سے چمپئی رنگ بنایا اور ایک نازک بات یہ بتائی کہ کندن مین چمک نہین ہوتی۔ اس لیے (دمک) بنایا کیونکہ کندن مین دمک ہوتی ہے۔ جو اصلاح ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے جس سے استادی اور بالغ نظری کا پتا چلتا ہے۔

واقف ۔ اگر سوز نہان تاثیر دکھلائے عیان ہو کر	مری تصویر کا بھی رنگ اُڑ جائے دھوان ہو کر

اصلاح ۔ دکھادے گر اثر سوز نہان میرا عیان ہو کر	"	"	"	"	"

پہلا مصرع سلاست اور صفائی کی غرض سے بدلا گیا۔ (دکھلائے) سے (دکھا دے)

واقف۔ پوچھ لے ذرا مہ جبین گر چاہتا ہے امتیاز	ہم سے تو چاہ ذقن یوسف سے گر نا چاہ کا

اصلاح ۔ قافلہ کس طرح آتا مصر جانب ترک کے	وہ رفتہ ہو گیا یوسف کو گرنا چاہ کا

یہ کلام جناب واقف کا سنہ ۱۲۸۶ ہجری کا ہے جب اُن کی عمر ۱۶ یا ۱۷ سال کی تھی۔ اس شعر سے انکی کم مشقی کی تصدیق ہوتی ہے۔ عام طور پر اور حضرات اپنے ابتدائی کلام کو عیب سمجھکر چھپاتے ہین مگر ہمارے محترم

۔ ۱۔ اس زمانے مین لفظ گر متروک نہین تھا۔ مولف

اصلاح۔ خداپرست مجھے لوگ کہتے ہیں اور میں صنم پرست ہوں ایسا کہ برہمن کیا ہے

مصرعہ ثانی میں "صنم پرست" ہے اس لیے پہلے مصرع میں استاد باکمال نے "خداپرست" بنایا اور دونوں مصرعوں میں دونوں ٹکڑے برابر کے ہو گئے اور شعر میں فصاحت پیدا ہو گئی اصلاح کے یہی معنی ہیں کہ باہم دونوں مصرعے دست وگریبان ہو جائیں۔

سوزان۔ اے عشق ترے صدقے یہ تاثیر ہے تری مڑ مڑ کے یوں وہ میری طرف دیکھتا چلے

اصلاح۔ قربان تیرے اے اثر جذب اشتیاق " " " "

عشق کی تاثیر کے مقابلے میں "اثر جذب اشتیاق" کا کرشمہ ملاحظہ فرمائیے وہ اصلاح دی کہ تعریف کو الفاظ نہیں ملتے۔

سوزان۔ حج سے بہتر طواف ہے دل کا طواف کعبہ کیا کرے کوئی

اصلاح۔ حج اکبر زیارت دل ہے " " " " "

ارے سبحان اللہ اتنا بلند مصرع لگا دیا کہ شعر فلک ہفتم پر پہونچ گیا۔ پہلے مصرع میں طواف اور دوسرے مصرع میں طواف کا دونوں کو ناگوار سا تھا مگر استاد نے بجائے "حج سے" کے "حج اکبر" بنایا اور بجائے "طواف" کے "زیارت" بنا کر شعر کو بلند سے بلند تر کر دیا۔

سوزان۔ وہ بے فایدہ درپئے شستشو ہیں یہ دھبا نہیں عاشقوں کا لہو ہے

اصلاح۔ " " " " " یہ آخر وفاپیشگان کا لہو ہے

"وفاپیشگان" یہ ترکیب خاص غالب مرحوم ہی کا حصہ ہے اس اصلاح سے شعر میں جو دھبا تھا مٹ گیا

سوزان۔ نہ دل میں بلکہ اُسے ہر جگہ سمجھتا ہوں بھلا بتاؤ تو قید رگ گلو کیا ہے

اصلاح۔ " " " " " " خدا کے واسطے " " " "

"بھلا بتاؤ تو" مصرعہ ثانی میں یہ ٹکڑا بے بیت تھا بجائے اس کے "خدا کے واسطے" بنانا ایسی ہی کہنہ مشق استاد کا کام تھا اگر یہ اصلاح غور سے دیکھی جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ "خدا کے واسطے" یہ ٹکڑا خاص اسی کے لیے وضع کیا گیا میں تو اس اصلاح کو لکھتے وقت کئی بار جھوم جھوم پڑا۔ ایسی ہی نادر الوجود اصلاحیں سبق آموز ہوا کرتی ہیں۔ اس مصرع کو پڑھتا ہوں۔

ع خدا کے واسطے قید رگ گلو کیا ہے دل تڑپ جاتا ہے اور طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔

سوداں ــ کیا مجھے نفع ان آنکھوں سے کہ دامن لکس نظر آتی ہیں اُس نور نظر کی صورت
اصلاح ــ " " " " " کہ ماایں ہمہ قرب " " " "
" دامن لکس" کے بجائے " ماایں ہمہ قرب" لانے سے جو حسن شعر میں پیدا ہو گیا ظاہر ہے کہ باوجود اتنی قربت کے اس نور نظر کی صورت نظر نہیں آتی۔
سوداں ــ القصہ تجرد تھا بار عشق کا سودائے سر میں تھے خیال زیاں ہوا
اصلاح ــ القصہ سل احبیر بار سودہ کا " " " "
اس اصلاح سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی۔
سوداں ــ سوزم دل من آتشیں چہرہ کشتہ ہوں وضع سمع محفل کا
اصلاح ــ دل پر سوز روئے حال افروز " " " "
مصرعۂ ثانی اسی مصرع کا محتاج تھا " روئے حال افروز " اس ٹکڑے کی ملاحت کا کیا کہنا
سوداں ــ کاہ خوشیدہ صحراؤں میں اے آتش جو اس قدر تیز نہ ہو کہ نہ کہیں جل جاؤں گا
اصلاح ــ دیکھنا تو وہ مارو ہوں لے آتش جو " " " "
کاہ خوشیدہ صحرا میں وہ بات کہاں جو تودۂ مارو میں ہے۔ اب مصرعۂ ثانی کا ثبوت قوی ہو گیا
سوداں ــ ہوا ہے جس سے راز سہاں جہاں عیاں وہ لفظ ہوں میں قدرت حق کی کتاب کا
اصلاح ــ معنی سے جسکے راز دو عالم ہو منکشف " " " "
اس اصلاح سے رتبہ شعر کا پایہ آسمان پر پہونچ گیا مصرعۂ ثانی میں " وہ لفظ ہوں " وہ ٹکڑا تھا جس کے لیے معنی کی ضرورت تھی۔ سبحان اللہ کیا استادانہ اصلاح دی ہے اساں کی جیب رازس لفظ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔
سوداں ــ حب وہ ساقی ہو پھر بھلا کیونکر دعوے اتقا کرے کوئی
اصلاح ــ اس کو ساقی مانتے ہیں بیٹھے " " " "
پہلے مصرع کی ترمیم سے شعر کے معنے کیا سے کیا ہو گئے۔ اماریاں میں وہ شگفتگی سا ہو گئی جس کی مثال مل سکتی ہے تو غالب ہی کے کلام میں مل سکتی ہے کتنا بیلا مصرع لگا دیا۔
سوداں ــ محل نہ کفر ہوا اسلام سے ورنے کیونکر صنم پرست ہوں ایسا کہ برہمن کہتا ہے۔

پہلے مصرع میں بجائے "آسمان دوں" کے "آفریدگار" بنایا۔ چونکہ مصرعۂ ثانی میں "آفریدہ" ہے اس لیے اُسی کی مناسبت سے مصرعۂ اولیٰ میں آفریدگار بنا کر مصرعۂ ثانی کو قوی کر دیا۔

استادی حضرت امیر مینائی نے بھی یہ قافیہ خوب فرمایا ہے۔ (امیر مرحوم)

پیدا کیے کی سے ہم الٰہی ضرور ہے   تو آفریدگار ہے میں آفریدہ ہوں

سوزاں ۔ جو دل میں ہے وہ کہہ نہیں سکتا کسی طرح   چپ ہوں اگرچہ لذت حلوا چشیدہ ہوں

اصلاح ۔ جو دل میں ہے کہا نہیں جاتا زبان سے   میں مثل گنگ 〃 〃 〃 〃

دونوں مصرعوں میں تصرف اس حسن سے کیا گیا کہ شعر میں روانی و سلاست کے علاوہ لطف زبان پیدا ہو گیا "کہا نہیں جاتا زبان سے" اس ٹکڑے کی کیا بات ہے اور دوسرے مصرع میں "مثل گنگ" کی کیا تعریف ہو یہی مصرع پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ مصرع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ۔

سوزاں ۔ معاذ اللہ ہے کتنا لئیم اے آسمان تو بھی   تجھے اندازِ بخشش کا نہ آئے گا نہ آیا ہے

اصلاح ۔ 〃 〃 〃 غلط بخش اے فلک تو بھی   〃 〃 〃 〃

"لئیم اے آسمان تو بھی" کے بجائے "غلط بخش اے فلک تو بھی" بنا کر شعر میں کتنی معنوی خوبیاں پیدا کر دیں۔ آسمان کو لئیم کہنا اس موقع پر نامناسب تھا کیونکہ لئیم تو اُسے کہتے ہیں جو کسی کو نہ دے اب بجائے اس کے غلط بخش کے معنی خیز ٹکڑے کو غور سے ملاحظہ فرمائیے یعنی فلک دیتا تو ہے مگر ایسا غلط بخش ہے کہ جو مستحق ہیں وہ اس کی بخشش سے محروم ہیں۔

اسی مضمون کو حضرت جلیل مدظلہ نے بھی کس خوبی سے نظم فرمایا ہے (جلیل)

فلک نا اہل کو دیتا ہے شہرت باکمالوں کو   کسی دن انگلیاں اُٹھتے نہ دیکھیں ماہ کامل پر

انگلیاں اُٹھنے کا اشارہ ہلال کی طرف ہے۔

سوزاں ۔ جس طرح رخ اہل جہاں سوئے خدا ہے   اس طرح سے ہر دم رخ خدا سوئے محمد

اصلاح ۔ 〃 〃 اہل خدا 〃 〃 〃 〃 〃 〃

بجائے "اہل جہاں" کے "اہل خدا" بنایا اہل جہاں میں تو ساری دنیا آگئی۔ "اہل خدا" سے صرف وہی برگزیدہ اصحاب جو مقربان بارگاہ کبریا ہیں اُن سے مراد لی گئی ہے صرف ایک لفظ کی ترمیم سے شعر نور کے سانچے میں ڈھل گیا۔ سبحان اللہ

حسن کی سرحد نہیں ہو سکتی۔

حالی ۔ ہوئے ہم جو رسوا جوانی میں حالی   مگر اب بڑھاپے میں ہو نا پڑے گا

اصلاح ۔ " " " " " ترقی حالی " "

اس اصلاح کو اسی زمانے کے نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمائیے۔ زمانۂ حال کی تہذیب شاید (مری جان) کی متحمل نہیں۔ جان کا لفظ جانی کے استاد نے رکھا۔ لطف زبان کس قدر بڑھ گیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں بے شک بڑھاپے کی ضرورت تھی۔ لیکن اب کا لفظ الگ کافی ہے اور اس میں زیادہ لطف ہے

حالی ۔ جب چھپاتے کسی کار کو دیا دل ہم نے   مال مہنگا نظر آیا تو چکایا جاتا

اصلاح ۔ جب چھپاتے اسے دے آئے دل اک ہم " " " " "

اللہ اللہ پہلا مصرع کس حسن سے بنایا "اُسے دے آئے دل اک بے یہ ہم" اس بات کی کیا بات ہے اس اصلاح سے شعر میں ایک خاص لطف پیدا ہو گئی اور ایک بات کہ کیا کیا معنی پیدا ہو گئے

حالی ۔ نامہ دیکھ چکے سر از رب اے ظالم   ہم سے اب جان کے دھوکا نہیں کھایا جاتا

اصلاح ۔ " " " " دنیا " " " "

پہلے مصرعے میں بجائے (ظالم کے (دنیا) بنایا جس سے شعر میں حد درجہ کی ترقی ہوئی۔ اور یہی ایک لفظ (دنیا) شعر کی جان ہو گئی۔ اصلاح اسی کا نام ہے۔

تمت اصلاح مرزا نوشہ غالب مرحوم

منشی سیف الدین نوران جہاں پوری سے

میں اس چمن میں صورت مرغ بریدہ ہوں   وحشت یہ ہے کہ سایہ سے اپنے رمیدہ ہوں

اصلاح ۔ اس دام گہ میں طائر ازکف پریدہ ہوں " " " " "

پہلے مصرع کی ترمیم سے مطلع میں کس قدر ترقی ہو گئی "دامگہ" اور "طائر ازکف پریدہ" یہ دونوں برجستے ہوئے ٹکڑے خود بتاتے ہیں کہ یہ غالب کے قلم سے نکلے ہیں۔

نوران ۔ راحت کبھی تو مجھ کو بھی اے آسمان دو ن   کیا رنج ہی کے واسطے میں آفریدہ ہوں

اصلاح ۔ " " " " آفرید گار " " " "

نوٹ ۔ اصلاحیں مولانا کی بیاض حقیقت میں رنگ محلی سی ہیں جو مولانا حالی کے خاص دستوں میں بیاض ہو کر ان کے بے تکلف ملنی [illegible]

مرزا نوشہ غالب

راجہ قمرالدین (راقم) دہلوی:

اللہ میں ہوں اور ہے غم وصل یار کا　　کیا جانے کوئی درد دل بے قرار کا

اصلاح: " " " " یہ " " " " تو جانتا ہے درد " "

پہلے مصرع میں بجائے "ہے" کے "یہ" بنایا جس سے مصرع کا زور اور بڑھ گیا۔ دوسرا مصرع راقم کا بھی خوب تھا مگر یہ غالب ہی سے استاد کا کام تھا کہ دوسرے مصرع میں "کیا جانے کوئی" کو قلم زد کر کے "تو جانتا ہے" بنایا چونکہ پہلے مصرع میں خطاب اللہ سے ہے۔ اس لیے اس جواہر نگار ٹکڑے کی کیا تعریف ہو سکتی ہے مصرعۂ ثانی کی اصلاح سے اول تو درد کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دوسرے یہ معنی بھی پیدا ہوئے کہتے ہیں کہ میں محبت میں اس قدر ضبط کرتا ہوں کہ زبان سے شکوۂ درد کسی سے بھی نہیں کرتا، اس لیے کہ تو عالم الغیب ہے تجھ پر میرے درد کا حال روشن ہے۔

راقم: شکوہ کیوں سنے کسی ستم جگر کی وہ　　افسانہ جو سنے ستم روزگار کا

اصلاح: " " " " وہ کسی دردمند کی　　" " " " "

پہلے مصرع میں بجائے "ستم جگر کی وہ" کے "وہ کسی دردمند کی" بنایا۔ ظاہر ہے کہ ستم جگر سے دردمند زیادہ مؤثر ہے۔ اصلاح سے شعر میں درد و اثر بڑھ گیا۔

راقم: راقم بہت ہی ہم نے اٹھائے ہیں جور یار　　لیکن اٹھا سکے نہ ستم روزگار کا

اصلاح: راقم اٹھائے ہم نے بہت جور یار کے　　" " " "

اس اصلاح سے مصرعۂ اولیٰ میں سلاست اور روانی پیدا ہو گئی۔

شمس العلما مولانا الطاف حسین حالی:

کریں اہل دنیا نہ آتش مزاجی　　انہیں ایک دن خاک ہونا پڑے گا

اصلاح: عزیزو کہاں تک یہ آتش مزاجی　　تمہیں " " " " "

جناب حالی اہل دنیا کو نصیحت کر رہے ہیں مگر اصلاح میں استاد غالب نے عزیزوں کو مخاطب کیا ہے اور اس نازک فرق کو باریک بین نگاہیں دیکھ سکتی ہیں کہ اصلاح سے کیا بات پیدا ہو گئی۔

نوٹ: یہ اصلاحیں خدا بخشے نواب بہادر حسین خان انجم لکھنوی سے بکوشش دستیاب ہوئی ہیں۔

"سبحان اللہ جناب مصرع ناموزوں فرمودن ہم جوہر می دانند۔ بندہ نمی دانست"

اس واقعہ سے شیخ صاحب کے رنگ طبیعت و بارگ سامی کا پتا چلتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چوٹ
عمداً میں آکر لکھا ہے شیخ صاحب کا یہی رنگ طبیعت تھا کہ بادشاہ ہو یا فقیر کسی کی لگی لپٹی نہیں
رکھتے تھے۔ یہی جب جناب صبر سے اصلاح مانگنے اُن کے در دولت پر حاضر ہوا تو حسن اتفاق
سے اُن کے والد ماجد مولوی امجد حسین صاحب امجد بھی موجود تھے۔ ناسخ مرحوم کے تذکرے پر
ایک لطیفہ اور بیان فرمایا جس سے پتا ملتا ہے کہ ناسخ مرحوم کس قدر غصہ ور تھے حضرت امجد بیان
فرماتے ہیں کہ ایک نواب صاحب ان کے شاگرد تھے۔ انھوں نے یہ سن لیا تھا کہ استاد اپنے ہاتھ سے
شب دیگ خوب پکاتے ہیں اور شیخ صاحب کا معمول تھا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ اپنے ہاتھ سے
پکاتے اور کھانے والے مزے لے لے کر کھاتے نواب صاحب نے بھی بے حد اشتیاق ظاہر کیا
حضور نے وعدہ فرما لیا کہ اس مرتبہ آپ کو بھی دعوت دوں گا مگر جس دن شب دیگ پکائی ان کو
دعوت دینا بھول گئے۔ اُس کے دوسرے روز نواب صاحب تشریف لائے شیخ صاحب نے اظہار
افسوس کیا اور کہا کہ میں بالکل بھول گیا خیر آئندہ سال سہی۔ مگر نواب صاحب نے اصرار فرمایا کہ نہیں
استاد اسی سال پکائیے بلکہ آج ہی۔ بس اتنی سی بات پر غصہ آ گیا فرمایا کہ کل تشریف لائیے ان کے جانے
کے بعد ملازم کو حکم دیا کہ جاؤ ایک سیر شلجم ایک سیر مرچیں ایک سیر نمک بازار سے ابھی لاؤ ملازم نے تعمیل حکم
سب چیزیں لے آیا۔ آپ نے چولھے پر ایک دیگچی میں چڑھوا دیا رات بھر پکا صبح کو جب نواب صاحب
تشریف لائے دسترخوان پر شب دیگ اور روٹیاں رکھی گئیں۔ نواب صاحب سے فرمایا بسم اللہ
انھوں نے ایک ہی نوالہ منہ میں رکھا تھا کہ ان کی بری حالت ہو گئی کہا استاد یہ تو زہر ہے۔
جواب دیا کہ اب تو آپ کو کھانا پڑے گا اور زبردستی ان کے منہ میں دو ایک نوالے اور
ٹھونس دئے۔ جب انھوں نے بے حد منت و سماجت کی تب ان کی جان بچی۔ یہ ایک تاریخی
واقعہ تھا کہ جو سید نثیر آزاد مرحوم کو نہ معلوم ہو سکا میں نے اس اصلاح کے تحت میں حوالۂ قلم کیا۔

[1] یہ اصلاح بھی منشی سرور علی صاحب نثیر لکھنوی سے ملی حضرت امجد مرحوم جناب صبر کے نانا
تھے جن کے پاس اصل اس کی موجود ہے۔

بحر: ؎ شہید عشق سے تلوار کے پھل کا مزا پوچھو — وہ عالم ہے کہ مونھ مین زخم کے انگور حنظل ہے
اصلاح: ؎ 〃 〃 〃 〃 وہ لذت 〃 〃 〃 〃
مصرع ثانی مین بجاے (عالم) کے (لذت) بنایا۔ ایک لفظ کی ترمیم سے شعر مزے کا ہوگیا۔ واقعی مونھ کے لیے لذت ہی کی ضرورت تھی۔
بحر: ؎ ہم نے بچشم خریداری سے دیکھا سوے باغ — پھول مہنگے ہوگئے داغون کی ارزانی ہوئی
اصلاح: ؎ 〃 〃 〃 〃 باغ کو 〃 〃 〃 〃 〃
مصرعۂ اولی مین بجاے (سوے باغ) (باغ کو) بنایا جس سے روانی پیدا ہوگئی۔
بحر: ؎ شعلہ رویون کی تجلی کا کوئی خواہان نہین — شمع روشن ہے پتنگون کو ترے تم کی روشنی
اصلاح: ؎ شمع رویون 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
اس ایک لفظ کی ترمیم سے مضمون مصرع ثانی کا بہت قوی ہوگیا۔ شمع روشن کے لیے شمع رویون ہی کی ضرورت تھی۔
بحر: ؎ تم جو عاشق کی طرف آ سے ماہ پیکر بولتے — کبک کے آگے نہ یون بڑھ بڑھ کے تیتر بولتے
اصلاح: ؎ 〃 〃 〃 〃 ماہ انور بولتے 〃 〃 〃 〃 〃 〃
مصرعۂ اولی مین بجاے "ماہ پیکر" کے "ماہ انور" بنایا ظاہر ہے کہ ماہ پیکر سے ماہ انور زیادہ روشن ہے

تمہ اصلاح شیخ امام بخش ناسخ

نواب اصغر علی خان اعجاز مرحوم نبیرہ نواب شجاع الدولہ بہادر شیخ صاحب سے اصلاح لیتے تھے ایک مرثیہ عون و محمد کے حال مین کہا اور اصلاح کے لیے پیش کیا۔ ناسخ مرحوم کے قلم کی چند اصلاحین اس مرثیہ پر ہین۔ اور اصلاحین باوجود کوشش کے نہ مجھ سے پڑھی گئین نہ جناب خبیر سے جن کے پاس اصل مرثیہ موجود ہے صرف ایک بند کے ایک شعر پر ایک اصلاح پڑھنے مین آئی۔
اعجاز: ؎ کہا کچھ عذر نہ باقی رہا ہوا مین تب ماہ — چلے ہین شام کی بدلی مین سیر کو غیرت ماہ
اصلاح: ؎ کہا کہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
چونکہ پہلے مصرع مین عذر کا عین گرتا تھا اس لیے اس مصرع مین بجاے (کچھ) کے (کہ) بنا کر ناسخ مرحوم نے حاشیہ پر اپنے قلم سے یہ پراہ۔ نوٹ لکھا ہے

٭ مکرمی وصل بلگرامی کے پاس بحر کا قلمی دیوان موجود ہے جس پر ناسخ کی اصلاحین جا بجا ہین۔ انھین سے یہ چند اصلاحین انتخاب کی گئین

تحریر: نقش رندوں پہ کر تسبیح صد الگتی ہوں   اس کے الطاف سوا ہیں کہ گنہگار بہت

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 〃 بہت 〃 〃 〃

دوسرے مصرع میں (سوا) کے بجائے (بہت) بہت خوب ہو گیا۔

تحریر: جان اللہ ہی بچائے دل ہے بیتاب آج   اشک پیدا ہے۔ ستم ہی اٹھا ہے آہ و زاری آج

اصلاح: دم بہ غیر نکلا ہے نہایت دل ہے بے تابانہ آج 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں (جان اللہ ہی بچائے) کے بجائے (دم بہ غیر نکلا ہے نہایت) ہو گیا کیونکہ (دل ہے بے تابانہ) کے لیے (دم بہ غیر نکلا) ہی کی ضرورت تھی۔

تحریر: گھر سے نکل کے چال چلے کس ادا سے تم   سو سو مزار بن گئے ہر نقش پا کے پاس

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 〃 اک تارہ قبر بن گئی 〃 〃 〃

مصرع ثانی میں (سو سو مزار بن گئے) کے بجائے "اک تارہ قبر بن گئی" ہو گیا۔ تارہ قبر میں جو جدت پیدا ہو گئی وہ ذوق سلیم پر مخفی نہیں۔

تحریر: سب عضو بدن شمع صفت بہہ گئے گھل کر   اس آتش دل نے مجھے سیلاب بنایا

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 اس سوزش 〃 〃 〃 〃

مصرع ثانی میں بجائے "آتش دل" کے "سوزش دل" ہو گیا جس میں زیادہ گرمی اور درد ہے۔

تحریر: تصویر جس رنگ بدلی ہے جا بجا   عذرا کہیں ہی۔ کہیں ہیر ہو گئی

اصلاح: عالم میں مختلف ہیں ہست کی صورتیں   عذرا کہیں ہی۔ کہیں ہیر ہو گئی

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے بیان میں سلاست سدش میں درستی آ گئی

تحریر: قدم میکدے سے نکلنے کا آیا   یہیں لت میں گرتے پڑتے رہیں گے

اصلاح: 〃 〃 〃 〃 باہر 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ میں "آیا" کی ضرورت نہ تھی اس لیے "باہر" بنا کر تقویت معنی پیدا کر دی۔

تحریر: اتنی بے پروائی بھی اچھی نہیں   لوگ کرتے ہیں شکایت آپ کی

اصلاح: اتنی بے پروائیاں 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مصرعۂ اولیٰ میں (بھی) زائد تھا اس ترمیم سے بندش درست ہو گئی اور زبان کا لطف بھی بڑھ گیا۔

اصلاح - نفرت ہماری خاک سے باقی ہے یار کو — رکھا قدم تو پائچہ اپنا اُٹھا لیا

پہلے مصرع میں "یار کو یہ ہے" کانوں کو برا معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے استاد نے "باقی ہے یار کو" بنا کر شعر میں معنوی خوبیاں بڑھا دیں۔ مطلب یہ کہ بعد فنا بھی ہماری خاک سے نفرت باقی ہے

بحر - پہنے ہوا کر انگوٹھی وہ پری کا ٹکڑا — کیا ہی رنگین ہے یہ لعل جگری کا ٹکڑا

اصلاح - 〃 〃 〃 〃 〃 〃 دیدۂ تر میں ہے 〃 〃

مصرع ثانی کی ترمیم سے شعر میں کس قدر ترقی ہو گئی "لعل جگری" کے لیے دیدۂ تر ہی کی ضرورت تھی

بحر - رشک سے چاند کو ہالے میں گہن لگ جاتا — اپنے سر پر نہ کبھی آپ نے شملا باندھا

اصلاح - ماہ کا ہالہ ہے طوق غلامی بنتا 〃 〃 〃 〃 〃

بحر - کہ مصرع اولی میں ایک ذم کا پہلو بھی تھا۔ ہالہ ماہ کی رعایت سے طوق غلامی بھی خوب بنایا۔ اصلاح سے یہ شعر روشن ہو گیا۔ اور معنی بھی کیا سے کیا ہو گئے۔

بحر - دیکھ کر وہ رخ شفاف کہا طوطوں نے — آج آئینہ کی ٹٹی لیے صیاد آیا

اصلاح - دیکھ کر چہرۂ شفاف 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں "وہ رخ شفاف" کے بجائے "چہرۂ شفاف" بنایا جس سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی

بحر - قامت یار کی تشبیہ جو ڈھونڈھی میں نے — اُڑ کے قمری کی طرح خلد سے شمشاد آیا

اصلاح - 〃 〃 〃 جو چاہی 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "ڈھونڈھی" کے "چاہی" بنا دیا کیونکہ یہ محل "چاہی" کا تھا ڈھونڈھی کا نہ تھا

بحر - تل گئی مہر و وفا یار اپنی آنکھ میں — جب ترازو دل میں ہر تیر نظر ہو کے لگا

اصلاح - 〃 〃 〃 〃 جب ترازو سینے میں 〃 〃 〃

مصرع ثانی میں بجائے "دل میں" کے "سینے میں" بنایا اور "ہر" کا لفظ جو زاید تھا اُسے بھی اُڑا دیا۔

بحر - اُڑ کے پہونچوں میں جو اُس کے بام پر تو کیا عجب — شہپر شبنم ہوا شوق وصال آفتاب

اصلاح - 〃 〃 〃 جو بام یار تک 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مصرع اولی میں "اس کے بام پر" کے بجائے "بام یار تک" بنایا۔ کیونکہ یہ ٹکڑا اُس ٹکڑے سے فصیح ہے۔

"ستاطۂ سخن" کے ساتھ بھی پیش کر دون - شعر ملاحظہ ہو -

وزیر - اسی باعث تو قتل عاشقان سے منع کرتے تھے | اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کاروان ہو کر

ترے بیمار پر بیدار - بھاری کیون نہ ہو جاتی | شب فرقت مین تارے ٹوٹتے ہین آسمان ہو کر

اصلاح - "خاطر " " " " " " " " " " " "

یہ بھی شعر وزیر کا زبانون پر ہے - پہلے مصرع مین بجائے "باعث" کے "خاطر" بنایا - اس اصلاح کی تعریف کیا ہو سکتی ہے ارباب نظر کے دل سے پوچھیے یہان "خاطر" خوب ہے، حالانکہ باعث کے بھی وہی معنے ہین جو خاطر کے، مگر استاد کو یہی لفظ خاطر پسند ہوا -

وزیر - ہو رہے ہم رشک کے مارے کیا غیرون کو قتل اس نے | اجل بھی دوستو آئی نصیب دشمنان ہو کر

اصلاح - کیا غیرون کو قتل اس نے ہو ہم رشک کے مارے " " " " " " "

پہلے مصرع مین جو الفاظ مین الٹ پھیر کی گئی اُس سے شعر مین سلاست و روانی پیدا ہو گئی اور تعقید کا عیب بھی مٹ گیا - ترتیب معنے بھی درست ہو گئی -

وزیر - غضب ہے جھک کے ملتے ہو اور اس پر قتل کرتے ہو | ستم ایجاد ہو ناوک لگا تے ہو کمان ہو کر

اصلاح - ادا سے جھک کے ملتے ہو نگہ سے قتل کرتے ہو " " " " "

پہلا مصرعہ وزیر مرحوم کا بہت ہلکا تھا اصلاح سے اس شعر کا لنگر بڑھ گیا - اور اس اصلاح سے کمان کا قافیہ لاجواب ہو گیا - مگر نواب فصاحت جنگ حضرت جلیل نے اسی قافیے مین یہ شعر خوب کہا ہے میرے خیال ناقص مین وزیر مرحوم کے شعر سے یہ شعر کسی طرح کم نہین بلکہ واقعات کے اعتبار سے تو یہ شعر اس سے بدرجہا بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے - فرماتے ہین -

ستمگر تو بنا ہے تیر ہو کر وہ کمان ہو کر | بڑھاپا چرخ کا تیری جوانی دونون قاتل ہین

وزیر - یہ کہتا تھا لیکن ضعف سے یان لب نہین ملتے | سبک کر دیتے ہین حرف سخن بار گران ہو کر

اصلاح - کہا جو اُس نے چاہا ضعف سے یان لب نہین ملتے " " " " " "

اصلاح سے شعر مین سلاست و روانی پیدا ہو گئی - دوسرا مصرع اسی مصرع کا محتاج تھا -

وزیر - مجھکو جس وقت گیا چھوڑ کے بسمل قاتل | دم مین زخم نے پکارا کیا قاتل قاتل

اصلاح - نے کیا ذبح " " " " " " " " " " "

مصرعِ ثانی میں بجائے "مہتاب کے قریں ہو" کے "مہتاب کے ہو ساتھ" بنا کر مطلع میں چار چاند لگا دیئے

درد: مشہور ہے کہ زخمِ گلے ہو جہاں کو بیٹھ ۔ رکھوں نہ کوئی باغ میں کانٹا گلاب کا
اصلاح: ″ ″ ″ ″ ۔ توڑوں عوض میں پھول کے ″ ″ ″

مصرعِ ثانی میں بجائے اس کے "رکھوں نہ باغ میں کوئی" کے "توڑوں عوض میں پھول کے" بنا کر شعر کو اور رنگین کر دیا۔ استادِ کامل نے کانٹے کی رعایت سے پھول کا لفظ بھی بڑھا دیا اور "توڑوں" کا لفظ پھول اور کانٹے دونوں میں مشترک رہا۔ استادانہ اصلاح دی۔

درد: راہِ حرام سے کو بتائے گا تو اگر ۔ جنت میں چھین لوں گا پیالہ شراب کا
اصلاح: راہِ حرام سے کو۔ کیسا دگر۔ میں ۔ ″ ″ ″ ″ ″

پہلے مصرع میں جو ترمیم کی گئی اس سے شعر میں صفائی اور روانی پیدا ہو گئی۔

درد: شکر ہے اب تک میں پست کش گردوں ہوا ۔ خاک سے پیدا ہوا اور خاک میں مدفوں ہوا
اصلاح: مر گیا لیکن ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

اس اصلاح سے مصرعۂ اولیٰ میں زور پیدا ہو گیا۔ "شکر ہے اب تک" یہ ٹکڑا برائے بیت تھا۔

درد: بار سے آیا سرِ مرقد وہ رشکِ آفتاب ۔ گنبدِ مدفن بھی میرا گنبدِ گردوں ہوا
اصلاح: فاتحہ پڑھنے کو جب آیا وہ رشکِ آفتاب ۔ ″ ″ ″ ″ ″ ″

اصلاح سے معشوق کے آنے کی غایت ثابت کر دی گئی۔ اور جب وہ بہر فاتحہ آیا تو گنبدِ مدفن گنبدِ گردوں ہو گیا۔ اور جب مصرعۂ ثانی میں گنبدِ مدفن موجود ہے تو مصرعۂ اولیٰ میں سرِ مرقد کی ضرورت نہ تھی۔

درد: چلا ہے او دلِ راحت طلب کیوں شادماں ہو کر ۔ زمینِ کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہو کر
اصلاح: ″ ″ ″ کہاں ″ ″ ۔ ″ ″ ″ ″ ″ ″

یہ مطلع خواجہ درد کے مشہور مطلعوں میں ہے مگر استاد نے پہلے مصرع میں بجائے "کیوں" کے "کہاں" بنا دیا اس کیا سے کیا معنے مطلع میں پیدا کر دیئے سبحان اللہ کیا بے نظیر اصلاح دی۔ اس زمین میں اکثر اساتذہ نے غزلیں کہیں اور "آسماں" کے قافیے میں بہت زور لگائے مگر اس مطلع کا جواب ہو سکا اس قافیے میں ایک شعر میر کا بھی ہے جسے اکثر صحیح صاحب نے پسند فرمایا بھی جاتا ہے کہ خاطر میں

ہے۔ پاکر کواڑ کھول دیے۔ اس نے پہلے تو گڑگڑہ تازہ کیا۔ چلم بھر کر خواجہ صاحب کے سامنے گڑگڑا
رکھدیا۔ پھر کہا کہ دو شریف زادے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ پوچھا کس غرض سے۔ بڑھیا نے کہا
وہ اصلاح لینے آئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے پہلے تو بہت انکار کیا مگر وہ بڑھیا بھی ایک بلا ئے درمان
تھی اور خواجہ صاحب کی خدمت میں گستاخ بھی بہت۔ کہنے لگی کہ چاہے کچھ ہو آج تو آپ کو اصلاح دینی
پڑیگی۔ بے حد اصرار کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا بلاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی باہر آئی اور ان حضرات
سے کہا اندر آئیے۔ یہ دونون بزرگ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد ادائے ایک
ہزار ادب سے تسلیم کر کے بیٹھ گئے۔ پہلے تو ان دونون صاحبون نے اس عزت افزائی کا شکریہ ادا
کیا کہ باریابی کی اجازت ملی پھر ایک مطلع بغرض اصلاح پیش کیا۔ فرمایا پڑھو۔ انھون نے نہایت فخر کے ساتھ
یہ مطلع پڑھا ؎ بات مین فرق ہے آنے دیجئے　　جان جاتی ہے تو جانے دیجئے
خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا ہے اصلاح کی ضرورت نہین۔ مگر دوسرے صاحب بول اُٹھے
کہ میری آرزو یہ ہے کہ حضور اس مطلع مین کوئی لفظ رکھدین جب۔ بے حد اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا
کہ اچھا پھر پڑھو۔ دوبارہ جب یہ مطلع پڑھا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اسے یون بنا لو :۔
؎ آن مین حرف نہ آنے دیجئے　　جان جاتی ہے تو جانے دیجئے
اللہ اللہ خواجہ صاحب نے یہ اصلاح دی یا اپنا کمال فن اور شان استادی دکھا دی۔ آن مین حرف
نہ آنے دیجئے اور حرف آگیا تو جان گئی۔ مجھے ڈھونڈے سے بھی وہ الفاظ نہین ملتے کہ جن
الفاظ مین خواجہ صاحب کے اس کمال کی داد دی جائے صبا مرحوم نے سچ فرمایا ہے :۔
بیت　ہستی کے صبا ہو گئے معتقد روشن　　خواجہ آتش سا زمانہ مین جو استاد کیا
افسوس ایسا باکمال اور ماہر فن استاد جس کا ایک ایک حرف قابل سند ہو جس کی سحر بیانی کا سکہ
دنیائے شاعری مین ہر ایک کے دل پر بیٹھا ہو جس نے ایشیائی شاعری کو زمین سے آسمان پر پہونچایا
ہو اُس کے احسانات تو ہم فراموش کردین اور اُسکو برے الفاظ سے یاد کر کے اُسکی روح کو صدمہ پہونچائین

شیخ امام بخش ناسخ

خواجہ وزیر۔ وزیر سے آیا وہ ماہ لا کے پیالہ شراب کا　　مہتاب کے قرین ہو طلوع آفتاب کا
اصلاح :۔ ؎ 〃　〃　〃　〃　〃　مہتاب کے ہو ساتھ 〃 〃 〃

اس محل پر سہرا اسی جو ... واقعی استادانہ اصلاح ہے۔

صابر: موسی ہیں طور پر تو مسیح آسماں پر ... دونوں دھمکی دیے ہیں مرے آستاں پر

اصلاح: موسی طور پر، مسیح آسماں پر " " " "

اس اصلاح میں استاد کامل نے دونوں جگہ "پہ" کا لفظ لا کر کمال استادی دکھایا ہے ایسی
بارک اصلاح دی کہ جس کا لطف کم سخن طبیعتیں دل ہی دل میں اٹھائیں گی۔ گو صابر مرحوم کا مصرعہ
اولی اپنی جگہ پر خود معنی خیز تھا مگر حضرت آتش کی اصلاح سے مطلع کی شان ہی اور ہو گئی اور معنوی ترقی
کی تو حد ہی نہ رہی۔ ایسی بے نظیر اصلاح ہے کہ جس کی بدولت یہ خواب مطلع آج بھی سخن کی
زبانوں پر ہے۔

ہمارے محترم دوست نواب محمد اصغر علی عرف للن صاحب نے خواجہ آتش مرحوم کی ایک معرکتہ الآرا
اصلاح کا ذکر فرمایا۔ نواب صاحب موصوف سے سید علی حیدر دل علقہ احمد دل کے توسل سے ملاقات کی
تھوڑی ہی دیر کی ملاقات میں نواب صاحب کے سلیم الذات ہونے کا سکہ میرے دل پر بیٹھ گیا اس
اصلاح کے ساتھ ایک دلچسپ قصہ بھی بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ جب خواجہ صاحب مرحوم سلسلہ شعر گوئی
کو بالکل ترک فرما چکے تھے، نہ خود شعر کہتے۔ نہ شاگردوں کو اصلاح دیتے تھے۔ لکھنؤ کے ایک مسلم کامل شاعر
جن کو اپنی قابلیت پر ناز تھا اور جن کو یہ دعوے تھا کہ میرے کلام پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا ایک دن کا
ذکر ہے کہ اسی سلسلۂ شعر گوئی میں انہیں کے ہم پلہ ایک دوست تھے ان سے کسی شعر پر بحث چھڑ گئی۔
اول الذکر نے یہ کہا کہ اب میرے کلام پر کوئی حرف رکھنے والا لکھنؤ میں نہیں ہے ان کے دوست نے
جواب دیا کہ بھائی ابھی تو خواجہ آتش زندہ ہیں۔ اگر حوصلہ ہو تو اپنا کلام بغرض اصلاح خواجہ صاحب کی
خدمت میں پیش کر دیکھو اصلاح ہوتی ہے یا نہیں غرضکہ دونوں حضرات خواجہ صاحب کے مکان پر
حاضر ہوئے کواڑ بند تھے دو چار آوازیں دیں مگر صدائے برنخاست۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ
سوائے ایک بڑھیا کے جو خواجہ صاحب کو کھانا کھلانے آتی ہے اور کوئی اندر جانے نہیں پاتا
وہاں سے یہ حضرات اس بڑھیا کے گھر پر پہونچے جو خواجہ صاحب کے مکان کے قریب ہی رہتی تھی
بڑھیا کو دو اشرفیاں نذر دیں اور یہ کہا کہ خواجہ صاحب سے کسی طریقہ سے اصلاح دینے کی سفارش
کر دے۔ یہ دو اشرفیاں پاکر خوش ہو گئی اور فوراً کواڑ کھڑکھڑائے خواجہ صاحب نے بڑھیا کی

مصرع ثانی مین "نیچی نظرون نے دکھایا" کے بجائے "لب جان بخش دکھایا کیے" بنایا دفعی اعجاز کے لیے لب جان بخش ہی کی ضرورت تھی اصلاح سے دونو مصرعے برابر کے ہوگئے اور لطف زبان پیدا ہوگیا

آتش۔ سناکرتے تھے ہم کہ پہلو مین دل ہے جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

اصلاح۔ بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل ہے جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

پہلے مصرع مین جو ترمیم کی گئی اس سے اس شعر کا دہ مرتبہ بڑھا کہ ضرب المثل ہوگیا اور آج ایک زمانے کی زبان پر ہے۔ اصلاح ایسی تو ہو کہ شعر مقبول جہان ہو جائے۔

خواجہ حیدر علی۔ آتش

میر وزیر علی صبا۔ عشق بازی کا جو سودا ہوگیا آپ مین اپنے تماشا ہوگیا

اصلاح۔ خود پرستی کا جو سودا ہوگیا " " " "

پہلے مصرع مین "عشق بازی" کے بجائے "خود پرستی" بنا کر دوسرے مصرع کے مضمون کو قوی کر دیا۔

صبا۔ داغ غم دل سے سویدا ہوگیا غیرت خورشید ذرہ ہوگیا

اصلاح۔ " " " " مشرق خورشید " " "

مصرع ثانی مین بجائے "غیرت خورشید" کے "مشرق خورشید" بنایا جس سے مطلع مطلع آفتاب ہوگیا چونکہ آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے اس لیے اس موقع پر مشرق خورشید ہی نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

صبا۔ دور دورا جو یون ہی تیغ جفا کا ہوگا یہ تو کہیے کوئی مرجائے گا تو کیا ہوگا

اصلاح۔ وار ہر دم " " " " " " "

بجائے "دور دورا" کے پہلے مصرع مین استاد نے "وار ہر دم" بنایا۔ تلوار کی مناسبت سے وار ہی کا لفظ خوب ہے۔

صبا۔ بیٹھا ہے ہڈیون پہ مری شیر کی طرح دیکھے کوئی ذرا سگ دلدار کا مزاج

اصلاح۔ بیٹھا ہے " " " " " " " "

پہلے مصرع مین بجائے "بیٹھا ہے ہڈیون پہ" "بیٹھا ہے ہڈیون پہ" خوب بنایا۔ شیر کے لیے

نوٹ۔ یہ اصلاحین جناب خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی نے مرحمت فرمائین۔

صف پیدا کر دی۔ سبحان اللہ اصلاح اسی کا نام ہے۔

آتش سے عاشقِ مردہ ہے یارب کہ چراغ مردہ ۔ نور وہ کوئی مکھ کو ۔ کس مکھ کو دیا

اصلاح سے 〃 〃 شاید کہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "یارب" کے "شاید" بنا کر اس شعر کو قوی کر دیا جس کا اظہار مصرعۂ اولیٰ میں کیا گیا تھا۔

آتش سے دیکھیے اک بوسۂ خالِ لبِ شیریں آیا ہوئے سودائے آہوئے حتن مشک کو دیا

اصلاح سے 〃 〃 〃 〃 لے دوڑ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مصرع اولیٰ میں بجائے "آیا" کے "لے دوڑ" بنایا جس سے شعر میں ترقی ہی نہیں ہوئی بلکہ مصرعۂ ثانی کا زور اور بڑھ گیا بندش چست ہو گئی۔

آتش سے سدہ نوار تجھ سا کوئی دوسرا نہیں ریحان کا امیں ہے ہمدم عسلیل کا

اصلاح سے خاطر نواز 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

استاد نے پہلے مصرع میں بجائے "سدہ" کے "خاطر" بنا کر مصرع ثانی کا ثبوت قوی کر دیا۔

آتش سے خاکسار ہو کر چشمِ انساں میں کھل پایا نہال خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا

اصلاح سے 〃 〃 〃 〃 مردم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "انساں" کے "مردم" بنایا جس سے مطلع میں معنوی خوبیاں رہ گئیں۔ واقعی چشم کے لیے مردم ہی کی ضرورت تھی۔

آتش سے حلِّ اسرار کوئی جس محل میں ہوتا شیشہ اک دور تو قاضی کی بغل میں ہوتا

اصلاح سے اے فلک کچھ تو اثر حسنِ عمل میں ہوتا 〃 〃 〃 〃 〃 〃

پہلے مصرع میں بجائے "حلِّ اسرار کوئی" کے "اے فلک کچھ تو اثر" بنایا جس سے مطلع کی شان ہی اور ہو گئی۔ آتش مرحوم نے تو شیشے کو حلِّ اسرار جس محل بنانا چاہا تھا مگر استاد کامل نے فلک کو مخاطب کر کے دادِ حسنِ عمل چاہی۔ اس اصلاح سے مطلع میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔

آتش سے کام کرتی رہی وہ چشمِ فسوں ساز اپنا نیچی نظروں نے دکھایا مجھے اعجاز اپنا

اصلاح سے 〃 〃 〃 〃 〃 لب جاں بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا

کر دیا کیونکہ یہ محل گھات ہی کا تھا۔ دوسرے مصرع مین بجائے "تودے کے دلپشتے" بنایا جس سے زمین شعر کا پایہ آسمان پر پہونچ گیا۔ ایسی استادانہ اصلاح دی جس کی جس قدر داد دی جائے کم ہے۔

اسیر ۔ ٹھہرانے کون کی شے ہجر مین جاری رکھنا آبرو دیدۂ تر آج ہماری رکھنا

اصلاح ۔ " " " " سوا بحر سے " " " "

پہلے مصرع مین "شے ہجر مین" یہ الفاظ قلم زد کر کے "سوا بحر سے" استاد کامل نے بنایا اور دیدۂ تر کا تقابل بحر سے ہو گیا اور شعر مین پہلے سے کس قدر ترقی ہو گئی۔

اسیر ۔ دخل اغیار کا آب صحن گلستان مین نہین پاؤن کچھ سوچ کے او باد بہاری رکھنا

اصلاح ۔ " " نہین بزم گل و بلبل مین " " " " "

پہلے مصرع مین "کا آب صحن گلستان مین نہین" یہ ٹکڑا قلم زد فرما کر "نہین بزم گل و بلبل مین" بنا کر شعر کو درست فرمایا۔ صحن گلستان کو بزم گل و بلبل کہنا ایسے ہی باکمال استاد کا کام ہے۔

اسیر ۔ جدائی کوئے جانان کی ہوئی وجہ الم ہم کو فراق باغ جنت کس قدر تھا شاق آدم کو

اصلاح ۔ " " " " رلاتی ہے بجا ہم کو " " " "

پہلے مصرع مین "ہوئی وجہ الم" کے بجائے "رلاتی ہے بجا" بنایا حالانکہ اسیر مرحوم کا مصرع بھی معنا صحیح تھا مگر اصلاح سے ترقی ہو گئی اور مطلع کی شان ہی اور ہو گئی۔ عام قاعدہ ہے کہ کثرت رنج و الم مین انسان کی آنکھون سے آنسو بے ساختہ جاری ہو جاتے ہین۔

اسیر ۔ وہ مجرم ہین کہ آتش مین خدا اڈالے اگر ہم کو ہوا سے باغ جنت شعلہ ور کردے جہنم کو

اصلاح ۔ " " " " " " " " اور بھڑکا دے " "

مصرعۂ ثانی مین "شعلہ ور کردے" کو قلم زد فرما کر "اور بھڑکا دے" بنا دیا۔ حالانکہ "شعلہ ور" کہ بھی یہی معنے تھے مگر "اور بھڑکا دے" کے ٹکڑے نے شعر مین نہ صرف زور گرمی پیدا کر دی بلکہ زبان کے لحاظ سے بھی حسن پیدا ہو گیا۔

آتش ۔ گل سے خوش رنگ ہر اک داغ بدن مجھکو دیا آتش عشق نے کیا خوب چمن مجھکو دیا

اصلاح ۔ " " " " " " " " " بے خار " " "

مصرعۂ ثانی مین بجائے "کیا خوب" کے استاد نے "بے خار" کا لفظ بنا کر مطلع مین مراعاۃ النظیر کی

قائم - ۹ ہوا اس سے مساعد چرخ کجباز — لی ان نے ہاتھ میں وہ ساعد ناز

اصلاح - ۹ ہوا گردون دون اُس سے مساعد — لی اپنے ہاتھ میں ان نے وہ ساعد

مرزا نے دیکھا کہ دونوں مصرعون مین مساعد و ساعد قافیہ موجود ہین پھر کجباز و ناز کی کیا ضرورت ہے

قائم - ۹ کہے [illegible] وہ نازنین گھر میں آئی — دی جان ہر اک کو اُس نے رونمائی

اصلاح - ۹ " " " — دیا ہر ایک نے جی رونمائی

سودا نے مصرعہ ثانی کی بندش صاف کر دی - اب "دی" کی "ی" نہیں گرتی اور "اک" سے "ایک" فصیح معلوم ہوتا ہے -

قائم - ۹ نچھاور کر لیے پھینکے بے قدر — کہ صحن خانہ گوہر سے ہوا پُر

اصلاح - ۹ کیے [illegible] نچھاور اس قدر دُر — " " "

وجہ اصلاح یہ معلوم ہوتی ہے کہ قائم نے "بے" اس قدر کے معنے پر صرف کیا ہے اس اصلاح سے شعر صاف ہو گیا

قائم - ۹ دماغ اپنا جلاتے تھے زن و مرد — بہ صد چندان ہر اک لخلخہ تھا وہ درد

اصلاح - ۹ " " " — ولے افزودہ تھا ہر لخلخہ وہ درد

قائم کا دوسرا مصرع بے - الجھا ہوا تھا - اس لیے ترمیم کیا گیا -

قائم - ۹ وہ گوہر جیکہ رشتہ سے ہر اک پان — گہر کی طرح تھا ابر خویش نازان

اصلاح - ۹ " " " — بخود بالیدہ تھا مانند مرجان

مرزا کو دوسرے مصرع کی ترکیب پسند نہ آئی اس لیے مصرع ترمیم کیا گیا -

قائم - ۹ نہ جانے کیا کی اس کافر نے تدبیر — کیا کہ اور چمن میں اس کو تسخیر

اصلاح - ۹ " " " — " " سخن " "

سودا نے بجائے "چمن" کے "سخن" بنا دیا "چمن" اس موقع پر بے محل تھا -

قائم - ۹ چلی القصہ جب وان سے سواری — ہوئی دونی وہ اُس کی بے قراری

اصلاح - ۹ غرض جب وان سے چل نکلی سواری — " " "

اس اصلاح سے شعر میں صفائی پیدا ہو گئی -

قائم - ۹ کبھی جب [illegible] میں دلجوئی کے معمول — یہ باتوں میں اُسے رکھتی تھی مشغول

مصرعۂ ثانی میں بجائے مست کے "خاک" ساکر سعر میں ترقی کر دی۔

قایم :- وہ مے دے جائے جس سے دل کی کلفت ✢ کہوں میں داستانِ حدث لعت

اصلاح :- مری لبِ خاک سے دھوئے کی کلفت ✢ " " "

"مرقع" میں سودا کا اصلاحی مصرع ہی شائع ہوا ہے اور اس پر یہ نوٹ بھی درج ہے۔" اس اصلاح سے سلاست اور روانی پیدا ہوگئی قائم کا مصرع الجھا ہوا تھا۔ مگر سارا حال ہے کہ اصلاحی مصرع وہی ہے جو قائم کے نام سے درج ہے۔ اور قایم کا الجھا ہوا مصرع وہ ہے جو اصلاح کے تحت میں لکھا گیا ہے اہلِ نظر خود فیصلہ کر لیں گے۔

قایم :- عرض سایہ کا جو لگے کہ تھا واں　　کساں تھا سو طرف سے داس حال

اصلاح :- عرض سایہ کو واں کے سو سلاسل　　کساں تھے سو طرف سے داس دل

سودا نے اس شعر کو اپنے لفظوں میں کس خوبی سے ادا کر دیا۔ اس شعر میں درخت کے سایہ کو سلاسل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قایم :- مسافر جو کوئی اس راہ آتا　　وہ دل سے یادِ منزل کی بھلاتا

اصلاح :- " " " " " " بھول جاتا

دوسرے مصرع میں "کی بھلاتا" کے بجائے استاد نے بھول جانا یا قائم نے کہا تھا "وہ دل سے یاد منزل کی بھلاتا" سودا نے یہ معنی پیدا کر دیے کہ از خود بھول جاتا۔ اس کے سوا پہلا قافیہ آتا اور اس کے مقابلے میں جانا حسن سے خالی نہیں۔

قائم :- نہ پائے تھی نگہ یا سر تا پار　　کہ اس تحریک میں دل سے ہوئی یار

اصلاح :- " " " کرے تحریک وہ دل سے " "

سودا کو تحریک نگاہ بے موقع معلوم ہوئی اس لیے مصرعۂ ثانی میں "نے تحریک وہ" ساریا یعنی نگاہ نے آنکھ سے دل تک حرکت نہیں کی اور ادھر پار ہوگئی۔ کتنی نازک اصلاح ہے

قائم :- جا بجا واقف راز رہائی　　کرے ہم اس طرح آفت سیائی

اصلاح :- " " " " " گوہر فشانی

سودا نے "آفت سیائی" کے بجائے "گوہر فشانی" ساکر شعر کو لطیف کر دیا۔

قایم ۔ ؎ زخون دیدگان تر کر گلو کو تیا بر ۔ دے سنان کی مو بمو کو
اصلاح ۔ ؎ زموجِ اشک د ے خنجر ″ ″ ″ ″ ″

"زخون دیدگان ترکر" کی جگہ "زموج اشک دے خنجر" کا ٹکڑا اُستاد نے بنا دیا۔ گلو کے لیے خنجر ہی کی ضرورت تھی۔ اور پھر "زخون دیدگان"، "زموج اشک" کے سامنے پانی پانی ہے۔ عمدہ اصلاح ہے۔

قایم ۔ ؎ ہے دم ماہی کا جس صورت سے پانی اسی سے ہے ہر اک کی زندگانی
اصلاح ۔ ؎ دم ماہی ہے ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

اس اصلاح سے تعقید لفظی دور ہو گئی اور شعر میں روانی پیدا ہو گئی۔

قائم ۔ ؎ فضولی ہے اب آگے حرف گفتار نمونِ یک مشت ہے از خیدحت روار
اصلاح ۔ ؎ ″ ″ ″ کہ یک مشت نمون بس ہے ز خروار

دوسرے مصرع کو اس حسن سے ترمیم کیا کہ عیوب دور ہو گئے اور مفہوم وہی رہا۔

قائم ۔ ؎ نہ ہوتا وہ اگر زمین ۔ دہ خاک بلا گردان خاک ہو تے نہ افلاک
اصلاح ۔ ؎ ″ ″ ″ ″ تصدق خاک کے ہوتے نہ ″ ″

قایم کے مصرعہ ثانی میں ایک سے سے بڑا نقص یہ تھا کہ تقطیع سے "ہ" گرتی تھی سودا نے "ہ" کا گرنا اچھا سمجھ کر یہ مصرع ترمیم کر دیا۔ "تصدق خاک کے ہو تے نہ افلاک"

قایم ۔ ؎ بس اب بہتر ہے اس جا گہ خموشی ہوتا عجز سخن کی عیب پوشی
اصلاح ″ ″ ″ ″ کہ ہو ″ ″

مرزا نے "ہوتا" کی جگہ "کہ ہو" بنا کر شعر کو اور اچھا کر دیا۔

قایم ۔ ؎ کہ چپ رہنا جو واقع میں بجا ہے کلام غیر موقع سے بھلا ہے
اصلاح ۔ ؎ سکوت بر محل ہے دل کی تفریح سخن پر اس کو سو درجہ ہے ترجیح

مرزا نے شعر کو قلمزد کر کے دوسرا شعر لکھ دیا جس کا مفہوم وہی رہا جو قایم کے شعر کا تھا

قائم ۔ ؎ الا اے چارہ ساز بادہ نوشان زبان گویا کن مے خموشان
اصلاح ۔ ؎ ″ ″ ″ ″ ″ خاک بہ ″ ″

کی نگاہوں سے کس طرح محفوظ ہیں۔ سالک کہتے ہیں صرف دور سوم کے شعرا اور شعرائے حال
مصروف مشاطگی نظر آتے ہیں۔ اور مرزا سودا دور دوم کے باکمال شعرا میں سے ہیں"
ہمارے اچھی معلم میں ہدایت فرماتے ہوئے طبعزاد لکھی ہیں مگر ہم حق ہیں کہ پہلے حصے
میں اگر ہماری نگاہ اصحاب چوک گئی تو دوسرے حصے میں بھی بات یہی کہ ہم نے میر سودا کی
اصلاحوں کی اس خیال سے کوشش نہیں کی کہ ان کی اصلاحوں کا ملنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن
ہے کیونکہ ان باکمال استادوں کے دور کو آتا رہا۔ گذا کسی وقت کے نسیان تو کیا باغ اور عمر
بھی شاید ہی زندہ ہوں۔ میں نے اصلاحوں کے جمع کرنے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔
ایک شعر بھی کسی استاد کی اصلاح شدہ ملا۔ تو جس کے پاس وہ اصلاح ہوئی اس کے آستانے کی
مٹی تک حیات کے رکھ دی۔ اور جو استاد در آمد سے جس طرح ممکن ہو سکا اصلاح حاصل کرلی قطرہ
قطرہ دریا ہوتا ہے۔ تو اساتذہ کامل کی دریوزہ گری میں دوسرے حصے کی کتابی صورت نظر آئی۔ سے

یوں لائے واں سے ہم دل صد پارہ ڈھونڈ کر　　لایا ہے جیسے کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

اب مرزا صاحب کی اصلاحیں جناب مولوی قیام الدین قائم چاند پوری کی مثنوی
"درویش و عروس" پر ملاحظہ ہوں۔　　　مؤلف

قائم سے　الٰہی شعلہ زن کر آتش دل　　تپ دل دے بعد خواہش دل
" سے　ہے تار شور چشم گریہ آلود　　لب زخم جگر کو رکھ نمک سود
اصلاح سے　ہو شورانگیز　"　"　"　"

پہلا شعر سلسلۂ کلام کے لیے اس جگہ لکھا گیا مگر دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں "ہے تار شور"
کے بجائے "ہو شورانگیز" کا ٹکڑا استاد نے بنا کر شعر کو درست کر دیا۔

قائم سے　کرامت کر وہ عشق آتش انگیز　　ہے ہر استخواں میرے سے گل ریز
اصلاح سے　"　"　"　"　کہ تا ہر استخواں میرا ہو　"　"

مصرعہ ثانی میں بجائے "ہر استخواں میرے سے" کے بنایا "کہ تا ہر استخواں میرا ہو" جس زمانہ کی
یہ اصلاح ہے اس دور میں "میرے سے" یہ ترکیب جائز سمجھی جاتی تھی مگر مرزا نے اس وقت بھی
اس ترکیب کو مخل فصاحت سمجھ کر دوسرے مصرع کو بنایا۔ اور خوب بنایا۔

حاتم – دیکھو طور اس دور کا حاتم نے کی ترک شراب — یاد کر کے سبزہ رویان کو وہ اب پیتا ہے بھنگ ÷

میر صاحب کہتے ہین کہ سبزہ رویان کے لفظ پر غور کرنا چاہیے اس لیے کہ مین نے نہین سنا۔

محمد دین کلیم – یقین کے شعرون پہ ہین بدگمان بعضے نہین انکے — غلط ہے ہم نے بوجھا ہے کہ مرزا جان جانان کو

یہ شعر ذرا وضاحت طلب ہے۔ یہ جناب یقین مرزا کے تلامذہ مین سے تھے اُن کی شاعری کے متعلق اُن کے حریفون نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ یہ اپنے استاد سے شعر کہلوا لیا کرتے ہین چنانچہ جناب کلیم نے انہین کی صفائی مین یہ شعر کہا۔ میر کہتے ہین کہ "نام مرزا جان جان ہے۔ اور شاعر نے جان جانان بسلسلہ گفتگو عوام کے کہا یہ برا ہے انھون نے عوام کو مدنظر رکھا مگر ذکر اور بحث خواص سے ہے"

انعام اللہ خان یقین – مجنون کی خوش نصیبی کرتی ہے داغ مجھکو ÷ کیا عیش کر گیا ہے ظالم دوانہ پن مین ÷

اصلاح – " " خوش معاشی " " " " " " " " "

میر نے "خوش نصیبی" کے بجائے "خوش معاشی" بنا کر یہ تحریر فرمایا کہ اب شعر بہت عمدہ ہو گیا۔

محمد یار خاکسار – خاکسار اُسکی تو آنکھون کے کہے سے لگیو ÷ مجھکو ان خانہ خرابون ہی نے بیمار کیا ÷

اصلاح – " " " " " " " " نے گرفتار کیا ÷

خاکسار نے آنکھون کی رعایت سے "بیمار کیا" کہا مگر میر صاحب فرماتے ہین کہ جاننے والے جانتے ہین کہ بجائے "بیمار کیا" "گرفتار کیا" چاہیے۔

لالہ ٹیک چند بہار – تھی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلیٰ کا قیس ÷ یہ عجب مظہر ہے جسکے مبتلا ہین مرد و زن ÷

اصلاح – " " " " حسن کیا " " " "

میر صاحب کہتے ہین کہ میرے نزدیک "حسن کیا مظہر ہے" اچھا ہے اب اس سے شعر واضح ہو گیا۔

(ماخوذ از نکات الشعرا تذکرہ میر)

ملک الشعرا مرزا رفیع سودا

قبل اس کے کہ ہم مرزا صاحب کی یہ اصلاحین "مشاطۂ سخن" حصہ دوم مین درج کرین ہم اپنے برادر مکرم جناب مولوی محمد یوسف صاحب نقش نگاوری کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ موصوف نے رسالہ "مرقع" لکھنؤ مین "مرزا رفیع سودا کی اصلاح" کے عنوان سے چند اصلاحین مرزا مرحوم کی درج کین اور مجھ خوابِ غفلت سے جگایا۔ وہ تحریر فرماتے ہین کہ "تعجب ہے کہ یہ اصلاحین مشاطۂ سخن

کی آنکھوں میں تصویر کھینچ دی۔ اصلاح نہیں انکار ہے

یکرنگ۔ سے اس کو مت تو جھوٹ اور ان کی طرح ۔ ۔ جاں آشنا یکرنگ ہے۔

اصلاح سے مت تلوّن اس میں سمجھیں آپ سا " " " "

میر صاحب نے پہلے مصرع کی ترمیم کے بعد یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ اگر شعر میں یوں ہو "اس قسم موردِ بیدادم "مت تلوّن اس میں سمجھیں آپ سا" اس اصلاح کو اسی دور کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے۔

اس دور میں جھوٹ اور مت یہ الفاظ متروک ہیں۔

محمد شاکر ناجی سے دیکھ ہم صحبت کی دولت سے رکھ چشم کرم + لٹ صدف کے ترس ہر حد سے گہر کرتے ہیں

اصلاح سے مت رکھے چشم کرم دولت سے اسے خورد کے + " " " " "

میر صاحب کہتے ہیں کہ سمجھدار سمجھ سکتے ہیں کہ "پہلا مصرع اس طرح چاہیے تھا۔ مت رکھے چشم کرم دولت سے ایسے خورد کے" واقعی مصرعۂ ثانی اسی مصرع کا محتاج تھا۔

میر سجاد سے کافروں سے داد چاہو کہاں کوئی مرحا سم سے ان کے تو کہتے ہیں حق ہوا +

اصلاح سے باطل " " " " " " " " " " "

میر صاحب کہتے ہیں "باطل باطل ضرور ہے مگر جائے کافر کے باطل حق تھا"

اس حق و باطل کا تعامل ارباب نظر ملاحظہ فرمائیں۔

میر سجاد سے ہجر شب میں کیونکہ کاٹے گا کوہکن یہ پہاڑ سی راتیں

اصلاح سے کس طرح کوہکن یہ گذریں گی ہجر کی " " " "

میر صاحب نے اپنی زبان میں یہ شعر کہہ دیا۔ اور اتنا یہ کہ شعر کا مفہوم وہی رہا۔ ہم ان اصلاحوں کی کس زبان و قلم سے داد دیں۔

شیخ محمد حاتم سے اے بیدرد سے ملا کیوں تھا آگے آیا مرے کیا میرا

میر صاحب نازک طبع نازک مزاج فطرتاً واقع ہوئے تھے اور اس نازک مزاجی کا احساس خود میر صاحب کو بھی تھا۔ اسکی شہادت میں خود انہیں کا یہ مصرع کافی ہے۔ ع نازک تریں سے ہے پھولوں میں نام میرا ہیر بد دماغ + محمد حاتم کے اس شعر کو جس میں غیرتِ دم کا پہلو موجود ہے دیکھ کر مترادف کہا کہ میں اگر کہتا تو اس شعر کو یوں کہتا سے ملا آشنا میں ہوں اسے میں + آگے آیا مرے کیا میرا

صرف کمی یہی تھی کہ دور اول کے اساتذہ کی اصلاحون سے اس کا دامن خالی تھا جس کی تحریک ہمارے برادر معظم جناب نقش نگلوری نے کی اور "مرقع" مین مرزا رفیع سودا کی اصلاحین لکھ دین اُن کے بعد حضرت آسی شارح دیوان غالب نے اس کمی کو بھی پورا کر کے مجھی پر نہین بلکہ دنیا ادب پر ایک عظیم احسان فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ ایسے ادب نواز دوستون کو رہتی دنیا تک زندہ وسلامت رکھے۔ این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد ÷

نجم الدین عرف شاہ مبارک ۔ ہ نہین تار سے بھر ہے یہ شک کہ نقط + اس قدر نسخۂ فلک ہے غلط +

اصلاح ۔ ۔ ۔ ۔ ہ " " " " " + کس " " "

میر صاحب مرحوم کہتے ہین کہ اگر بجائے "اس قدر" "کس قدر" می گفت شعر بہ آسمان می رسید" اب اس اصلاح کو ارباب نظر غور سے ملاحظہ فرمائین۔ اور اس باکمال عدیم النظیر استاد کی روح کو فاتحہ سے ایصال ثواب پہونچائین۔ واقعی صرف ایک لفظ کی ترمیم سے زمین شعر کا پایہ آسمان سے مل گیا۔

میان شرف الدین مضمون ۔ ہ میرے پیغام کو تو اے قاصد کہیو ۔ شرم سے جدا کر کے

اصلاح ۔ ہ میرا پیغام وصل " " " " "

چونکہ مصرع ثانی مین "جدا کر کے" تھا۔ اس لیے یہ شعر میر صاحب نے اتفاقاً محمد حسن کلیم کے سامنے یون پڑھا

میرا پیغام وصل اے قاصد کہیو ۔ سب سے جدا کر کے

اب لفظ "جدا" کے لیے "وصل" کا تقابل ۔ ا سبحان اللہ۔

مضمون ۔ ہ مضمون تو شکر کر کہ ترا نام سُن رقیب غصہ سے بھوت ہو گیا لیکن جلا تو ہے

اصلاح ہ " " " " اسم " " " " " "

بجائے "نام" کے "اسم" کا معنی خیز لفظ رکھ دیا۔ دوسرا مصرع اسی لفظ کا محتاج تھا۔ سراج الدین خان آرزو نے میر صاحب کی اس اصلاح "ترا اسم سُن رقیب" کی بہت داد دی۔

محمد مغل خان یکرنگ ۔ ہ سچ کہے جو کوئی سو مارا جائے راستی ہے گی دار کی صورت ۔

اصلاح ۔ ہ حق " " " " " " "

میر صاحب نے بجائے "سچ" کے "حق" کو پسند کیا اور اپنے قلم معجز رقم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ ÷ "اعتقاد فقیر بجائے "سچ" حرف "حق" اولیٰ است" اس ایک لفظ نے شعر مین واقعہ منصور

سب اہل دربار نے عرفی کی اس اصلاح کو پسند کیا اور فیضی نے اس کو بدل دیا۔

اس اصلاح میں دیکھنا یہ ہے کہ فیضی چونکہ خود استاد زمانہ اور نہایت فاضل تھا کیا اس سے یہ فروگذاشت ہوئی تھی، یا در اصل اس نے بھی طاؤس کے لفظ میں کوئی لطافت پوشیدہ دیکھی ہی فیضی نے بھی نہایت عمدہ لفظ رکھا تھا۔ طاؤس سے اس قدر معنے نکلتے ہیں جب آدمی ایک طرف نظر جماتا ہے تو "؟ اور رنگا رنگ" کہ نقطے نظر آنے لگتے ہیں اور نگاہ سراپا طاؤس بن جاتی ہے۔ آنکھ کی حالت جس کا نگاہ سے تعلق ہے خود ہی طاؤس کے پر کی طرح ہے۔ پس قدر مراعات تھیں جو فیضی کے مد نظر تھیں۔ اس پر اصلاح دینا عرفی ہی کا کام تھا کہ انہی کی بنا پر تمام خوبیاں پیدا کر کے اس نقص کو دور کر دیا۔ جو فیضی کے رکھے ہوئے لفظ میں موجود تھا۔ عنقا کی بلند پروازی اتنی خود کو ثابت ہے کہ وہ گم ہے یعنی اسے صدا نظر تیری جستجو میں اتنی بلند پروازی کہ خود عنقا ہو گئی سبحان اللہ سبحان اللہ کیا اصلاح ہے

اسی طرح اس جگہ زحمان طبیب دل کی نبض دیکھنے گیا ہے اور دل نے نہایت خفے کے ساتھ اس سے کہا ہے ؎

نبض گفت کہ اے طبیب ناداں | زحمت مبرائے ناداں
ناخن چہ زنی رگ جنوں را | آگاہ نئے تپ دروں را

جیسے ہی فیضی نے آخری شعر پڑھا جس کا پہلا مصرع یہ تھا "ناخن چہ زنی رگ جنوں را" تو عرفی نے کہا کہ "فیضی" ار ناخن چہ کار آید بگو کہ۔ ع "نشتر چہ زنی رگ جنوں را"

فیضی نے ناخن صرف نبض کی مناسبت سے رکھا تھا۔ مگر رگ جنوں نبض کو نہیں کہہ سکتے نہ اس میں وہ بشریت ہے جو عرفی کی اصلاح میں ہے۔ لہذا وہ سقم بھی دور ہو گیا۔ شعر میں جوش اور زور بدستور قائم رہا۔ یہی اصلاحیں مایۂ ناز ہو سکتی ہیں۔

میر تقی میر مرحوم

قبل اس کے کہ ہم میر صاحب مرحوم کی یہ اصلاحیں سلسلۂ اصلاح میں درج کریں اپنے محترم دوست مولانا محمد عبد الباری آسی کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ مولانائے موصوف نے خاص طور پر نکات الشعراء مصنفۂ میر مرحوم سے نایاب و نادر اصلاحیں انتخاب و ملک کر میرے حوالے کیں جو سلسلۂ اصلاح میں

نوٹ۔ یہ اصلاحیں مولانا عبد الباری صاحب آسی شارح دیوان غالب نے مرحمت فرمائیں۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سردار دو جہان فخر کون و مکان حضرت احمد پاک صاحب لولاک عالی جناب سیدنا و مولانا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اصلاح شعر کے متعلق یہ متبرک لطیفہ کبھی بھلا دینے کے قابل نہیں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کعب ابن زہیر کو کسی خطا پر نکال دیا اور حکم فرمایا کہ جو شخص اس کو پایا ہے قتل کردے کعب نے یہ بات سنکر قصیدہ بانت سعاد نظم کیا اور خود حاضر دربار رسول ہو کر یہ قصیدہ سنایا جب آنحضرت نے یہ شعر سنا

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ مُہَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ الْہِنْدِ مَسْلُوْلٗ

بیشک رسول صلعم نور ہین روشنی حاصل کیجاتی ہے ان سے ایک تلوار ہین ہند کی تلواروں سے جو تیز کاٹ والی ہے

تو آپ نہایت خوش ہوئے اور چادر مبارک انعام مین مرحمت فرمائی۔ سید محمد برزنجی مدنی نے اپنے کسی رسالہ مین لکھا ہے کہ کعب نے یہ شعر اسی طرح لکھا تھا حضرت افصح الفصحا نے ارشاد فرمایا کہ "سیوف الہند" کو "سیوف اللہ" بنالو۔ یہ اصلاح نہایت پسند کرکے کعب نے اوسی طرح بنالیا۔ اور شعر کی سچائی اور بلاغت کو آسمان پر پہونچادیا "سیوف الہند" سے "سیوف اللہ" نہایت اعلی ہے یہ روایت مولوی غلام علی صاحب آزاد نے خزانۂ عامرہ مین نقل کی ہے اور حضرت قدر بلگرامی نے اپنی کتاب عروض سخن مین لکھکر یہ تحریر فرمایا ہے کہ اصلاح لینا سنت ہے۔

فیضی و عرفی

شہنشاہ جلال الدین اکبر کے حکم سے جب فیضی نے مثنوی نل دمن لکھکر تمام کی اور دربار مین ایک مقررہ تاریخ پر سنانے کے لیے گئے تو تمام مشہور شعرائے دربار مثل عرفی وصائب۔ نظیری وغیرہ کے موجود تھے۔
اکبر نے حکم دیا اور فیضی نے بموجب حکم عالی مثنوی کا پہلا شعر پڑھا۔ ؎

اے در تگ و پوے تو ز آغاز طاؤس نظر بلند پرواز

عرفی نے نہایت فراخدلی سے داد دیکر کہا کہ "فیضی خوش گفتی خوش گفتی"۔ مگر طاؤس را چہ پرواز ازین بام تا آن بام بگو "عنقا نظر بلند پرواز"

(ب)

فہرست اسماء اساتذہ شعراء متقدمین و متاخرین و زمانۂ حال

بکھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے قدیم دستور اور عادت کا یہ تقاضا ہے کہ ان موتیوں کو ہم اپنے
دامن میں بٹور لیں اور ان نازک اصلاحوں کو اپنے ذہن و دماغ میں جذب کر لیں۔

حضرت مصحفی نے اردو ادب پر یہ احسان کیا ہے کہ ان نادر چیزوں کو اس جستجو و کاوش سے
کتاب کی صورت میں جمع کر دیا ہے اور ان مرے ہوئے اساتذہ کی نشانی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے
زندہ گمنامی اور کس مپرسی میں پڑے رہنے سے بچا لیا ہے۔ میری دعا ہے کہ ان کی یہ کوشش بھی
ان کی پہلی کوششوں کی طرح رنگ لائے اور خدا کرے خریداروں اور قدر دانوں کی اس قدر کثرت
ہو اور بازاروں میں اس قدر مانگ ہو کہ حضرت مصحفی اس کا تیسرا حصہ مرتب کرنے پر مجبور ہوں۔

میں نے ۱۹۱۱ء میں جب مشاطۂ سخن کا پہلا حصہ شائع ہوا تھا یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر حیات
مستعار باقی ہے تو اس کتاب کا دوسرا حصہ بھی ملک کے سامنے پیش کروں گا۔ دس سال مسلسل
میں اسی جستجو و تلاش میں سرگرداں و پریشاں رہا۔ یہ اصلاحیں مجھے جس محنت و کاوش سے دستیاب
ہوئی ہیں اسے کچھ میرا ہی دل جانتا ہے ۱۹۱۱ء کا وعدہ ۱۹۲۵ء میں وفا کر رہا ہوں اور پھر وعدہ
کرتا ہوں کہ اگر زندگی نے کچھ اور میرا ساتھ دیا تو میں کوشش کروں گا کہ تیسرا حصہ بھی مشاطۂ سخن کا
مرتب کروں۔ اس دوسرے حصے میں اکثر اصلاحیں احباب کی بھیجی ہوئی بعض وجوہ سے نہ دے سکا
جن کے اظہار سے میرا دل دکھتا ہے لہذا میں ان احباب سے اپنی معذوری و مجبوری کی معافی
مانگتے ہوئے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز یہ اصلاحیں تیسرے حصے کی زینت بڑھائیں گی
اور یہ بھی میری درخواست ہے کہ شیدایان علم و ادب جہاں تک جلد ممکن ہو اور اصلاحیں بھی
مرحمت فرما کر مجھے رہین منت فرمائیں گے تاکہ تیسرا حصہ بھی میں مرتب کر سکوں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ سبحانہ میری اس ناچیز تالیف کو حسن قبول عطا فرمائے اور ارباب ذوق اس
حصے کو ملاحظہ فرما کر میری ہمت کی مجھے داد دیں تاکہ حوصلہ افزائی ہو اور میں تیسرا حصہ بھی پیش کر سکوں

خادم ادب ۔
صفدر مرزاپوری محمود نگر لکھنؤ

ہین کہ جہان تک اُن کے امکان مین تھا اصلاحین بڑی تلاش سے جو سے فراہم کرکے مجھ رہین منت فرمایا اور جو اصلاحین جن دوستون سے مجھ ملی ہین ان کا نام نامی اُن اصلاحون کے ضمن مین مین نے لکھدیا ہے۔

آخر مین اپنے کرمفرماؤن کے قابل قدر ناظم و ناثر مسٹر حامد اللہ افسر ایم۔ اے میرٹھی پروفیسر انٹرمیڈیٹ کالج لکھنؤ و حضرت جلیل قدوائی۔ بی اے (علیگ) کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ ان حضرات نے اپنی اپنی رائین "مشاطۂ سخن" پر لکھکر میری محنت وسعی کی داد دی۔

حضرت افسر میرٹھی تحریر فرماتے ہین کہ حضرت صفدر نے اپنی تلاش وجستجو اور تحقیق و تدقیق سے اردو زبان پر احسان عظیم کیا ہے اس وسعت نظر اور مطالعہ کی کیا داد دیجائے کہ متقدمین سے لیکر متاخرین تک ہر دور کے اساتذہ کی اصلاحین آپ نے ایک جگہ فراہم کردی ہین "مشاطۂ سخن" کا پہلا حصہ ملک مین اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے متعدد اڈیشن شائع ہوکر ہاتھون ہاتھ فروخت ہو گئے یہ اسی کتاب کا دوسرا حصہ ہے اور قابل مولف نے اس مین پہلے حصہ سے بھی زیادہ کد و کاوش اور تلاش و جستجو سے کام لیا ہے یہ اوراق اردو کا ایک گنج گران مایہ ہے جس مین بیش بہا جواہر کو نہایت سلیقہ کے ساتھ پہلو بہ پہلو سجایا گیا ہے۔ مجھ امید ہے کہ "مشاطۂ سخن" کے دوسرے حصہ کو بھی وہی حسن قبول حاصل ہوگا۔ جو اب سے پہلے اس کے پہلے حصہ کو حاصل ہوچکا ہے

ہمارے عزیز دوست جناب جلیل قدوائی یون گہرفشان ہین کہ

"زیر نظر کتاب مین حضرت صفدر نے نہایت عرقریزی اور جانفشانی سے ایسی اصلاحین جمع کی ہین جو ان کی کتاب کے پہلے حصہ مین نہین ہین۔ میر۔ سودا۔ مصحفی۔ آتش۔ ناسخ اسیر۔ تسلیم۔ وحید الہ آبادی۔ جلیل۔ شوق قدوائی۔ ایسے استادان فن کی اصلاحین جمع کرنے مین جناب صفدر کو جو محنت کرنا پڑی ہوگی اُسے اُن کا دل ہی جانتا ہوگا۔ سیکڑون کتابون کی اوراق گردانی۔ بیسیون مقامات کے سفر نہ جانے کتنے اصحاب سے ترسیل خطوکتابت اور برسون کے شدید انتظار و کوشش سے یہ کتاب مرتب ہوئی ہے۔ ہم ہندوستانی جو قدامت پسند ہین اور اپنے آبا و اجداد کی مٹی ہوئی ہر چیز کو تبرک کے طور پر آنکھون سے لگاتے ہین دیکھیے اس کتاب کے صفحات پر ہماری زبان کے بادشاہون کے کیسے انمول موتی اور بیش قیمت جواہر

ساتھ ہی مولانا عزیز مرحوم کی دو اصلاحیں ایک گذشتہ واقعہ تاریخی کی یادگار ہیں ان کے علاوہ جید ایسے اساتذہ کی اصلاحیں آپ اس حصے میں ملاحظہ فرمائیں گے جو پہلے حصے میں بہم فراہم ہو سکی تھیں۔ جیسے حضرت وحید الہ آبادی مرحوم، جناب مہر لکھنوی مرحوم، میر نفیس مرحوم وغیرہ کی ہیں۔ غرضکہ جہاں تک میرے امکان میں تھا اس حصے کے ل چھپ جانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اب مقبولیت اس کتاب کی خدا کے ہاتھ ہے یا آپ لوگوں کی بات نہیں۔ انسان ایک کام کو مفید سمجھ کر اپنے حتی الامکان کوشش کرتا ہے کر جاتا ہے۔ قبول خاطر و لطف سخن خداداد

میں اُن دوستوں کا شکر گزار ہوں کہ جن کے ذریعے سے یہ اصلاحیں مجھ کو ملیں۔

پہلے اپنے ادب نواز محترم بزرگ خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی کا نام لیا جاتا ہے جو کہ موصوف نے مصحفی، ناسخ، آتش، خواجہ وزیر کی اصلاحیں ۳ سال پہلے اس غرض سے جمع کی تھیں کہ وہ خود "اصلاح" کے نام سے ایک کتاب لکھنے والے تھے مگر مشاطۂ سخن حصۂ اول کی اشاعت سے اُن کی رائے بدل گئی اور میری استدعا پر یہ اصلاحیں مجھے مرحمت فرمائیں اس کے بعد جو اصلاحیں خود اپنے شاگردوں سے لکھوا کر منگوائی تھیں وہ بھی میرے حوالے کیں۔ دوسرے عالی جناب مکرمی سید ابراہیم صاحب راہب سہارن پوری تلمیذ حضرت امیر مینائی نے حضرت غالب کی (۲۱) معرکہ آرا اصلاحوں کے علاوہ خود اپنے شاگردوں سے اپنی اصلاحیں لکھوا کر مرحمت فرمائیں۔ اور "رم خیال" جس کے پانچ اڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس کا ساٹھ اس قدر جلد اپنے قلم سے لکھکر عنایت فرمایا کہ مجھے "حسن خیال" کی اشاعت کی جرأت ہوئی اس کو رم خیال کا دوسرا حصہ سمجھیے میں اُن میں ساہرایوں کا شکریہ کس زبان و قلم سے ادا کروں۔

تیسرے میرے عزیز بھائی جناب محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری نے اس حصے کے دل چھپ بنانے میں خاص طور پر میری اعانت کی مرزا رفیع السودا کی اصلاحوں کے علاوہ جس کتاب یا جس رسالے میں کوئی پاکیزہ اصلاح اُن کی نظر سے گذری لکھکر مشاطۂ سخن حصۂ دوم کے لیے میرے پاس بھیجدی۔ حضرت نفیس اس کتاب کی تالیف میں نے الحقیقت میرے قوت بازو بن گئے اللہ اُن کو زندہ و سلامت رکھے۔

سید محمد حسین عرف محی صاحب تمنا تلمیذ و جانشین حضرت جاوید مرحوم لکھنوی بھی قابل ذکر

مقاصد "مشاطۂ سخن" کے پیش نظر تھے اُن کا اعتراف ملک کے نامور اہل ادب نے کر کے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میگساران میخانۂ ادب اس جرعۂ بش پری جمال کے متوالے آج تک نظر آتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں جولائی ۱۹۲۶ء کے صلائے عام دہلی میں ایک مضمون "مشاطۂ سخن" کی سرخی سے میں نے پڑھا جو ملک کے نامور و مشہور مضمون نگار محترمی حضرت ضیاء دہلوی کے قلم کا نکلا ہوا ہے۔ گو چند سطریں ہیں مگر جامع و مانع ہیں۔ حضرت ضیاء دہلوی گہرفشان ہیں۔

مشاطۂ سخن

ورنہ کرتی ہے کیوں بار بار مشاطہ　　شکستہ ہو بہ نہیں گیسو سنوارا کرنے

یہ شعر حضرت امیر مینائی کا ہے اُن ملائک فریب حسینوں کا حسن واقعی خدمت مشاطہ سے مستغنی ہے جن کو قدرت نے کمال حسن کے سبب سنوارنے سے بے نیاز کر دیا ہے ورنہ معمولی صورت کے لیے مشاطہ کی از حد ضرورت ہے۔ اسی طرح مبتدیوں کے لیے سخن کی اصلاح لازمی سمجھنی چاہیے۔

جناب صفدر مرزاپوری شاگرد حضرت جلیل ایک ممتاز اور نامی سخن فہم ہیں۔ ادبی خدمات کا شوق اُن کو کافی طور سے روشناس عالم کرا چکا ہے۔ ان کی یہ ادبی خدمات ان کو اور زیادہ مشہور و معروف کر دیں گی اور ان کی یہ دو یادگاریں یعنی "مرقع ادب" و "مشاطۂ سخن" انکے نام کو بقائے دوام کی سند عطا کرنے میں کامیاب ہونگی۔

داغ سا دوسرا نہ پاؤ گے　　گل ہزاروں ہیں ایک صورت کے

میر ضیاء دہلوی

اس دوسرے حصہ میں اس کمی کو میں نے پورا کیا ہے جو پہلے حصہ میں رہ گئی تھی یعنی اس کتاب کا آغاز اول تو ایک ایسی متبرک اصلاح سے کیا گیا ہے جو ہمارا دین و ایمان ہے جس کا نام نامی دیکھکر ہر مسلمان یقینی درود پڑھے گا حضور سرور کائنات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ اصلاح خود ہم کو سبق دے رہی ہے کہ بقول حضرت قدر بلگرامی مرحوم اصلاح لینا سنت ہے دوسرے یہ کہ میر و سودا کی اصلاحوں کا اس حصہ میں اضافہ کچھ کم قابل قدر نہیں۔ اُس کے

اب رہی اصلاح سخن کے مفید ہونے کا بڑا طومار باندھا گیا ہے سو واقعی ہی واہی ہے
بعض صاحبوں نے اصلاح کے شوق میں سرے سے مضمون ہی بدل دیا ہے۔ کوئی صاحب
مطلب نہیں سمجھے اور شعر کاٹ کر رکھ دیا ہے کسی نے اصلاح دیکر شعر کو پست کر دیا ہے
اور کہیں مضمون ہی خبط ہو گیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں کوئی اصلاح اچھی بھی نظر آجاتی ہے مگر
جو صاحب بصیرت ہیں وہ ان اصلاحوں کو دیکھ کر ان کی حقیقت سمجھ لیں گے۔ لیکن جو مبتدی
ہیں یا جنہیں شعر کہنے کا نیا شوق ہوا ہے انہیں بڑی الجھن پیدا ہوگی اور کچھ عجب نہیں کہ وہ
اصلاحوں کے اس طومار سے گمراہ ہو جائیں۔"

مولانا موصوف کے اس آخری فقرے سے مجھ کو بھی اتفاق ہے کہ

"انھوں نے ادبی تبصرے کا ایسا اچھا سامان جمع کیا ہے جو کسی دوسرے سے ممکن نہ تھا اور محنت
اور کاوش جو انھوں نے اٹھائی وہ فی الحقیقۃ قابل داد ہے"

غرضیکہ ہم بھی حضرت شوق کی جدت طرازی کے معترف اور شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ایک
"اصلاح سخن" سے "مسائل سخن" ہی کا جواب نہیں دیا بلکہ اس کتاب میں اساتذہ کلام
کے علاوہ سابق مذاکرہ "مرقع ادب" حصۂ اول۔ دوم دونوں کو یکجا دکھا دیا ہے۔ اب دیکھنا
ہے کہ "مسائل سخن" دوم کے جواب میں وہ کون سا ذخیرۂ ادب ملک کے سامنے پیش کرتے ہیں۔
حضرت شوق "اصلاح سخن" میں یوں گہر فشاں ہیں کہ "مسائل سخن" مولفہ حضرت صفدر
مرزاپوری قریب قریب اسی رنگ کی کتاب ہے مگر اس میں اور میری کتاب میں ایک بارک فرق
ہے حضرت صفدر نے بڑی جانفشانی سے زیادہ تر ان اساتذہ کی اصلاحیں جمع کی ہیں
جو موت کی نیند سو رہے ہیں اور میں نے صرف اساتذۂ عصر کی اصلاحیں جمع کیں" اس بارک
فرق کا فیصلہ جناب حضرت شرر اور جناب ندوہ رکھیے مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل کالج۔
آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے کر دیا۔ اور جس جس نے "اصلاح سخن"
کی داد دی وہ غالباً حضرت شوق کی حوصلہ افزائی کے لیے کافی ہے۔

"مسائل سخن" حصۂ اول کی جو قدر ملک میں ہوئی اور جن الفاظ میں ملک کے مشاہیر
اہل قلم نے داد دی اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ عرض کرنا بے موقع نہ ہوگا کہ جو ادبی

شایع کی تھی مگر اس مین اور اُس مین فرق ہے۔ وہ قدیم اساتذہ کی اصلاحین تھین اور یہ ہم عصر شعرا کی ہین۔ ان اصلاحون کے بہم پہونچانے مین جناب شوق نے بڑی ستم ظریفی سے کام لیا ہے حضرت نے ایک ہی غزل ہندوستان کے مختلف صوبون کے مشہور شعرا کی خدمت مین بھیجی اور شاگردی کے ادعا کے ساتھ اصلاح کی درخواست کی۔ بعض کی خدمت مین تو باقاعدہ شیرینی کے دام پیش کر کے شاگردی کی رسم ادا کی ہے۔ ان بزرگوارون نے حسب معمول شاگرد سمجھکر اپنی فہم کے موافق اصلاح دی اور از راہ اُستادی کچھ کچھ ہدایتین بھی کین۔ اس طرح انھون نے اپنی سولہ[16] غزلون کو جن پر کم و بیش ۳۵ نامور اور مستند شعرا کی اصلاحین ہین اس کتاب مین جمع کر دیا ہے۔ اصلاح کا یہ سلسلہ کوئی پانچ سال تک رہا۔ ایک اقبال و اکبر مرحوم تو ان کے دام مین نہین آئے باقی کوئی ان کی زد سے نہین بچا۔ بعض نے دبی زبان سے پیچھا چھڑانا چاہا مگر حضرت شوق کب ماننے تھے سر ہو گئے شاگرد ہو کر رہے اور اصلاح لے کر چھوڑی۔ بعض حضرات کو جب اس کی سُن گن معلوم ہوئی کہ اُن کی اصلاحی غزلین دوسری جگہ بھی اسی غرض سے گئی ہین تو اُنھین شبہہ ہوا اور حضرت شوق سے دریافت کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شوق صاحب نے کچھ ایسی تھپکی دی کہ وہ خاموش ہو گئے۔ استادی کا شوق بھی برا ہوتا ہے جُل مین آ گئے اور برابر اصلاحین دیتے رہے۔ اُنھین اصلاحون کی یہ پوٹ ہے جو چھپ کے ہمارے سامنے آئی ہے۔"

مولانا نے اس کے بعد ترتیب کتاب کا ذکر کیا ہے پھر اسی ریویو مین دوسری جگہ یون گوہر فشان ہین ـــ "اس مجموعہ کو دیکھکر ہمین ہنسی بھی آئی اور افسوس بھی ہوا۔ ہنسی تو حضرت شوق کی شوخی پر آئی۔ اور افسوس اُن بزرگون کی سادگی پر ہوا۔ خیر اس کا بھی کچھ مضایقہ نہ تھا کہ وہ یہ اصلاحین چھاپ دیتے لیکن غضب یہ کیا کہ کتاب کے آخر مین ان صاحبون کے وہ تمام خطوط بھی شایع کر دیے جو انھون نے زمانہ اصلاح مین اپنے سعادت مند شاگرد کو لکھے تھے۔

ان بیچارون کو کیا معلوم تھا کہ اُن کا شاگرد رشید یہ بھانڈا پھوڑنے پر تیار ہے غرض حضرت شوق نے اپنے اساتذہ کرام کے نام اُچھالنے اور اُن کی رسوائی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہے۔ ہمارے خیال مین اُن کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ خانگی خطوط بغیر اجازت کے شایع کرتے مگر شاگرد تو بیٹے کی برابر ہوتا ہے اُسے اجازت کی کیا ضرورت۔

فرمایا دہ اس دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں۔
" فاضل مصنف نے جناب صفدر مرزاپوری کی کتاب "مشاطۂ سخن" سے اسی اس کتاب کا موازنہ کیا ہے حضرت صفدر نے بڑی جستجو سے قدیم شعرائے اردو کی اصلاحوں کو جمع کیا ہے اور اس رسالے میں اس عصر کے اردو شعرا کی اصلاحیں خاص مصنف صاحب کے کلام پر یکجا کر کے شائع کی گئی ہیں۔ اگرچہ اصلاحوں کے اعتبار سے دونوں کتابوں میں ایک گونہ تناسب ہے مگر سچ یہ ہے کہ دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت صفدر کی کوشش صحیح معنوں میں اصلاح سخن سے تعلق رکھتی ہے بخلاف اس کے جناب شوق کی تصنیف میں شعر کی اصلاح سے زیادہ اساتذہ کے خیالات مطلق اور اردو شعراء کے موجودہ متوقعات کا اعتبار ہے۔ جو آج کل کے محققین کے لیے ایک نہایت ہی دلچسپ بحث اور غور طلب معاملہ ہے "
مولانا اثر مرحوم کا یہ آخری فقرہ کس قدر معنی خیز اور داد طلب ہے کیا لکھ گئے حقا لکھا ہیں اس سے زیادہ تحلیل کے لیے گنجائش چھوڑی۔
حضرت شوق سندیلوی کی اس جدید تالیف " اصلاح سخن " پر اکثر حضرات نے ریویو بھی لکھے ہیں سب سے زیادہ پرلطف جامع ومانع ادیب یگانہ نابغۂ زمانہ مولنا محمد عبدالحق صاحب آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن کا ریویو ہے جو اکتوبر ۱۹۳۲ء کے رسالۂ اردو صفحہ ۶۹۵ پر جلوہ گر ہے اور جس کا خاتمہ صفحہ ۶۹۷ پر ہوا ہے۔ مولنا مدظلہ کے اس ریویو میں بعض فقرے ایسے ہیں کہ جن کو پڑھ کر بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے وہ یوں رقم طراز ہیں۔

اصلاح سخن

عنوان سے کتاب کا مضمون ظاہر ہے۔ لیکن اصلاحیں جس ڈھب سے حاصل کی گئی ہیں وہ عجیب وغریب اور فاضل مرتب کی جدت طبع پر دلالت کرتا ہے
ہماری شاعری میں اساتذہ کی اصلاحیں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں اور بعض اصلاحیں جو قدیم استادوں کی دستیاب ہوئی ہیں یا مشہور چلی آتی ہیں وہ بڑی آب وتاب اور فخر کے ساتھ تذکروں یا اسی قسم کی تالیفات میں درج کی جاتی ہیں
کچھ عرصہ ہوا ہمارے عنایت فرما جناب صفدر مرزاپوری نے بھی ایک کتاب اسی مضمون کی

اور بجائے توقیع اُن کی تذلیل ہوتی ہے۔ مگر وہ آتش کے اس شعر کو خاطر میں نہیں لاتے۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

"اصلاحِ سخن" مرتبۂ حضرت شوق سندیلوی کے مقدمے میں جناب سلطان حیدر صاحب جوش بھی یہی تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک قادر الکلام شخص اپنے کلام کو شاعرانہ معیار سے خود ہی بار بار جانچتا اور تولتا ہے اور خود ہی تمام عیوب دور کر لیتا ہے! یہ ملکہ ایک کہنہ مشق شاعر میں عادت بن جاتا ہے۔ نو مشق طبیعت خود اپنا کلام درست کر لینے سے جھجکتی اور جی چراتی ہے، مشورہ اُسے لازمی چیز نظر آتا ہے اور وہ پختہ کار و کہنہ مشق دماغ سے طالب امداد ہوتی ہے اصلاح دینے والے کا پہلا فرض تخیل پیش شدہ کا اُسی نقطۂ نظر سے دیکھنا ہے جس سے نظم کرنے والے نے اُسے دیکھا ہو"

اصلاح کا مقصود محض عیوب و نقایص کو رفع کرنا۔ کمی کو پورا کرنا یا مدھم رنگ کو اُجالنا ہے نقائص و عیوب تخیل و مطالعہ فطرت کے متعلق ہوں یا زبان کے! یقیناً قابل اصلاح ہیں! مگر نفس مضمون کو از سرتا پا بدل دینا یا اپنی طرف سے ایک نیا تخیل پیش کر دینا اصلاح کا منشا نہیں جس طرح نقص کا دور کرنا مصلح کا فرض ہے اُسی طرح عیب سے پاک تخیل کی داد دینا بھی اُس کا اخلاقی شیوہ ہونا چاہیے۔ فضول و غیر ضروری قطع و برید خود مصلح کی خامی پر دال ہے! ایسی قطع و برید جو محض اظہار شان اصلاح کی غرض سے کی جاتی ہے فی الحقیقت کاشف عیوب مصلح ثابت ہوتی ہے! مصلح کو اصلاح سخن میں خود دماغ اصلاح طلب سے زیادہ تفکر و کاوش کرنا پڑتی ہے! یہ لازمی نہیں کہ ہر باکمال شاعر اعلیٰ درجے کا مصلح سخن بھی ہو۔

اصلاح تمام تر تنقید کلام پر مبنی ہے اور تنقید و تصنیف لازم و ملزوم نہیں! بعض افراد جس پایہ کے سخنور ہیں اُس پایہ کے سخن شناس نہیں۔ ایک اعلیٰ درجے کا سخن شناس بعض اوقات ایک باکمال سخنور سے بہتر مصلح سخن ثابت ہوتا ہے"

مشاطۂ سخن حصہ اول کی دیکھا دیکھی ہمارے قابل وحید طراز دوست حضرت شوق سندیلوی نے اصلاح سخن ترتیب دے کر ملک میں ایک ہلچل ڈالدی اور در و دیوار سے صدائے آفرین آنے لگی جس کا دیباچہ خدا بخشتہ ملک کے نامور ادیب و انشا پرداز مولنا محمد عبد الحلیم شرر نے تحریر

مصلحین کی نامہ اصلاح قابل تعریف   اصلاح کے مفید فوائد عمدہ مقاصد تالیف
دعا از دست درگیہاں تاریخ   با ہمت مائے فن سخن تکمیل

نور

اس التزام کے ساتھ کہ ہر فقرہ مقفے ہو اور ہر فقرے سے تاریخ نکلے کوئی آسان کام نہیں۔ ایک مادہ تاریخ نکالنے میں جو زحمت ہوتی ہے وہ وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جن کو اس فن تاریخ سے مناسبت ہے مگر ہر فقرہ میں تاریخ اور ہر فقرہ معنی خیز۔ سبحان اللہ ان تاریخوں کا اس کتاب میں۔ درج کرنا ایک ضروری ناانصافی تھی۔ اس لیے ضرورت ہے کہ خاکسار مولف کی اس یادگار کے ساتھ قابل مورخ کی یہ یادگار بھی قائم رہے   مؤلف

اصلاح

کے متعلق تو میں پہلے حصہ میں وضاحت کے ساتھ یہ عرض کر چکا ہوں کہ اصلاح ایک ضروری چیز ہے ہر کام میں اصلاح کی ضرورت ہے جس کا کام یا کلام اصلاح شدہ ہے وہ دو عالم میں سربلند ہے اور جو کسی ایک کے آگے سر جھکانے سے پہلو تہی کرتا ہے اس کی گردن سب کے سامنے نیچی رہتی ہے اور رہیگی۔ ہر نو مشق شاعر پر کسی۔ کسی استاد کی شاگردی بہرحال لازم ہوتی ہے بغیر سلسلۂ استادی و شاگردی کوئی شخص شاعر کامل ہو ہی نہیں سکتا حضرت قدر بلگرامی سے کامل فن و محقق شاعر کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ کہتے ہیں کہ "میں بلا استاد کے کٹ مرنا پسند نہیں کرتا۔" میں بھی جانتا ہوں کہ ازروئے فن سخن کے لحاظ سے ہر شخص شاعر ضرور کہا جا سکتا ہے مگر درجۂ کمال تک پہونچنے کے لیے زبان و بیان کی جتنی خوبیاں کلام میں ہونی ضروری ہیں وہ استاد کی مدد سے جلد اور یقینی طور پر حاصل ہو جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے کہ جو خود مشق پیدا کرتے ہیں بہت زمانہ صرف ہوتا ہے اور پھر بھی کامیابی یقینی نہیں ہوتی اور ان کا کلام محتاج اصلاح رہتا ہے جس کی صدہا مثالیں اس دور میں دیکھی جاتی ہیں اکثر حضرات زعم ہمہ دانی جو کہ اس زمانے میں کثرت سے پائے جاتے ہیں کسی کو اپنا کلام دکھانا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو صاحب تلامذہ اور مدعی استادی ہیں مگر ان کے دیوانوں میں صدہا شعر بے معنی و مہمل دیکھنے میں آتے ہیں ان اشعار پر اہل نظر مضحکہ اڑاتے ہیں رسالوں میں تنقیدیں لکھی جاتی ہیں

پہلا حصہ جس وقت زیور طبع سے آراستہ ہوکر نکلا تو ملک کے نامور ادیبوں اور اربابِ نظر کی
زبان وقلم سے بالاتفاق یہی فقرے نکلے کہ "ایسا نادر دنیا" مجموعہ نہ فارسی میں نہ عربی
میں نہ انگریزی میں نہ اردو نہ ہندی نہ فرنچ بلکہ کسی اور زبان میں موجود تھا نہ ہے۔ اس ایجاد
کا سہرا حضرت شوق قدوائی کے سر رہا" اگر وہ کل تحریریں اربابِ ادب کی اور وہ کل ریویو اخبارات
ورسالجات کے لکھے جائیں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی ہم سب سے قطع نظر کر کے
صرف ایک محترم دوست مولانا سید جمیل احمد صاحب جمیل سہسوانی شاعر دربار ریاست بھوپال
کا وہ گرامی نامہ نذرِ ناظرین کرتے ہیں جس میں نظم کے ساتھ نثر بھی شامل ہے جس کے ہر مصرع
اور ہر فقرے میں نامور شاعر اور کہنہ مشق استاد نے تاریخ نکالی ہے یہ اُن کے کمال تاریخ گوئی
کی عینی شہادت ہے

مشاطۂ سخن کی تاریخیں

ھو اللہ الغنی الکریم

نازِ جمالِ حسن یہ مشاطۂ سخن — کیا خوب ہے بنی ٹھنی پاکیزہ اک دلھن

قطعہ

لاریب یہ ترنم اربابِ ذوق ہے — مشاطۂ سخن ہے نئی چیز نیا مزہ
مضمون جمیل اس کے کہوں سے قند یا شکر — القصہ لطف پاتا ہوں تازہ نیا مزہ

فقرات تاریخی

جمیل یہ مشاطۂ سخن ہے یا دلاویز دلھن — مسرت کی انجمن ہے یا کامرانی کا چمن
بنامزد کتاب ہے یا اسلوبِ اصلاح کی راہبر ہے — اس نہج میں تجدد کا لاجواب سہرا اسی کے سر ہے
اوستادانِ سخن کی محبوب ہے — مقلدانِ متعدد کی مطلوب ہے
کمال قدردانی سے شعرا کی سزاوار — تحسین کملا سے عالی قدر کی اہم بلند اے
اگر آئینۂ کمال طبع شوق کہوں تو بجا — پایا یہ آگاہی نقش حسن سمجھوں تو روا
یہ نامۂ تدبیرہ لائق دیدار سخن ہے — عرق ریزی کے قابل قدردانی اہل فن ہے
کریم اس کو پیرایۂ قبول عطا فرمائے — مولے ہمہ دان کی محنت ٹھکانے لگائے

ادبی خدمات اور علمی کارناموں سے کون ایسا ہے جو واقف نہیں۔ یہ تعارف شاید آپ کی حصۂ دوم
کے لیے کچھ کم قابل قدر نہیں۔ رسالۂ اردو کے اپریل ۱۹۲۰ء کے نمبر میں اساتذہ کی اصلاحیں
فاضل ایڈیٹر کے ایک مختصر نوٹ کے ساتھ شائع ہوئی ہیں اور اسکی اشاعت کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے

مولانا محمد عبدالحق صاحب ایڈیٹر رسالۂ اردو کا نوٹ

جناب صفدر مرزاپوری صاحب نے اس سے قبل "مشاطۂ سخن" کا پہلا حصہ شائع کیا تھا اور
اُس کی اس قدر مانگ ہوئی کہ اب ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملتا۔ اب انہوں نے بڑی تلاش اور
جستجو سے دوسرا حصہ مرتب کیا ہے جس میں مصحفی۔ آتش۔ ناسخ۔ غالب۔ خواجہ وزیر۔ اسیر
امیر۔ نسیم دہلوی۔ ذوق۔ وحید الہ آبادی۔ سائل۔ جلال۔ تسلیم۔ داغ۔ جلیل۔ ریاض۔ نظم طباطبائی
شوق قدوائی وغیرہ جیسے باکمال اساتذہ کی اصلاحیں جمع کی ہیں اور اردو میں ان کی اشاعت
کی اجازت عنایت فرمائی ہے۔

حضرت صفدر کی یہ کاوش اور تلاش بہت قابل داد ہے اور ہم شکریہ کے ساتھ اس کا ایک جز
اس نمبر میں شائع کرتے ہیں اور باقی حصے آیندہ نمبروں میں شائع ہوں گے

ہمارے ہاں اُستاد شاگردی کا عجیب تعلق چلا آرہا ہے مگر اب اُس کی وہ شان اور اُس کے وہ
آداب باقی نہیں رہے۔ اس وقت مشق سخن اور شاعری کی رغبت کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ باکمال
استاد اپنے شاگرد کو بتاتا اور شعر و شاعری کے گُروں سے واقف کرتا اور خاص کر الفاظ کے صحیح استعمال
زبان کی فصاحت بول چال کی صفائی اسلوب بیان، اور مضمون کے ادا کرنے کے ڈھنگ
سکھاتا تھا۔ ہمارے ہاں سب سے بڑا مدرسہ یہی تھا۔ ان اصلاحوں میں بھی آپ یہی رنگ ملاحظہ
فرمائیں گے اگرچہ ان میں بعض شعر بالکل ناقابل التفات ہیں مگر اس کا مقصد صرف اصلاح کا دکھانا
ہے کہ محض ایک لفظ کے بدل دینے یا الفاظ کے آگے پیچھے کر دینے یا کسی ناموزوں لفظ نکال کر
موزوں لفظ رکھ دینے سے شعر اور مضمون کی شان ہی کچھ اور ہو جاتی ہے جو صاحب زبان کا
ذوق رکھتے ہیں انہیں ان اصلاحوں کے مطالعے سے نہ صرف لطف حاصل ہوگا بلکہ بصیرت
پیدا ہوگی۔

(ایڈیٹر)

تمہید

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں لیے ہوئے

بحمد اللہ کہ پورے دس سال کی کاوش و جستجو و محنت کے بعد "مشاطۂ سخن" کا دوسرا حصہ بھی بعد ترتیب جلوہ آرائے بزم ادب ہوتا ہے۔ پہلے حصے کی جو قدر ملک نے کی اُس کا گہرا نقش میرے دل پر ہے۔ یہی نہیں مشاطۂ سخن کا پہلا حصہ طبع و شایع کر کے جہاں ادب و بزم شاعری کے شائقین کا شوق زندہ رکھا ملک کے گوشہ گوشہ سے اعتراف نامے مشاہیر شعرا کے اور صدہا خطوط اور قدیم و جدید اساتذہ کے جواہر ریزے میرے پاس آنے لگے۔ میں نے سب کو دل کے جواہر خانے میں جگہ دی اور مزید تلاش و فکر میں رہا۔ میں نے زمانہ کے لیے لعل اور افتاد و گردش کا مقابلہ کرتے ہوئے بہترین اور موثر ترین اصلاحوں کو اس طرح جمع کیا جس طرح جوہری موتیوں اور ہیروں کے ٹکڑوں کو ممنون آراستگی کرتا ہے۔ اس دوسرے حصے کے لیے جو نادر و نایاب اصلاحیں میں نے فراہم کیں وہ اپنی خصوصیات اپنی ادبیت اور شان قدیم کے لحاظ سے فرد ہیں۔

اس موقع پر میں ایک اصلاح خواجہ آتش مرحوم کی جو حضرت اسیر مرحوم کے شعر پر دی گئی ہے اپنے دعوے کی تائید میں لکھ کر ارباب نظر سے داد چاہتا ہوں۔ اسیر کا شعر یہ تھا

اسیر وہ زار ہوں کہ ہوا جب میں فوت
کمال تنگ ملا گورستاں مزار مجھے

اصلاح آتش سے

" " " بہت فراخ ملا " "

مصرعۂ ثانی میں "کمال تنگ" کی بجائے "بہت فراخ" بنا کر کمال اُستادی دکھایا ہے۔ مزار کا مفہوم بجا کہ ادا ہوا ہے۔ ذرا مصرعۂ ثانی کو لہجہ بدل کر پڑھیے تو ایک طنز کا پہلو بھی پیدا ہوتا ہے اسی طرح اُستاد کی دو چار اصلاحیں اسی پایہ کی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس دوسرے حصے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بھی قابل فخر ہے کہ ملک کے قابل و فاضل ادیب عالی جناب مولانا محمد عبد الحق صاحب پرنسپل کالج آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے اپنے مشہور و معروف رسالہ "اردو" میں ایک معقول معاوضہ مرحمت فرما کر ان اصلاحوں کو شایع فرمایا جن کی قابلیت، تبحر،

اسیرؔ۔ تسلیمؔ، وحید الٰہ آبادی۔ جلیلؔ۔ شوقؔ قدوائی۔ ایسے استادان باکمال کی اصلاحیں جمع کرنے میں حضرت صعدرؔ کو جو محنت کرنا پڑی ہوگی اُسے اُن کا دل ہی جانتا ہوگا۔ سیکڑوں کتابوں کی اوراق گردانی، سینکڑوں معاصرین کے سفر، معلوم کیسے اصحاب سے ترسیل خطوکتابت اور برسوں کے شدید انتظار و کوشش سے یہ کتاب مرتب ہوئی ہے۔ ہم ہندوستانی جو قدامت پسند ادا پسند آباد و اجداد سے ملی ہوئی ہر چیز کو تبرک کے طور پر آنکھوں سے لگاتے ہیں دیکھیے کہ اس کتاب کے صفحات پر ہماری زبان کے بادشاہوں کے کیسے کیسے انمول موتی اور بیش قیمت جواہر بکھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے قدیم دستور اور عادت کا یہ تقاضا ہے کہ ان موتیوں کو ہم لپک کر دامنوں میں بٹور لیں اور ان مبارک اصلاحوں کو اپنے دل و دماغ میں بند کرلیں۔

حضرت صعدرؔ نے یہ اردو ادب پر احسان کیا ہے کہ ان نادر جیروں کو اس جستجو و کاوش سے کتاب کی صورت میں جمع کردیا ہے اور ان مرے ہوئے اساتذہ کے نشان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پردۂ گمنامی اور کس مپرسی میں پڑے رہنے سے بچا لیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اُن کی یہ کوشش بھی اُن کی پہلی کوششوں کی طرح رنگ لائے اور خدا کرے خریداروں اور قدردانوں کی اس قدر کثرت ہو اور بازاروں میں اس کی اس قدر مانگ آئے کہ حضرت صعدرؔ اس کا تیسرا حصہ مرتب کرنے پر مجبور ہوں۔

خاکسار

جلیل قدوائی۔ بی۔ اے۔ علیگ